تجلیاتِ ربّانی

ترجمہ و تلخیص

مکتوباتِ حضرت مجدّدِ الفِ ثانی رح

حصّہ اوّل

امام ربّانی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ کے مکتوبات کے تینوں دفتروں کی تلخیص اور ترجمہ، جن میں تصوّف و احسان، تعمیر باطن، حق و باطل میں امتیاز، جہاد فی سبیل اللہ اور اقامتِ دین و ترویجِ شریعت، احیارِ سنّت و انکارِ بدعت کی ترغیب و تلقین اور اُمّتِ مسلمہ کی عام رہنمائی کا وہ سامان موجود ہے جس نے گزشتہ ۳، ۴ صدیوں میں اُمّتِ مصطفویہ کے حق میں "میرکارواں" کا کام انجام دیا ہے اور انشاء اللہ آئندہ صدیوں میں بھی اس سے اُمّت کو ہدایت ملتی رہے گی۔

تلخیص و ترجمہ

از مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

شائع کردہ

کتب خانہ الفرقان، ۳۱۔ نیا گاؤں مغربی (نظیرآباد)، لکھنؤ

TABA JAMIA LTD.
URDU BAZAR,
DELHI-110006

تقریب و تعارف

از محمد منظور نعمانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بلاشبہ قرآن پاک اور احادیث نبویہؐ کے مجموعوں کے بعد ہدایت و اصلاح کا سب سے مؤثر مواد وہ ہے جو اُن اکابر اُمت کی تالیفات اور مکتوبات و ملفوظات میں ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے قلب و قالب اور ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا خاص مقام عطا فرمایا تھا ——— اور بلاشبہ پورے اسلامی اور اصلاحی ادب میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات کو اس لحاظ سے خاص امتیاز حاصل ہے۔

یہ مکتوبات تین ضخیم دفتروں میں ہیں، ان میں احسان و تصوف، تعمیر باطن، حق و باطل میں امتیاز، جہاد فی سبیل اللہ، اور اقامتِ دین و ترویج شریعت، احیاء سنت و امحاء بدعت کی ترغیب و تلقین اور اُمتِ مسلمہ کی عام رہنمائی کا وہ سامان موجود ہے جس کی صدائے بازگشت نے گزشتہ تین چار صدیوں میں اُمتِ مصطفویہ کے حق میں میر کارواں کا کام انجام دیا ہے اور ان شاء اللہ آنے والی صدیوں میں بھی اُمت کو اس سے ہدایت و رہنمائی ملتی رہے گی۔

اب سے کچھ کم چالیس سال پہلے ۱۳۵۷ھ میں جب الفرقان کا **مجدد الف ثانی نمبر** نکالا گیا تھا تو اِس عاجز نے پہلی دفعہ ان مکتوبات کے تینوں دفتروں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا ــــ اسی وقت دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی تھی کہ تینوں دفتروں کے اُن دقیق و عمیق مکاتیب کو چھوڑ کر جن کے مخاطب صرف خواص اہل قلوب ہیں باقی مکاتیب و مضامین کو تلخیص کے ساتھ ایسی اُردو میں منتقل کر دیا جائے جو سلیس و عام فہم ہونے کے ساتھ باوقار و پُرتاثیر اور حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے عارف و مصلح کے کلام و پیام کے لئے مناسب ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس کام کا داعیہ ہمارے محترم دوست اور دیرینہ رفیق مولانا نسیم احمد فریدی کے قلب میں

بیڑا اٹھایا۔ انھوں نے بالکل اُسی انداز پر جو اس عاجز کی آرزو تھی مکتوبات کے تینوں دفتروں کی تلخیص و ترجمہ کا کام انجام دیا۔ اس حقیقت کے اظہار میں ذرہ برابر بھی تواضع اور کسرِ نفسی نہیں ہے کہ اگر میں خود یہ کام کرتا تو ہرگز ایسا نہ کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا فریدی کو ایسے کاموں کی خاص صلاحیت بخشی ہے۔

تلخیص اور ترجمہ کے ساتھ مولانا نے ایک بہت بڑا کام یہ کیا ہے کہ مکتوبات امام ربانی کے مکتوب الیہم کا تعارف بھی ممکن حد تک فٹ نوٹ میں کرا دیا ہے ــــــ ناظرین میں سے جو حضرات اس طرح کے کاموں سے کچھ واقف ہوں گے وہی سمجھ سکیں گے کہ اس کے لئے مولانا کو تاریخ و تذکرہ کی مختلف کتابوں کے کتنے ہزار صفحات پڑھنے پڑے ہوں گے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ اس کام کے سلسلے میں بعض ایسی کتابوں کے دیکھنے کے لئے جن کے نسخے خاص ہی خاص لائبریریوں میں محفوظ ہیں، اُن کو دور دراز کے سفر بھی کرنا پڑے۔

یہ سارا کام مولانا نے اب سے قریباً دس سال پہلے پورا کر دیا تھا اور مسلسل کئی سال تک "تجلیات مجدد الف ثانی" کے عنوان سے الفرقان میں اس کی قسط وار اشاعت بھی ہوتی رہی ــــــ لیکن بعض خاص اسباب کی وجہ سے جن کی تفصیل غیر ضروری ہے، کتابی شکل میں اس کی اشاعت میں تاخیر ہوتی رہی ــــــ تقدیر الٰہی میں اس کے لئے یہی وقت طے تھا جبکہ سنہ ۱۳۹۶ھ ہجری اور سنہ ۱۹۷۶ء عیسوی شروع ہو رہا ہے۔

پہلے تجویز یہ تھی کہ پوری کتاب ایک ہی جلد میں شائع ہوگی، لیکن حساب لگایا گیا تو اندازہ ہوا کہ اُس کی قیمت بہت زیادہ ہو جائے گی۔ اور بہت سے محدود استطاعت رکھنے والے حضرات کے لئے اس کا حاصل کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اس لئے اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ــــــ اس وقت پہلا حصہ شائع ہو رہا ہے۔ اس میں مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل کا پورا انتخاب آگیا ہے ــــــ دوسرا حصہ دفتر دوم و سوم کے انتخاب پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت میں خدا نے چاہا تو زیادہ تاخیر نہ ہوگی۔

اس پہلے حصہ میں جو آپ کے زیر نظر ہے پورے چالیس صفحے کا مولانا فریدی کا مقدمہ بھی شامل ہے جو حضرت مجدد رحمہ سے متعلق بجائے خود ایک مستقل اور قیمتی تصنیف ہے ــــــ یہ پورا مقدمہ مولانا نے اب سے چند مہینے پہلے ایسے حال میں املا کرایا ہے کہ بینائی نہ رہنے کی وجہ سے خود لکھنے اور پڑھنے سے معذور ہو چکے ہیں، دوسروں سے پڑھوا کر سنتے ہیں اور دوسروں ہی سے لکھواتے ہیں۔

راقم سطور نے چاہا تھا کہ اس موقع پر مولانا فریدی کے بارہ میں اپنے کچھ معلومات اور احساسات بھی لکھوں اور ناظرین سے اُن کی شخصیت کا تعارف کراؤں، بلکہ جو لکھنا چاہتا تھا وہ لکھ بھی دیا تھا لیکن

پھر اس خیال سے اُس کو روک لینا پڑا کہ مولانا موصوف کے درویشانہ مزاج کے لئے وہ گرانی کا باعث ہوگا ـــــ اگر شریعت میں تصویر کی ممانعت نہ ہوتی تو میں (اس حالت میں کہ وہ بہت کمزور، نحیف و نزار اور آنکھوں سے بھی معذور ہو چکے ہیں اور ایسی فقیرانہ زندگی بسر کر رہے ہیں جس کی مثال طبقۂ علماء میں مشکل ہی سے ملے گی) اُن کا فوٹو تقریب و تعارف کی اِن سطروں کے ساتھ شامل کرتا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مشہور دُعا ہے جو کتب حدیث میں مروی ہے :-

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ	اے اللہ! مجھے زندہ رکھ مسکینی کی حالت
مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ	میں اور موت دے مسکینی کی حالت میں اور
الْمَسَاکِیْن۔	مسکینوں کی جماعت میں میرا حشر فرما!

اس عاجز کی نظر میں مولانا زیدی اُن بندگانِ خدا میں سے ہیں جنھیں دیکھ کر اس دُعائے نبویؐ کے لفظ "مسکین" کا مطلب سمجھ میں آجاتا ہے بلکہ اس کا ایک نمونہ سامنے آجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے، اور اُن کو اور اِس عاجز راقم سطور کو بھی حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانیؒ کے خدّام و متوسّلین کے زُمرہ میں شامل فرمائے ـــــ

ـــــ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا ـــــ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ ـــ لکھنؤ

۱۰ رمحرم الحرام ۱۳۹۶ھ

مطابق ۱۳ر جنوری ۱۹۷۶ء

فہرست مکاتیب "تجلیاتِ ربانی"

(ترجمہ وتلخیص مکتوبات مجدد الف ثانیؒ)

مقدمہ

از مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حرفِ آغاز:-

امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز سرمایۂ ملت کے صرف نگہبان ہی نہ تھے مروّجِ شریعت مطہرہ اور عزت دہِ مسندِ طریقت بھی تھے۔ انھوں نے دسویں صدی ہجری کے آخر اور گیارھویں صدی ہجری کے ثلث اول میں دین اور احکام دین کی ترویج و اشاعت کی جو خدمات انجام دیں وہ صفحات تاریخ کے علاوہ جریدۂ عالم اور قرطاسِ قلب پر بھی ثبت ہیں۔ اُنکے نقوشِ قدم نے اس وقت تک مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ان کے نفسِ گرم کے اثرات قائم رہیں گے۔ اقبال نے کہا تھا ؎

تین سو سال سے ہیں ہند کے مے خانے بند
اب ضرورت ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

اقبال نے یہ تین سو سال حضرت مجددؒ کی وفات کے بعد سے لئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہندوستان ہی کے نہیں بلکہ تمام عالم کے رُوحانی اور عرفانی میخانے ایک دن کو بھی بند نہیں ہوئے۔ ساقی عرفان کا فیضِ عام برابر جاری ہے۔ ہندوستان کے اندر حضرت مجدد الف ثانیؒ سے پہلے تمام مشہور سلاسل طریقت کے مشائخ، اُنکے جانشینوں اور علمائے حقانی نے ہر دور میں گلشن ملت بیضا کی آبیاری کی ہے اور حضرت مجددؒ کے بعد تو یہ بادۂ معرفت دو آتشہ بن گئی۔ تفصیل کا موقع نہیں اجمالاً لکھتا ہوں کہ حضرت مجددؒ

ے جلیل القدر خلیفہ مجاز حضرت سید آدم بنوری دو واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پیر طریقت تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے روحانی اور علمی کمالات اظہر من الشمس ہیں۔ حضرت سید احمد شہیدؒ ایک واسطے سے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے منسلک ہو جاتے ہیں۔

دار العلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارن پور، دار العلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کان پور، امروہہ، سنبھل مراد آباد، نگینہ، خورجہ، دہلی، میرٹھ، مظفر نگر وغیرہ کے مدارس اسلامیہ اور ہند اور بیرونِ ہند کی بیشمار دینی درس گاہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فیض تعلیمی و کیف روحانی سے فیض یاب و متاثر ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت مجددِ الفِ ثانیؒ کے فیوض و برکات ان درس گاہوں اور ان کے سلسلہ کی خانقاہوں سے برابر جاری و ساری رہے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے ایک مستقل مقالہ درکار ہے۔

——— فی الحال میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان چند صفحات میں اوّل حضرت مجددؒ کی مختصر سوانح حیات تحریر کر دوں، اس کے بعد مکتوبات اور ان کی اہمیت پر روشنی ڈالوں۔ آخر میں ان مخالفانہ سرگرمیوں کا کچھ ذکر کروں جو حضرت مجددؒ کے زمانہ سے لے کر آج تک کسی نہ کسی شکل میں جاری ہیں۔ حضرت مجددؒ کی مخالفت کا یہ سلسلہ کبھی تیز ہوا کبھی دھیما اور کبھی بہت ہی مدّھم ——— مگر زنگ آلود دلوں کے اندر اس کے اثرات پائے جاتے رہے۔ اہلِ باطل کو جب کبھی ہمت ہوئی زبان قلم سے مخالفت کا اظہار کر دیا ورنہ آتشِ عناد اندر ہی اندر سلگتی رہی ——— الحمد للہ فتنہ پردازوں کی یہ کوششیں بیکار گئیں اور ان کے معاندانہ اعتراضات کا اطمینان بخش جواب ملتا رہا۔ دورِ حاضر کے معترضین کو بھی ایسے مُسکت اور مدلل جوابات دیئے گئے ہیں کہ ان کو کبھی بھی گستاخی کا حوصلہ نہ ہو سکے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے نیک نیتی کے ساتھ بعض مکتوبات پر جو شبہات و اعتراضات تحریر کئے تھے ان سے حضرت شیخؒ کا رجوع کرنا ثابت ہو چکا ہے۔ پھر بھی ان اعتراضات اور ان کے جوابات کی کچھ جھلکیاں اس مقدمہ میں اپنی جگہ پر بیان کر دی گئی ہیں۔

مختصر سوانح حیات

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی ابن حضرت شیخ عبدالاحد، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں ایک ممتاز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے اجداد میں فرخ شاہ کابلی بھی ہیں، جن پر حضرت شیخ الاسلام بابا فریدالدین مسعود گنج شکر اجودھنی رحمہ (پاک پٹنی) حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اور حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ وغیرہم کا سلسلہ نسب بھی ایک ہو جاتا ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت شب جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ کو ہوئی۔ لفظ "خاشع" سے سالِ ولادت نکلتا ہے۔ آپ کے چھ بھائی اور بھی تھے۔ آپ نے پہلے قرآن پاک حفظ کیا، پھر علوم مروجہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ مولانا کمال کشمیری رحمہ، مولانا یعقوب کشمیری رحمہ اور قاضی بہلول بدخشانی رحمہ آپ کے اساتذہ کرام میں سے ہیں۔ ماہرینِ علوم و فنون سے آپ نے بڑی محنت و تحقیق کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے سلسلہ قادریہ چشتیہ میں منسلک ہو کر روحانی فیوض حاصل کئے تھے، اور ان سے بجز سلسلہ نقشبندیہ کے دیگر تمام مشہور سلاسلِ طریقت میں اجازت حاصل کر لی تھی۔ قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ جن سلاسلِ طریقت سے ربط رکھتے تھے، حضرت مجدد رحمہ بھی اپنے والد حضرت شیخ عبدالاحد اور ان کے پیر و مرشد حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی رحمہ کے واسطے سے انہی سلاسل سے مربوط تھے۔ والد ماجد رحمہ سے حضرات نقشبندیہ رحمہ کے فضائل سُنے تو آپ کی توجہ اس سلسلے کی جانب ہوئی۔ بالآخر ۱۰۰۸ھ میں مولانا حسن کاشمیری رحمہ کی رہنمائی سے حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں پہونچ کر بیعت ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمہ نے ڈھائی مہینہ اپنی صحبت میں رکھا۔ جب آپ وطن واپس ہونے لگے تو حضرت خواجہ رحمہ نے آپ کو اکمال و تکمیل کی بشارت دی۔ دوسری مرتبہ جب آپ خدمتِ مرشد میں حاضر ہوئے تو انھوں نے نہ صرف خلعتِ خلافت سے نوازا بلکہ مریدوں کی ایک جماعت بھی اصلاح کے لئے آپ کے سپرد کر دی۔ آستانہ مرشد پر جب تیسری بار حاضری ہوئی تو حضرت پیر و مرشد نے اپنے تمام اصحاب کو آپ کے سپرد کر دیا، اور ارشاد فرمایا ہمارا اس

پیری مریدی کا مقصود ان کا (حضرت مجددؒ کا) ظہور تھا" ______ حضرت خواجہ کو آپ پر بڑا ناز تھا۔ اپنے مکتوب ۶۵ میں تحریر فرماتے ہیں: (اس کا ترجمہ یہ ہے)

"شیخ احمد نام کے ایک مرد کثیر العلم اور قوی العمل سرہند کے رہنے والے، چند روز اس فقیر کی صحبت میں رہے۔ ان کے احوال میں اس فقیر نے بہت عجائبات دیکھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا روشن چراغ ہوں گے کہ جس کے نور سے کائنات منور ہو جائے گی"۔

جب حضرت خواجہ نے اپنے مریدوں کو آپ کے حوالے کیا تو اس موقع پر حضرت میر محمد نعمان نے آپ سے کہا: "میری توجہ کا مرکز تو آپ کا آستانہ ہے"۔ آپ نے ان سے فرمایا: "میاں شیخ احمد ایک آفتاب ہیں جس کی روشنی میں ہم جیسے ہزاروں تارے گم ہیں۔ ان جیسا کامل فرد اولیائے متقدمین میں بھی خال خال نظر آتا ہے"۔

اتباعِ سُنّت کا جذبہ اور اہتمام حضرت مجددؒ میں بدرجۂ کمال تھا۔ اسی طرح ردِّ بدعت میں آپ کو خصوصی امتیاز حاصل تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل میں ادھوری متابعت کے عوض (بھی) ہزار شب بیداریوں کو میں نہ خریدوں"۔ ______ (زبدۃ المقامات)

اور آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ______

"کوئی فضیلت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برابری نہیں کر سکتی"۔

______ (زبدۃ المقامات)

رمضان شریف کے اعتکاف کے سلسلے میں آپ نے اپنے متوسلین سے فرمایا کہ "صرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی نیت کرو۔ ہمارا "تبتّل وانقطاع" کیا شے ہے۔ آپ کی متابعت حاصل ہونے کیلئے ہم کو سو پابندیاں قبول ہیں اور توسّلِ متابعت کے بغیر ہم کو ہزار تبتّل وانقطاع قبول نہیں"۔[1]

حضرات القدس میں ہے کہ آپ نے فرمایا "احوال، شریعت کے تابع ہیں، شریعت، احوال کی

---

[1] مقامات خیر ص۱۹۵ بحوالہ زبدۃ المقامات (مؤلفہ مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی)

تابع نہیں. کیونکہ شریعت قطعی ہے. اس کا ثبوت وحی سے ہوا ہے اور احوال ظنی ہیں، ان کا ثبوت کشف والہام سے ہوا ہے"۔

اور آپ کا ارشاد ہے :۔

"تعجب ہے خام اور ناتمام درویشوں پر کہ اپنے کشف پر بھروسہ کرتے ہوئے شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو آپ ہی کی پیروی کرتے"۔

آپ نے بارہا یارانِ طریقت سے فرمایا ہے :۔

"ہم کیا اور ہمارا عمل کیا۔ جو کچھ بھی ہم کو ملا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اور اگر اس کے کرم کے لئے کوئی شے بہانہ ہوئی ہے تو وہ حضرت سیدالاولین والآخرین صلعم کی متابعت ہے"۔ (مقامات خیر)

اولاد :۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات صاجزادے ۱ محمد صادق ۲ محمد سعید ۳ محمد معصوم ۴ محمد یحییٰ ۵ محمد عیسیٰ ۶ محمد فرخ ۷ محمد اشرف۔ اور تین صاجزادیاں خدیجہ، رقیہ، ام کلثوم عنایت کیں۔ صاجزادوں میں اول الذکر اور تین آخر الذکر صاجزادے لاولد فوت ہوئے۔ تین صاجزادوں سے حضرت مجددؒ کی نسل چلی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں بہت برکت عطا فرمائی۔ "ہدیۂ احمدیہ" آپ کی اولاد کے تذکرے میں ایک قابل دید کتاب ہے۔

خلفاء :۔ زبدۃ المقامات میں آپ کے ۴۸ خلفاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ آپ کے اور بھی خلفاء رہیں۔ احقر نے ماہنامہ "الفرقان" کے مجدد الف ثانی نمبر (۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۷ء) میں حضرت مجددؒ کے خلفاء پر ایک مقالہ لکھا تھا جو زیادہ تر زبدۃ المقامات سے ماخوذ تھا، اس میں کچھ معلومات اور شیخ بنیات، تاریخ وتذکرہ کی دیگر کتابوں سے بھی منقول ہیں۔

تالیفات :۔ شیخ صفر احمد مخدومی نے "برکاتِ معصومی" میں آپ کے ان سات رسائل کا تذکرہ

کیا ہے۔

(۱) رسالہ تہلیلیہ (در تحقیق کلمہ طیبہ) (۲) رسالہ اثبات نبوت (۳) رسالہ ردِّ شیعہ (۴) رسالہ معارف لدنیہ (۵) شرح الشرح بعض رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ (۶) مبدأ و معاد۔ (۷) مکاشفات غیبیہ۔

مکاتیب شریفہ:۔ ان رسائل کے علاوہ آپ کے معرکۃ الآرا مکاتیب تین عظیم الشان دفاتر پر مشتمل ہیں۔ یہ مکاتیب اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

دفتر اوّل:۔ یہ دفتر مولانا یار محمدؒ جدید طالقانی کا مرتب کیا ہوا ہے۔ تین سو تیرہ ۳۱۳ مکتوبات پر مشتمل ہے، اور یہ تعداد اصحاب بدرؓ اور انبیاء مرسلین علیہم السلام کی تعداد کے مطابق رکھی گئی ہے۔ سنہ ۱۰۲۵ھ میں اس دفتر کی تکمیل ہوئی۔ خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ نے اس دفتر کا سالِ اتمام "دُرّ المعرفت" سے نکالا ہے۔ زبدۃ المقامات میں مولینا محمد ہاشم کشمیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مجددؒ نے فرمایا کہ اس دفتر کا نام بھی دُرّ المعرفت ہی رہے۔

دفتر دوم:۔ یہ دفتر خواجہ عبد الحیٔ حصاریؒ[1] نے سنہ ۱۰۲۸ھ میں جمع کیا۔ اس میں ننانوے ۹۹ خطوط ہیں جو اسماء حسنیٰ کے عدد کے مطابق ہیں۔ اس کا تاریخی نام اختتام کے لحاظ سے "نور الخلائق" ہے۔

دفتر سوم:۔ یہ دفتر خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ نے سنہ ۱۰۳۳ھ میں جمع کیا۔ اس میں ۱۱۴ مکاتیب ہیں جو قرآن پاک کی سورتوں کی تعداد کے مطابق ہیں، اس کا نام "بحر المعارف" رکھا گیا اور تاریخ اتمام "کاس الراغبین" ۱۰۳۳ھ سے نکالی گئی۔ تیسرے دفتر کے بعد ۱۴ خطوط نہ ہونے پائے تھے کہ حضرت مجددؒ عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ جیسا کہ زبدۃ المقامات میں لکھا ہے۔

آخری وقت کے حالات اور وفات

جیسا کہ معلوم اور تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں مذکور ہے، آپ نے قلعہ گوالیار میں چند سال قید و بند کی مشقت برداشت کی۔ جب جہانگیر نادم ہوا تو آپ کو وہاں سے نکال کر اپنے لشکر میں رکھا، اور یہ لشکر میں رہنا بھی آپ کی مرضی پر چھوڑ گیا تھا۔ وصال سے تقریباً ایک سال پہلے آپ سرہند واپس

---

[1] حضرت مجددؒ نے آپکو اجازت و خلافت عطا فرما کر شہر پٹنہ روانہ فرما دیا تھا۔ سنہ ۱۰۷۰ھ میں آپنے وہیں وفات پائی۔

آئے۔ اس وقت آپ کی عمر زیادہ نہ تھی، لیکن پے در پے مصائب کے ہجوم اور ہموم و غموم کی کثرت نے آپ کو ضعیف و نزار کر دیا تھا۔ آپ کے خلیفۂ مجاز شیخ بدر الدینؒ[1] مولف حضرات القدس نے آپ کے آخری حالات ایک رسالہ میں لکھے ہیں جس کا نام "وصالی احمدی" ہے۔ اس کا خلاصہ اُردو میں یہاں پیش کرتا ہوں۔

حضرت مجددؒ نے شعبان ۱۰۳۳ھ میں خلوت نشینی اختیار کر کے حویلی کے احاطہ میں ایک مخصوص جگہ مقرر فرمالی۔ وہیں پر پنج وقتہ نماز باجماعت مخصوص احباب کے ساتھ ادا فرماتے تھے، اور صرف نماز جمعہ کے لئے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ صاحبزادگان عالی قدر یعنی خواجہ محمد سعیدؒ و خواجہ محمد معصومؒ اپنی والدہ صاحبہ سے نقل کرتے ہیں کہ شب برأت تھی اور حضرت (مجددؒ) خلوت خانہ میں شب بیداری فرما رہے تھے۔ کچھ رات گئے حویلی میں تشریف لائے اور میں مصلے پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا، آپ نے تہجد کی نماز پڑھ لی؟ فرمایا کہ ابھی نہیں پڑھی۔ میں تھکاوٹ محسوس کر رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر آرام کر لوں، پھر تہجد کی نماز ادا کروں۔ چنانچہ تھوڑی دیر سو گئے۔ اسکے بعد بیدار ہوئے۔ وضو کے لئے پانی طلب کیا، وضو کیا۔ اس وقت میری زبان سے یہ بات نکلی کہ خدا جانے آج کی رات کس کس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹایا جائے گا اور کس کس کا نام قرطاس وجود پر لکھا جائے گا۔ فرمایا کہ تم غیر متعین طور پر کہتی ہو۔ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو یہ دیکھ رہا ہو کہ آج کی رات اس کا نام صحیفۂ وجود سے کاٹ دیا گیا ہے۔ گویا کہ یہ اپنی ذات کی طرف اشارہ تھا۔

اور یہی دونوں صاحبزادے اپنی والدہ ماجدہ کی زبانی نقل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتؒ سے دریافت کیا کہ آپ یہ انقطاع و یکسوئی خلق اللہ اور اہل و عیال سے کیوں اختیار فرما رہے ہیں؟ فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں مستقبل قریب میں اس دُنیا سے رخصت ہونے والا ہوں اور سفر آخرت کے دن بہت قریب آ گئے ہیں، جس کو اس کا احساس ہو اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے آپ کو عبادت میں ہمہ تن مشغول کر دے اور تسبیح، استغفار، درود شریف، تلاوت اور ذکر الٰہی سے غافل نہ رہے غیر اللہ سے کلیتہً قطع تعلق کر لے، زندگی غفلت میں نہ گزارے، تم لوگ بھی مجھ کو خلا پر چھوڑ دو۔

---

[1] شیخ محمد ہاشم کشمی نے حضرت مجددؒ کے خلفاء میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

آپ کے ان دونوں صاحبزادوں نے اپنی والدہ ماجدہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ میں نے حضرتؒ سے اُنکے مرض وفات سے پہلے عرض کیا کہ زندگی سے مایوسی اور سفرِ آخرت کے آثار آپ کے اندر ظاہر ہو رہے ہیں اور رفیق اعلیٰ سے ملنے کا شوق بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے، پھر یہ صدقات و خیرات جو دافع امراض و بلیات ہیں، کس لیئے عمل میں آرہے ہیں؟ جواب میں ہندی کا یہ مصرعہ پڑھا ؏

آج ملا واکنت سیوں سکھی سب جگ دیو وار

(ترجمہ) "اگر آج میرا محبوب مجھے مل جائے تو میں تمام کائنات کو اس پر نچھاور کر دوں"۔

الغرض حضرتؒ ان ایام میں اللہ کے لئے بہت کچھ ظاہر و پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کرتے تھے۔

ان دونوں صاحبزادوں نے اپنی والدہ ماجدہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک دن حضرتؒ اپنے مکان میں تکیہ کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت فرمایا کہ میں آنے والے موسم سرما میں اس مکان کے اندر نہیں ہوں گا، عرض کیا گیا کہ شاید آپ اُس خلوت خانہ میں جس کو بنوایا ہے قیام فرمائیں گے؟ فرمایا اس جگہ بھی نہیں۔ پھر عرض کیا گیا آخر کہاں رہیں گے؟ فرمایا ان جگہوں میں سے کسی جگہ بھی نہیں، دیکھنا چاہیے اللہ کی طرف سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ بحکم مشیت خداوندی موسم سرما کی آمد پر آپ کا وصال ہو گیا۔

۱۰۳۲ھ میں آپ نے اجمیر سے اپنے صاحبزادوں کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ پروانۂ دُنیا کے بدلے میں اب پروانۂ آخرت (اجازت نامہ آخرت) مل گیا ہے اور ایام عمر قریب الختم ہیں، اس وقت وہ وصیتیں بھی تحریر فرمائیں جن کی تفصیل مکتوبات میں موجود ہے۔ اسی قیام اجمیر کے زمانے میں دونوں صاحبزادے اجمیر پہونچے تو ان سے خلوت میں فرمایا کہ مجھ کو دُنیا اور اہل دُنیا سے کوئی ربط اور تعلق باقی نہیں رہا ہے اب مجھ کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ سُن کر جب صاحبزادوں نے سخت پریشانی کا اظہار کیا تو فرمایا۔ ہمیشہ سے اللہ کا یہی طریقہ رہا ہے۔ ایک دن سب کو موت آنی ہے، تم کو صبر کرنا چاہیے۔

وفات سے چھ ماہ پہلے آپ بادشاہ کے ایک مقرب صادق خاں کو ایک ضرورت مند کی سفارش کے سلسلے میں ایک مکتوب تحریر فرما رہے تھے اس وقت راقم الحروف (شیخ بدرالدین) حضرتؒ کے پاس کھڑا ہوا مگس رانی کر رہا تھا، آپ جو لکھ رہے تھے، فقیر اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس میں تحریر تھا کہ

آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا بادشاہ (جہانگیر) نے فقیر کو گھر رہنے کی مطلق اجازت دے دی ہے۔ اس وقت سے فقیر نے خلوت اختیار کرلی ہے۔ اللہ کی عنایت سے اطمینانِ خاطر کے ساتھ اوقات گزر رہے ہیں، چونکہ اس شہر (سرہند) میں ہر سال وبا پھیلتی ہے اس لئے معلوم نہیں اس سال زندگی وفا کرے یا نہ کرے۔

جب خلوت کو کم و بیش چھ، سات ماہ گزر گئے تو ضیق النفس کا عارضہ ہو گیا جو ہر سال آپ کو لاحق ہو جاتا تھا۔ اس مرتبہ بخار بھی اس کے ساتھ تھا۔ آغاز مرض کی تاریخ غالباً ۷ ذی الحجہ ۱۰۳۳ھ تھی۔ یہ مرض اس سال حد درجہ شدید تھا اور مخلصوں کو آپ کی زندگی سے مایوسی ہو گئی تھی۔ اس عالمِ ضعف میں آپ پر شوقِ لقاءِ حق کا غلبہ تھا۔ کمالِ شوق کی بنا پر گریہ و بکا غالب تھا اور برابر اللھم الرفیق الاعلیٰ زبان پر جاری تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر طبیب مجھ سے کہے کہ تمہارا مرض لاعلاج ہے تو میں بطور شکر اللہ کی راہ میں تھوڑے روپے دوں۔

خواجہ محمد سعید نے آخری ایام میں عرض کیا کہ آپ سے اس درجہ بے تعلقی اور بے شفقتی کیوں ظاہر ہو رہی ہے؟ فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے۔"

اور ان مخدوم زادہ سے یہ بھی منقول ہے کہ حضرت والا کو رات میں ضعف زیادہ ہو جاتا تھا اور بے آرامی و بے قراری بڑھ جاتی تھی۔ جب دن میں تخفیف ہو جاتی تھی تو بے چینی کے کم ہونے پر حسرت و افسوس کیساتھ فرماتے تھے کہ وہ نسبت جو ہجوم آلام میں رونما ہوتی ہے اور وہ حلاوت جو تلخیٔ امور میں پیدا ہوتی ہے وہ معاملہ عافیت میں میسر نہیں ہوتی۔ اس کے بعد برابر تمنائے وصال میں رہے۔ کچھ تھوڑے عرصے کے لئے درمیان میں صحت بھی ہو گئی۔

خواجہ محمد معصوم نے بیان کیا ہے کہ حضرت جمعرات کے دن ۲۳ صفر ۱۰۳۴ھ کو عصر کے وقت صوفیوں کو قبائیں تقسیم فرما رہے تھے، خود بھی ایک قبا زیب تن کئے ہوئے تھے، اس کے نیچے کوئی کپڑا جس کے پہننے کے عادی تھے، پہنے ہوئے نہ تھے۔ آپ نے سردی محسوس کی اور بخار آگیا۔ دوبارہ صاحب فراش ہو گئے۔ صاحبزادہ گرامی قدر خواجہ محمد معصوم نے بیان فرمایا کہ حضرت ۲۸ ویں صفر کی شب میں نماز تہجد کے لئے اٹھے اور فرمایا کہ "یہ ہماری آخری نماز تہجد ہے۔"

پھر یہی صاحبزادے فرماتے ہیں کہ اسی حالتِ ضعف میں معارف و حقائق نہایت سرگرمی سے بیان

فرمارہے تھے. جب کمزوری کی شدّت سے بیان کرنے کی طاقت نہ رہی تو خواجہ محمد سعیدؒ نے عرض کیا۔ "حضرت سلامت آپ کا ضعف اس گفتگو کا متحمل نہیں ہوسکتا، بیانِ معارف کو وقت صحت تک موقوف فرما دیجئے"۔۔۔۔ فرمایا کہ "اب وقت کہاں ہے اور فرصت کس کو ہے ممکن ہے کہ اس کے بعد زبان کام نہ کرے"۔ انتہائی ضعف میں بھی پنج وقتہ نمازیں با جماعت ادا فرماتے تھے۔ وتر اور جلسہ بھی جیسا ہونا چاہئے کرتے تھے۔ دُعائیں، اوراد و وظائف حسب عادت پڑھتے تھے اور کوئی دقیقہ دقائق شریعت سے اور کوئی ادب آداب اعمال سے نہیں چھوڑتے تھے بیماری میں بھی جزئیات احکام شریعت کی رعایت اسی طرح فرماتے تھے جس طرح صحت کی حالت میں۔ سرمو فرق نہیں ہوتا تھا۔ سہ شنبہ کی آخیر رات میں (جو کہ وفات کی رات تھی) اپنے خدام سے جو آپ کی تیمارداری میں آخر تک مشغول رہے تھے فرمایا "تم لوگوں نے بہت زحمت برداشت کی۔ اب اسی رات کی محنت اور ہے"۔ اس کے بعد استغراق اور خود رفتگی آپ پر غالب ہوگئی۔ خواجہ محمد سعید نے سوال کیا کہ "حضرت! یہ بیخودی جو آپ پر ہے استغراق کی وجہ سے ہے یا نیند کی وجہ سے ہے؟" ارشاد ہوا "استغراق کی وجہ سے"۔ اور فرمایا کہ "بعض حالات اور حقائق درپیش ہیں اسلئے متوجہ ہو رہا ہوں کہ وہ حقائق مکمل طریقہ پر ظاہر ہوجائیں"۔

مرض وفات میں آپ اکثر اوقات وصیت بھی فرماتے رہتے تھے اور شریعت کی متابعت نیز ملت مرضیہ کے التزام کی رغبت دلاتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے "شریعت کو دانتوں سے مضبوط پکڑلو" (یعنی مضبوطی سے تھامو) اور فرماتے تھے "دین خیر خواہی کا نام ہے"۔ صاحب شریعت (حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام) نے اُمّت کی نصیحت و خیر خواہی کے باب میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا"۔۔۔۔ آپ کی یہ وصیت تھی کہ میری تجہیز و تکفین میں اتباع سنت نبوی اور حدود شریعت کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھی جائے، اور یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر گمنام جگہ میں بنائی جائے۔ خواجہ محمد سعید نے عرض کیا کہ "اس سے پہلے حضرت نے فرمایا تھا کہ محمد صادق کی قبر کے قریب بنائی جائے اور اس جگہ کی تعیین بھی فرمادی تھی اور اس کے انوار و برکات بھی بیان فرمائے تھے۔ اب آپ ایسا فرمارہے ہیں"۔ فرمایا۔ "ہاں! میں نے کہا تھا۔ مگر اب میرا شوق یہ ہے۔ اگر ایسا نہ کریں تو مزار والد ماجد کے قریب دفن کردیں۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو باغ میں دفن کردیں، اور میری قبر کو کچا رکھیں، پختہ

نہ بنائیں"۔ جب صاحبزادہ مذکور نے اوّل الذکر جگہ کے لئے اصرار کیا تو فرمایا کہ تمھیں اختیار ہے ہیں تمھاری صوابدید پر چھوڑتا ہوں"۔

آخر وقت سے کچھ دیر پہلے فرمایا کہ میں پیشاب کروں گا طشت لے آئیں۔ اتفاقاً خواجہ محمد ہاشم وہ خاص طشت جسمیں بالو بھرا ہوا تھا، نہیں لائے اور وہ طشت لے آئے جسمیں بالو نہیں تھا۔ فرمایا کہ "اس طشت میں قطرات اُڑیں گے، وہی دوسرا طشت لاؤ"۔ کیونکہ کسی کو بھی اس بات کا خطرہ نہیں تھا کہ آپ کی وفات عنقریب ہونے والی ہے اسلئے خادم نے عرض کیا کہ قارورہ حکیم کو دکھانا ہے۔ آپنے فرمایا" مجھے اُٹھاؤ اب میں پیشاب نہیں کرتا"۔ آپ کو اُٹھا کر بستر پر پہونچا دیا گیا۔

جب خواجہ محمد سعید نے آپ کے سانس کو تیز چلتا ہوا دیکھا تو بے چین ہو کر عرض کیا کہ حضرت والا کی طبیعت کیسی ہے؟ جواب میں فرمایا "اچھی ہے"۔ صاحبزادے نے عرض کیا کہ طبیعت مبارک اچھی کیسے ہے میں تو آپ کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت آپنے ارشاد فرمایا "وہ دو رکعت نماز جو ہم نے پڑھ لی ہے کافی ہے"۔ یہ حضرت کی آخری گفتگو ہے (جسمیں نماز کا ذکر ہے)۔ آنحضرت صلعم کی بھی آخری گفتگو نماز کے بارے میں تھی، اور یہ انتہائی اتباع سُنّت رسول ؐ کی بات ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کی رُوح گرامی جسد عنصری سے پرواز کر گئی ____ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وصال کے وقت داہنی کروٹ لیٹے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھ کی ہتھیلی داہنے رخسار کے نیچے رکھے ہوئے تھے اور چہرہ قبلہ کی طرف تھا۔ گویا مسنون طریقہ پر خواب استراحت فرما رہے ہیں۔ وہ سہ شنبہ کا دن اور چاشت کا اوّل وقت تھا۔ ۲۹ صفر[1] سنہ ۱۰۳۴ھ تاریخ وفات تھی۔

اسی قدر حالات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ تفصیل کے لئے حسب ذیل کتب کا مطالعہ

---

[1] شیخ بدرالدین ؒ اپنی تالیف حضرات القدس کے الحضرۃ التاسعہ میں لکھتے ہیں" حضرت ایشاں قدس سرُّہٗ

روز سہ شنبہ وقت ضحٰی پاس روز بر آمدہ بیست و ہشتم صفر سنہ یک ہزار سی و چہار ازیں دار بے مدار سفر اختیار فرمودند"۔

(حضرات القدس ص ۲۴۰ نسخہ قلمی)

[کتب خانہ مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی]

مشہور و معروف تاریخ بھی ۲۸ صفر ہی ہے۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی ؒ نے بھی زبدۃ المقامات میں ۲۸ صفر تاریخ وفات تحریر فرمائی ہے اور "گویند" کہکر ۲۹ صفر کو لکھا ہے لہٰذا ترجیح ۲۸ صفر ہی کو دی جائے گی۔

کرنا مفید ہوگا۔

زبدۃ المقامات	مؤلفہ خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ
حضرات القدس	" شیخ بدرالدین سرہندیؒ
روضۃ القیومیہ	" محمد احسان مجددی
تذکرۂ امام ربانی	شائع کردہ مکتبہ الفرقان لکھنؤ
نزہۃ الخواطر جلدہ	مؤلفہ مولانا حکیم سید عبدالحیٔ حسنی رائے بریلوی
تقصار جنود الابرار	مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں قنوجی
مقامات امام ربانی	مؤلفہ مولوی محمد حسن
الکلام المنجی، ہدیہ مجددیہ، اوراد احمدیہ	مؤلفات مولانا حکیم وکیل احمد سکندرپوری
جواہر مجددیہ	مؤلفہ مولوی احمد حسین خاں مجددی امروہوی
سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانیؒ	مؤلفہ ابوالفضل احسان اللہ گورکھپوری
حیات مجددؒ	مؤلفہ پروفیسر محمد فرمان ایم۔ اے
انوار مجددیہ	مؤلفہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی
مقامات خیر (حالات بابائے تہم)	مؤلفہ مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی
رود کوثر	مؤلفہ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام ایم۔اے ڈی لٹ (چوتھا ایڈیشن)
الفرقان کا مجدد الف ثانی نمبر	
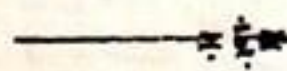
مکتوبات کی اہمیت:-

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات، معانی و بیان کی بلندی اور شگفتگی و دلآویزی کی آمیزش، فصاحت و بلاغت کی عکاسی اور تاثیر و دل نشینی کی فراوانی کے لحاظ سے ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں حضرت مجددؒ سے پہلے حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے مکتوبات زیادہ شہرت رکھتے تھے، ان کی عارفانہ اور حقائق افروز تعبیرات نے علم کی محفلوں اور عمل کی خانقاہوں میں ایک خاص اہمیت اختیار کرلی تھی۔ اور آج تک انکی افادیت مسلم اور برقرار ہے۔ لیکن حضرت مجددؒ کے مکتوبات نے گلشن عرفان و آگہی کو ایک تازہ اور

سدا بہار رونق بخشی۔ ان مکتوبات میں سابق عرفاء اور صلحاء کے طرز کلام کی کچھ کچھ جھلکیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ اور خود صاحب مکتوبات نے بھی اپنی روحانیت کی بلند مقامی اور حقائق و معارف سے لبریز ہونے کے باعث اپنی تحریرات میں پُر شکوہ الفاظ اور پُر عظمت عبارات کا اضافہ کیا ہے۔ مکتوبات شریف میں ایک کیف و سرور ہے، ایک جوش و خروش ہے، ایک وجد انگیز روانی ہے۔ بات بڑی سادگی کے ساتھ اور پُر اثر انداز میں تحریر فرماتے ہیں۔ عبارت اتنی جامع ہے کہ اگر تشریح کی جائے تو ایک ایک سطر کے لئے کم از کم ایک صفحہ کی ضرورت پڑے۔ ابوالفضل اور فیضی کے دور میں ایک عارف کامل کا انداز تحریر اگر انشاء کے اس درجہ کمال پر پہونچا ہوا نہ ہوتا تو تاثیر میں کمی رہ جاتی۔

ابوالفضل کے دفتر انشاء کے اعتبار سے مشہور و معروف ہیں، لیکن ان میں وہ روح، وہ دلکشی اور وہ جاذبیت کہاں، جو حضرت مجددؒ کے مکتوبات میں ہے۔ ابوالفضل کے تینوں دفتر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کے ایک صفحہ کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے، جس کا جی چاہے موازنہ کر کے دیکھ لے۔ فتنۂ اکبری کا قلع قمع کرنے میں مکتوبات کی مؤثر، دلآویز و دلنشین عبارات کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔ ان مکتوبات نے سعید روحوں میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ اور جن کے دل و دماغ میں ایمان و انصاف کی کوئی رمق موجود تھی ان کو بیتاب اور بے قرار کر دیا۔ ایک طرف حضرت مجدد نے اپنے خلفاء کے ذریعہ اشاعت و ترویج دین کا کام کیا تو دوسری طرف مکتوبات کے ذریعہ خانقاہ نشینوں، دربار شاہی کے مصاحبوں اور مقربین سلطانی کو جگا کر حمایت دین متین پر آمادہ کیا۔

خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ نے دفتر سوم میں مکتوبات کے بارے میں یہ شعر کیا خوب کہا ہے ؎

زہر یک نقطہ اش بچوں نافۂ تر
شمیم وصل جاناں می زند سر

میں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت میں چند اشعار لکھے تھے۔ جو "الفرقان" کے مجدد الف ثانی نمبر میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے چار شعر یہاں بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں ؎

کیا الہامی ارشادات سے احیاء شریعت کا | تصانیف اور مکتوبات سے احیاء شریعت کا
وہ مکتوبات جن میں علم و حکمت کا خزانہ ہے | افادیت کا جن کی معترف سارا زمانہ ہے
وہ مکتوبات ہر ہر سطر جن کی سلک گوہر ہے | وہ مکتوبات نقطہ نقطہ جن کا خالِ دلبر ہے

قلم میں وہ روانی رُودِ گنگا جس سے شرمائے
معارف وہ کہ جن کو سُن کے عارف وجد میں آئے

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے حضرت مجددؒ کے مکتوبات پر حسب ذیل تبصرہ کیا ہے:۔

"ہندوستان میں تصوف کی تھوڑی کتابوں کو وہ قدر و منزلت میسر آئی ہے جو مکتوبات امام ربانی کو نصیب ہے۔ حضرت سرہندی کی زندگی ہی میں ان کی نقلیں ہندوستان اور ہندوستان سے باہر دوسرے ملکوں میں پھیل گئی تھیں اور آج بھی ان کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔"

مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:۔

"تصوف اسلام کے ذخیرے میں سب سے زیادہ اثر میرے اوپر دو ہی کتابوں کا پڑا ہے۔ نمبر اوّل پر مثنوی مولانا رومؒ ہے جس نے دہریت اور الحاد سے کھینچکر مجھے اسلام کی راہ دکھائی۔ اس اجمال کے بعد ضرورت تفصیل کی تھی۔ یعنی اسلام کے اندر اعتقاد و اعمال میں متعین راہ کون سی اختیار کی جائے۔ اس باب میں شمع ہدایت کا کام مکتوبات ہی نے دیا۔"

پھر شیخ اکرام لکھتے ہیں:۔

"مکتوبات کی مقبولیت کی اگر بڑی وجہ ان کے مضامین کی خوبی، تنوع اور صاحب مکتوبات کی علمیت اور روحانی فضیلت ہے تو اس کے علاوہ حضرت مجددؒ کے طرز تحریر کو بھی ان کے اثر میں بڑا دخل ہے۔ ان مکتوبات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ مجددؒ بڑے بلند پایہ اہلِ قلم تھے، اور خط لکھتے وقت مکتوبات کی انشائی خوبیوں پر بھی پوری نظر رکھتے تھے۔ ان کے خطوط میں بیشتر علمی اور دینی مسائل ہیں۔ اور ان کے لئے وہی عالمانہ طرز تحریر اختیار کیا ہے

جس میں زیادہ سے زیادہ معانی تھوڑے سے تھوڑے الفاظ میں ادا ہو جائیں۔ وہ ارباب تصوف کی مروجہ اصطلاحیں کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ اور جو لوگ ان سے ناواقف ہیں، انھیں بعض مطالب سمجھنے میں دقت ہوتی ہے لیکن عام طور پر ثقیل الفاظ تھوڑے ہیں اور بالخصوص ان مکتوبات میں جو عقائد کی توضیح میں طالبوں کو لکھے گئے، زبان بڑی سلیس اور عام فہم ہے۔ مکتوبات امام ربانی کا ایک اہم جز معاصر امراء کے نام ہے جیسیں انھیں شریعت کو سنبھالنے اور اسلام کی مدد کرنے کی تلقین کی ہے۔ ان خطوط کا طرز تحریر علمی خطوط سے مختلف ہے۔ عالمانہ اصطلاحیں ان میں بہت کم ہیں۔ الفاظ پُر وقار مگر سریع الفہم ہیں، لیکن طرز تحریر میں ایک جوش ہے۔ خطیبانہ اور پُر تاثیر۔ یہ خطوط دل سے نکلے ہوئے جذبات کا آئینہ ہیں اس لئے دل پر اثر کرتے ہیں۔ آپ تشریح اور تاثیر کے لئے گاہے گاہے مکاتیب میں کوئی دلچسپ شعر یا مصرعہ بھی درج کرتے جس سے اندراج کی دلچسپی میں اضافہ ہو جاتا۔ اس کے علاوہ الفاظ کے انتخاب اور تقابل کا بھی خیال کرتے ہیں۔

ایک خط میں ملا حسن کشمیری کو لکھتے ہیں:-

"نوشتہ بودند کہ شیخ عبدالکبیر یمنی گفتہ است کہ حق سبحانہ وتعالیٰ عالم الغیب نیست۔ .... قائل ایں سخناں شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی، کلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ درکار است نہ کلام محی الدین عربی وصدرالدین قونوی وعبدالرزاق کاشی ——— مارا بہ نص کار است نہ بہ فص۔ مارا فتوحات مدنیہ (یعنی احادیث) از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است۔"

(رود کوثر صـ ۳۲۹ چوتھا ایڈیشن)

بعض مکتوبات پر شورش اور قید و بند کی آزمائش:- آپ کے بعض مکتوبات پر معاندین کی کج فہمیوں کی بنا پر شورشیں برپا ہوئیں اور یہ معاملہ دربار جہانگیری تک پہونچا۔ دربار جہانگیری میں آپ بے جھجک داخل ہوئے۔ سجدہ تعظیم اور غیر مشروع مروجہ آداب شاہی کو بجالانے

کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ آپ نے دربار شاہی میں معترضانہ سوالات کے بھی شافی جواب دیدیئے تھے، مگر جہانگیر نے آپ کے معتقدین اور مریدین کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خواہ مخواہ خطرہ محسوس کیا اور ۸ جمادی الاخری ۱۰۲۸ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۶۱۹ء کو قلعہ گوالیار میں محبوس کرا دیا۔

ڈاکٹر محمد اکرام نے اس موقع پر جو کچھ لکھا ہے اس کو بطور اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے:۔

"جہانگیر نے حاکم سرہند کی معرفت حضرت مجددؒ کو بلا بھیجا۔ جہانگیر نے اس واقعہ کی نسبت توزک جہانگیری میں کسی قدر تفصیل سے اظہار خیالات کیا ہے۔ بدقسمتی سے اسے اس قدر برہم کیا گیا تھا کہ اس نے اپنی رائے بڑی بے ادبی سے ظاہر کی ہے۔ حضرت مجددؒ کی نسبت اس نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں وہ حضرت کے تمام معتقدوں بلکہ تاریخ کے غیر جانبدار ناظرین کو بھی معیوب معلوم ہوں گے۔ لیکن چونکہ جہانگیر کے بیان کی تاریخی اہمیت بہت ہے اسلئے ہم اس کے وہ الفاظ حذف کر کے جو خاص طور پر قابل اعتراض ہیں ذیل میں اس کا بیان درج کرتے ہیں۔ جہانگیر چہاردہم سال جلوس کے ضمن میں لکھتا ہے:۔

"دریں ایام بعرض رسید کہ شیخ احمد ..... کتابے فراہم آوردہ مکتوبات نام کردہ .... ازاں جملہ در مکتوبے نوشتہ کہ در اثنائے سلوک گذارم بمقام ذی النورین رضہ افتاد۔ مقامے دیدم بغایت عالی وخوش بصفا۔ ازانجا درگذشتم بمقام فاروق رضہ پیوستم واز مقام فاروق رضہ بمقام صدیق رضہ عبور کردم وہر کدام را تعریفے درخور آں نوشتہ واز آنجا بمقام محبوبیت واصل شدہ، بمقامے مشاہدہ افتاد بغایت منور و ملون خود را بانواع انوار والوان منعکس یافتم۔ یعنی استغفر اللہ از مقام خلفاء در گذشتہ بعالی مرتبت رجوع نمودم .... بنا بریں حکم فرمودم کہ بدرگاہ عدالت آئین حاضر سازند۔ حسب الحکم بملازمت پیوست واز ہر چہ پرسیدم جواب معقول نتوانست داد .... صلاح حال او منحصر دریں دیدم کہ روزے چند در زندان ادب محبوس باشد تا شوریدگی مزاج قدرے تسکین پذیرد و شورش عوام نیز فرو نشیند۔"

رود کوثر صـ ۲۱۶

شیخ بدرالدین نے حضرات القدس میں اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے۔ تلخیص کے ساتھ اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"جہانگیر نے آپ سے دریافت کیا کہ سنا گیا ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ میرا مرتبہ صدیق اکبرؓ سے زیادہ بلند ہے۔ آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے ایک مثال بیان کی کہ آپ مثلاً کسی ایک ادنیٰ شخص کو اپنے قریب بلائیں اور اس سے ازراہِ نوازش کچھ راز کی باتیں کریں تو لامحالہ پنج ہزاری منصب داروں اور امیروں کی نشست گاہوں کو طے کر کے آپ تک پہونچے گا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس ادنیٰ شخص کا مرتبہ پنج ہزاری امرأ سے بڑھ جائے گا۔ اس بات کو سن کر بادشاہ کا غصہ ختم ہو گیا۔ اس اثنا میں ایک شخص نے جو ناخداشناس تھا، بادشاہ کو بھڑکانے کے لئے کہا کہ اس شخص کا حال دیکھئے کہ آپ ظل اللہ اور خلیفۃ اللہ ہیں اس کے باوجود آپ کو سجدہ تعظیمی نہیں کیا بلکہ معمولی تواضع سے بھی پیش نہیں آیا۔ بادشاہ اس کلام کو سن کر پھر غصہ ہوا اور حضرت کو قلعۂ گوالیار میں قید کرنے کا حکم دے دیا۔ اس واقعہ سے پہلے شہزادہ خرم یعنی شاہجہاں نے جو آپ سے محبت و عقیدت رکھتا تھا، افضل خاں اور خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کو بھیج کر ایک کمزور مسئلہ کی رو سے سجدۂ تعظیمی کے لئے رضامند کرنا چاہا تاکہ آپ کو کوئی گزند نہ پہونچے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ضعیف حکم رخصت رکھتا ہے۔ اور عزیمت یہ ہے کہ خدا کے سوا غیر حق کو کبھی ہرگز سجدہ نہ کیا جائے۔"

چنانچہ حضرت مجدد کو قلعہ گوالیار میں محبوس کر دیا گیا۔ پھر ایک وقت آیا کہ جہانگیر اپنے اس رویے پر نادم ہوا اور قید و بند سے آزاد کیا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ چاہیں تو ہمارے لشکر میں رہیں اور چاہیں تو سرہند تشریف لے جائیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر چاہتا تھا کہ حضرت ابھی اسکی نگرانی میں رہیں اور باعزت نظر بندی باقی رہے۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے آپ کو اپنے مکان جانے کا موقع ملا۔ قلعہ گوالیار کے اندر آپ نے بہت سے غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ جیسا کہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنے ایک مکتوب میں "انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" (مذہب و اخلاقیات کی دائرۃ المعارف) کے حوالے سے لکھا ہے جو "الفرقان مجدد الف ثانی نمبر" میں شائع ہو چکا ہے۔

الفاظ یہ ہیں:۔

"ہندوستان میں سترہویں صدی میں ایک عالم جن کا نام شیخ احمد مجدد تھا جو نا حق قید کر دیئے گئے تھے ان کے متعلق روایت ہے کہ انھوں نے اپنے قید خانے کے ساتھیوں میں سے کئی سو بت پرستوں کو مسلمان بنا لیا۔" (مجلد ۸۔ صفحہ ۴۸)

لشکر شاہی میں رہ کر بھی حضرت مجددؒ نے اپنے گہرے دینی اثرات بادشاہ اور امراء پر ڈالے۔ بعض مکاتیب سے لشکر شاہی میں آپ کی تبلیغی مساعی اور روحانی کوائف کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کے اعتراضات اور ان کا رجوع

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ[۱] حضرت مجددؒ کے معاصرین میں ایک بلند پایہ عالم تھے۔ وہ صاحب تصانیف کثیرہ بھی تھے، چشتی اور قادری سلسلوں سے فیض یاب ہونیکے بعد حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے بھی شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ اس لحاظ سے وہ حضرت مجددؒ کے پیر بھائی تھے۔ انھوں نے یا تو اہل علم حاسدین کی غیر محسوس تحریک پر یا بہ مقتضائے بشریت حضرت مجددؒ کے کلام کے اندر اچھی طرح غور و فکر نہ کرنے کی بنا پر ایک رسالہ تحریر کیا، جسمیں حضرت مجددؒ پر بہت اعتراضات علمی اور فقہی انداز میں کئے گئے ہیں۔ اس کا جواب حضرت مجددؒ نے خود ایک مکتوب میں دیا ہے اور ان کے بعد حضرت کے صاحبزادوں اور حضرت کے پوتوں یعنی شیخ عبد الاحد و شیخ محمد فرخ[۱]، نیز شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

---

[۱] مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی اپنے مکتوب (۲۷ جولائی ۱۹۷۵ء) میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ نے محمد فرخ کے متعلق دریافت کیا ہے۔ یہ نام حضرت مجددؒ کے صاحبزادہ کا تھا جو کم خوردسالی میں حضرت مجددؒ کی حیات میں رحلت کر چکے تھے۔ اور وہ حضرت فرخ جنھوں نے مطاعن کا جواب لکھا ہے اُن کا اسم گرامی بھی محمد فرخ ہے لیکن شہرت فرخ شاہ کے نام سے ہے۔ آپ حضرت محمد سعید بن حضرت مجددؒ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ ۱۰۳۸ھ میں ولادت اور ۱۱۲۲ھ میں وفات ہوئی۔ پایۂ علمیت نہایت بلند تھا۔۔۔۔۔۔ صاحب تصنیفات کثیرہ تھے۔ رسالہ کشف الغطاء عن اذہان الاغبیاء میں رد اعتراضات بر کلام حضرت مجددؒ کیا ہے۔۔۔۔۔۔ اور شواہد تجدید

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

نے اپنے اپنے زمانے میں خوب خوب جواب دیئے ہیں۔ حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ نے بھی ایک مستقل رسالہ اسکے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ جو بہت ہی جامع اور مدلل ہے۔ انھوں نے شیخ محدثؒ کے اعتراضات کا ذکر کر کے ان کے جوابات دیئے ہیں اور یہ بات اپنے ملفوظات اور مکتوبات میں بار بار دہرائی ہے اور حوالہ کے ساتھ دہرائی ہے کہ حضرت شیخ محدث نے اپنے اعتراضات سے رجوع کر لیا تھا۔

[حضرت شیخ مجددؒ سے حضرت شیخ محدث کے تعلقات صحیح ہونے اور اپنے اعتراضات سے رجوع کر لینے کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ حضرت شیخ محدث کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ نور الحق مشرقی دہلوی کو جو اپنے والد سے بیعت تھے حضرت مجددؒ سے محبت پیدا ہوئی اور وہ آپ کی خدمت میں پہنچے۔ ان کا حضرت مجددؒ کی خدمت میں پہونچنا اس وقت ہوا جبکہ حضرت مجددؒ قلعہ گوالیار سے رہا ہو کر جہانگیر کی معیت میں رہتے تھے]

میں نے حضرت شیخ محدث کا وہ رسالہ اور اس کے متعدد جوابات دیکھے ہیں۔ یہ اعتراضات و جوابات کتب خانہ دار العلوم دیوبند میں غیر مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔ "حیات شیخ عبد الحق" مؤلفہ خلیق احمد نظامی سلمہٗ کے صفحات میں یہ رسالہ شائع ہو چکا ہے۔ اس رسالہ کو جس قلمی کتاب سے نقل کیا گیا ہے اس میں بہت کچھ اغلاط تھیں۔ میں نے کتب خانہ دار العلوم دیوبند

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بھی اُن کی ہے۔ شیخ عبد الحق کے اعتراضات کا رد کافی افراد نے کیا ہے۔ حضرت شاہ غلام علیؒ نے حضرت محمد یحییٰ فرزند اصغر حضرت مجددؒ کے متعلق لکھا ہے "ایشاں رسالہ مفیدہ در دفع انکار منکراں نوشتہ اند"۔ ...... حضرت شاہ عبد العزیزؒ کا مختصر رسالہ ہے۔ فتاویٰ عزیزی کے آخر میں در مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۲ھ کو چھپا ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ نے رسالہ احقاق در ردّ اعتراضات شیخ عبد الحق لکھا ہے۔ مؤلف کے ہاتھ کا تحریر کردہ رسالہ عاجز کے پاس ہے حضرت شاہ غلام علی نے (بھی) رسالہ لکھا ہے (اس کا) نام نہیں رکھا ہے۔ عاجز کے پاس (اس کا) قلمی نسخہ موجود ہے۔ جو غدر سے پہلے لکھا گیا ہے ...... ہدیۂ مجددیہ از مولوی وکیل احمد سکندرپوری، نفیس کتاب ہے (حضرت مولانا) مولوی عبد الحق (محدث دہلوی) کے اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب ہے ۱۲۸۹ھ میں مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوئی ہے ...... شواہد التجدید کو رسالہ سیر الکاملین میں حضرت فرخ شاہ کی تالیف بتایا ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تالیف جو اس نام کی ہو عاجز کو معلوم نہیں"۔

میں مطبوعہ اور قلمی نسخوں سے اس کا مقابلہ کیا تو ہر ہر صفحہ پر بے شمار غلطیاں ملیں کہیں کہیں سے عبارتیں بھی چھوٹ گئی ہیں جس کی وجہ سے مفہوم میں فرق آگیا ہے۔ بعض دوسرے کتب خانوں میں بھی یہ رسالہ موجود ہے۔

مراۃ الحقائق سوانح عمری حضرت شیخ محدث دہلویؒ میں حضرت شیخ محدث کی تصانیف میں ایک رسالہ کا نام "جواب بعض کلمات حضرت مجدد الف ثانیؒ" لکھا ہے۔ وہ رسالہ جو حیات شیخ عبدالحق میں شائع ہوا حضرت شیخ محدثؒ ہی کے قلم کا ہے۔ کسی دوسرے کا قلم اسمیں شامل نہیں ہے، جسکی بنا پر اس کو غیر معتبر اور الحاقی قرار دیا جائے۔ یہ بات دوسری ہے کہ اس میں اغلاط بے پناہ ہیں۔ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے دوسرے ایڈیشن میں تصحیح کے ساتھ وہ رسالہ شائع ہو جائے اور اس کے ساتھ کم از کم حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے جوابات بھی شائع ہو جائیں تو بہت اچھا ہو۔ ورنہ میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ رسالہ حیات شیخ عبدالحق کے دوسرے ایڈیشن سے نکال دیا جائے بغیر جواب کے تنہا اس رسالہ کا شائع ہونا مناسب نہیں ہے۔

صحیح یہ ہے کہ حضرت شیخ محدث دہلویؒ نے اپنے اعتراضات سے رجوع کر لیا تھا۔ اخبار الاخیار کے آخر میں حضرت شیخ کا وہ مکتوب درج ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اس موقع پر میں حضرت شاہ غلام علیؒ کے چند جوابات کا ترجمہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں تحریر فرماتے ہیں:-

> "حضرت مجددؒ پر جو انھوں نے اعتراضات کئے ہیں اس کے جوابات خود حضرت مجددؒ نے دیئے ہیں، اور اُن کے مخلص فرزندوں نے بھی ان کے جوابات دیئے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے شاہ یحییٰ نے اور پوتے شیخ عبدالاحد نے اور مرزا محمد بیگ بدخشی نے کہ معظم میں اور حضرت شاہ ولی اللہ و حضرت قاضی ثناء اللہ اور اُن کے دوسرے متوسلین نے ان اعتراضات کا رد کیا ہے۔ جو شخص کہ صوفیائے کرام کے طریقہ پر عبارت کی تاویل کرنا جانتا ہے اس کے نزدیک اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور حضرت شیخ الحدیث محدث دہلویؒ نے اعتراضات کر کے غلط قسم کے لوگوں کو دلیر کیا ہے۔ انھوں نے علمائے ظاہر کے طریقہ پر اعتراضات کئے ہیں اور حضرت مجددؒ کا کلام علمائے باطن کے طریقہ پر ہے۔ ظاہر کا مقام اور ہے

باطن کا اور ــــ اس بات کو پیش نظر رکھا جائے تو اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ حضرت شیخ عبدالحق نے اکابر قادریہ و چشتیہ سے استفادہ کے بعد حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ سے استفادہ کیا ہے اور ان کی برکتِ صحبت سے "نسبتِ نقشبندیہ" کا "حضور" حاصل کیا ہے۔ انھوں نے یہ بات اپنے ایک رسالہ میں بیان کی ہے جو انہی مشائخ سلاسل کے بارے میں لکھی ہے، آپ نے رسالہ "موصل المرید الی المراد" میں طریق نقشبندیہ کی تعریف کی ہے اور اس رسالہ میں جو حضرت مجددؒ کے ردّ میں لکھا گیا ہے تحریر فرماتے ہیں "مجھکو جو محبت آپ (حضرت مجددؒ) سے ہے وہ محبت کسی کو آپ سے نہ ہوگی۔ آپ بھی عزیز ہیں اور آپ کا طریقہ بھی عزیز ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ آپ کی بہت تعریف کرتے تھے"۔

حضرت شیخ محدث دہلویؒ نے اپنے ایک مکتوب میں جو مرزا حسام الدین احمد دہلوی خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے نام ہے تحریر فرمایا ہے: "وہ غبار جو فقیر کے دل پر حضرت شیخ احمد کی طرف سے تھا دور ہو گیا۔ اور غشاوہ بشریت درمیان میں حائل نہیں رہا۔ ذوق و وجدان سے یہ بات دل میں پڑی کہ ایسے درویش سے بدظن نہیں ہونا چاہیے"۔

اگر شیخ محدث دہلویؒ مطالعہ مکتوبات بغور کرتے اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال کے بعد حضرت مجددؒ سے ملاقات کرتے رہتے تو ہرگز اُن کے کلام پر اعتراض نہ کرتے۔ جو کچھ بھی لوگوں کی زبان سے سُنا اُس کے ردّ میں بغیر ثبوت مشغول ہو گئے۔ الفاظ رجوع میں "غشاوہ بشریت درمیان نماند" سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتراضات بشریت کی بنا پر تھے حقیقت کی رُو سے نہیں تھے۔ سُبحان اللہ! یہ حال علماء اور اولیاء کا ہے کہ وہ بمقتضائے بشریت کبھی کبھی بے جا اعتراض کر گزرتے ہیں۔ جہال، حُساد، معاندین اور نافہموں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ حُسنِ عقیدہ موافق اہل سُنّت و جماعت اور فقہ پر عمل اور اخلاق صوفیہ سے متصف ہونا۔ نسبت باطن، کمال استقامت جن سے حضرت مجددؒ موصوف تھے اور جو اُن کی سچائی پر ایک واضح ثبوت ہیں ــــ ان کو سامنے رکھ کر آپ کے مقامات،

حالات، علوم ومعارف کی صحت پر علماء اور عقلاء نے شہادت دی ہے ——
آپ کے بعض علوم بظاہر سمجھ میں نہیں آتے ہیں۔ اُن کا مطلب تاویل سے
ٹھیک ہو جاتا ہے۔ صوفیاء کے طریقۂ مستقیم میں تاویل کا رواج ہے۔"

"شیخ محدثؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت مجددؒ نے اپنے پیر و مرشد خواجہ
باقی باللہؒ کی شان میں بے ادبی کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات ہرگز ثابت نہیں
ہو سکتی کہ انھوں نے اپنے پیر کی شان میں گستاخی کی ہے۔ حضرت مجددؒ نے اپنے بعض
مکتوبات میں لکھا ہے کہ جو کچھ مجھے علم معرفت میں حاصل ہوا... وہ حضرت خواجہ
قدس سرہٗ کی تربیت کی برکت سے ہے۔ علم باطن میں الف با سے لیکر مولویت
(تکمیل کے) کے درجہ تک محض اُن کی توجہات سے پہونچا ہوں۔ اُن کی ایک توجہ
اور عنایت سے میں نے وہ فیض پایا ہے جو اہل مجاہدہ کو برسوں میں بھی حاصل
نہیں ہوتا۔ اور اپنے دونوں پیرزادوں (خواجہ کلاں و خواجہ خورد) کو جنھوں نے آپ سے
بیعت ہو کر فیوض حاصل کیے تھے تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ کے والد ماجد کے احسانات کے بدلے میں اگر اپنے سر کو آپ کی
چوکھٹ پر مٹی کی برابر کردوں تو بھی احسان کا بدلہ ادا نہ ہو سکے گا۔ علوم و معارف سے
جو کچھ بھی اس حقیر کو حاصل ہوا ہے وہ امامنا و مرشدنا و ہادینا حضرت خواجہ محمد
باقی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوا ہے۔"

شیخ محدث نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ حضرت مجددؒ نے یہ فرمایا ہے کہ
"فیض وہبی میں کوئی واسطہ نہیں ہے"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت فیضِ
کسبی میں واسطہ کو دخل ہے نہ کہ فیضِ وہبی میں۔ اگر ایسا منصب دار جو وزیر
کے واسطے سے اپنی عرضیوں کو بادشاہ تک پہونچاتا تھا (وہ کبھی کبھی) براہ راست
بادشاہ کو اپنے معروضات پہونچا دے، تو یہ وزیر کے جاہ و تقرب کا کمال
ہے کہ اس کا خادم (ماتحت) اس بلند مرتبہ کو پہونچ گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ
اور خود شیخ محدث نیز دیگر علمائے صوفیاء اس رفع توسط کے قائل ہیں۔ حضرت

شیخ محدثؒ نے حضرت مجددؒ کے بیان سے ہمسری اور مساوات سمجھ لی اور اس پر اعتراض کر دیا۔ حالانکہ حضرت مجددؒ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم سے ہمسری کفر ہے اس لئے آنحضرت صلعم سے ہمسری کی تہمت حضرت مجدد پر لگانا دُور از انصاف ہے۔ حضرت عائشہ رضہ پر جو تہمت دھری گئی تھی اس کی برآت میں جب آیۃ نازل ہوئی تو اس وقت اپنی والدہ سے فرمایا کہ "میں اس پر اللہ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ کسی اور کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توسط اتباع عقائد، اعمال و اخلاق حسنہ اور معاملات نیک میں ہمیشہ ثابت ہے۔ ان چیزوں میں بزرگوں کے کلام کے اندر رفع توسط کا پایا جانا غلبۂ احوال کی بنا پر ہے۔ اس لئے کہ حضور صلعم کی ذاتِ پاک کا درمیان میں ہونا آخر میں مشہود نہیں ہوتا۔ ایسا نہیں کہ حقیقت میں واسطہ نہ ہوں۔ عینک نگاہ کی صفائی اور حروف کو روشن کرنے کے لئے ہے۔ لیکن حروف میں توجہ کرتے وقت عینک ملحوظ نہیں رہتی۔ علم و عمل، اخلاص و محبت اور قرب یہ سب حضور صلعم کے واسطے سے ہیں۔"

"شیخ محدث نے اعتراض کیا ہے کہ آپ نے اپنے کو آنحضرت صلعم کا "شریک دولت" قرار دیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ خود حضرت مجدد نے اپنے ایک مکتوب میں نفی مساوات کی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ میں شریکِ دولت تو ہوں لیکن ایسی شرکت نہیں ہے۔ جس سے برابری ثابت ہو۔ اسلئے کہ آنحضرت صلعم سے ہمسری کا دعویٰ کفر ہے۔ بلکہ خادم و مخدوم میں جو شرکت نسبت ہوتی ہے اسی قسم کی شرکت ہے۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ توحید، ایمان اور انوار کی دولت ہیں۔

——— جس کے خازن و قاسم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ———

جو شخص آنحضرتؐ کا شریک نہیں ہے وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ اس میں شریک ہونا اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ امر ہے، لیکن نبوت جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے، کوئی مسلمان اس میں شرکت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اور اس کو

سوچ سکتا ہے۔"

"شیخ محدّث نے یہ جو کہا ہے کہ حضرت مجدّد نے خود کو حضرت امیر المومنین صدیق اکبرؓ سے افضل لکھا ہے ۔۔ معاذاللہ! یہ افترا پردازوں کا افترار ہے۔ حضرت مجددؒ ادنیٰ صحابی کو بھی اولیاء اللہ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے شرف صحبت کی وجہ سے جو صحابہ کرام کو حاصل تھا، اویس قرنیؓ اور عمر ابن عبد العزیزؒ جیسے جلیل المرتبت تابعی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتے۔" ________ (مکاتیب حضرت شاہ غلام علیؒ)

برزنجی کا فتنہ:- مولانا حکیم وکیل احمد صاحب سکندرپوری نے الکلام المنجی برزنجی کے ردّ میں لکھی ہے۔ اِس میں فتنۂ برزنجی اور اس کے انجام کی جو رُوداد لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:-

حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے بعض فارسی مکتوبات کا عربی ترجمہ تحریف وحذف وزیادۃ کے ساتھ اپنے فاسد مقاصد کے لئے محمد صالح اورنگ آبادی یا گجراتی نے اور اُن کے موافقین محمد عارف اور عبد اللہ سورتی نے کیا۔ ترجمہ کر کے انھوں نے سید محمد برزنجی ساکن مدینہ منوّرہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان کے فاسد خیالات کے مطابق جواب لکھ دیں۔ سید محمد برزنجی نے ان عربی میں ترجمہ شدہ مکتوبات کی روشنی میں شیخ احمد سرہندیؒ کی تردید پر مشتمل ایک رسالہ لکھ دیا۔ اور مدینہ منوّرہ کے علماء سے اس کی تصدیق وتصویب کرانی چاہی مگر سب نے ان کی بات نامنظور کردی۔ اس کے بعد وہ مکّۂ مکرّمہ اسی مقصد کے لئے آئے۔ وہاں کے علماء نے برزنجی کے رسالہ کو دیکھنے کے بعد برزنجی سے شدید نفرت کا اظہار کیا اور ان کو اس رسالہ کے لکھنے پر بہت بُرا بھلا کہا۔ برزنجی کے ایرادات کا جواب دینے کے لئے شیخ نورالدین محمد بیگ نے تیاری کی اور بہت عُمدہ جوابات دیئے ۔۔ ان جوابات کی تصحیح کرنے والے علماء کے نام یہ ہیں:-

(۱) عبد اللہ آفندی (۲) شیخ احمد شہشی (۳) سید اسعد مفتی مدنی حنفی (۴) امام علی الطبری مفتی شافعی (۵) عبد الرحمٰن بن محمد صالح امام مالکی (۶) محمد بن القاضی حنفی (۷) شیخ حسن حنفی۔

(۸) مرشد الدین ابن احمد المرشدی (۹) شیخ المسلم سید محمد آفندی۔

تصویب و توثیق کے سلسلے میں سید محمد آفندی کی تحریر بہت کافی ہے جس میں موصوف نے تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ کس طرح شیخ صالح اور محمد عارف و عبداللہ سورتی نے مکتوبات کا عربی ترجمہ تحریف کے ساتھ کیا۔ اور برزنجی نے اُن کی خواہش کے مطابق تردید میں رسالہ لکھا اور اس کی توثیق مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے علماء و قضاۃ سے کرانی چاہی مگر اُن کو اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ مکہ مکرمہ کے ایک دو غیر معتبر علماء نے اُن کی توثیق کر دی تھی۔ مگر جب شیخ محمد بیگ[1] نے (جو عربی و فارسی زبانیں دونوں بخوبی جانتے تھے) شیخ کے تمام مکتوبات منگوا کر مقابلہ کیا اور بہت سی خذف و زیادۃ پائی جو تعریب کرنے والوں نے کی تھی، اور ایک بہترین رسالہ جواب میں لکھا تو وہ بھی اپنی توثیق پر نادم ہوئے ——— اور شیخ عبداللہ آفندی عنا قی زادہ مفتی حنفی مکہ مکرمہ نے بھی اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور طریقہ نقشبندیہ کے مخالفین میں بعض نے شیخ کے مکتوبات فارسیہ کا عربی ترجمہ کر کے استفتاء کی شکل بنائی اور مجھے اس پر لکھنے کا بہت اصرار کیا مگر میں نے ان کو ایک حدیث شریف سے جواب دیا کہ "من حُسنِ اسلامِ المرءِ ترکُہٗ ما لا یعنیہ" ——— (ترجمہ" یعنی انسان کے اسلام کے حسن سے یہ بات ہے کہ وہ لا یعنی کو ترک کر دے" ——— میرے علاوہ حنفی اور شافعی علماء و انقیاء کی جماعت سے بھی اس پر لکھوانا چاہا، مگر سب نے اُن کو ٹھیک ٹھیک جواب دے دیا جو ان کی مرضی کے خلاف تھا۔ البتہ ایک فاضل (برزنجی) نے ظاہری الفاظ کے مطابق جواب

---

[1] مولانا زید ابو الحسن فاروقی مجددی اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "۱۰۹۳ھ میں بعض مخالفوں نے مکہ مکرمہ میں حضرت مجدد کے خلاف کچھ شور اُٹھایا اور کچھ تحریریں لکھیں۔ ان کے رد میں شیخ محمد بیگ نے کتاب "عطیۃ الوہاب الفاصلۃ بین الخطاء والصواب" لکھی۔ یہ کتاب مکتوبات معربہ کے دفتر سوم کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔ نہایت اچھی کتاب ہے۔ اس کتاب پر آٹھ علمائے کبار نے مضامین لکھے ہیں۔ بعض افراد کا مضمون مختصر رسالہ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اور یہ سب مضامین معرب مکتوبات کے دفتر اول کے حاشیہ پر ہیں۔"

لکھ دیا، حالانکہ تاویل ممکن تھی۔ ان کی موافقت ایک ایسی جماعت نے کی جن کا کوئی علمی مقام نہیں سمجھا جاتا۔ اور بعض افاضل (شیخ نورالدین محمد بیگ) نے تعریب کرنے والے اور جن کو فاضل سمجھا جاتا ہے (برزنجی) ان کی تردید میں ایک رسالہ لکھا۔ شیخ نورالدین محمد بیگ نے شیخ احمد سرہندیؒ کا فارسی کلام نقل کر کے اس کا صحیح عربی ترجمہ کیا۔ اور ان کی اصطلاحات کا صحیح مطلب بڑی عمدہ تفصیل سے بیان کیا جس پر بڑے بڑے علماء نے تقریظیں لکھی ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ مکتوبات کو عربی میں منتقل کرنے کی ضرورت نہیں اسی زبان میں رہنے دینا چاہیے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک مسلمان کو کافر قرار دینے کے لیے فارسی سے عربی میں ترجمہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کسی مسلمان کی تکفیر بہت بڑا گناہ ہے۔

سنہ ۱۱۱۱ھ میں شیخ عبدالغنی نابلسی دمشقی نے رسالہ نتیجۃ العلوم ونصیحۃ علماء الرسوم میں شیخ احمد سرہندیؒ کے کلمات طیبات کی شرح کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور بڑی تحقیق سے کام لیا۔ طریق نقشبندیہ پر جو اشکالات وارد ہوتے تھے ان سب کا ازالہ فرما دیا۔

کئی علماء عاملین اور ارباب طریقت وحقیقت شیخ کے زمانے میں اور ان کے بعد بھی شیخ کے کمال اور جلالت شان کا اعتراف کرتے رہے ہیں اور ان کی بات کو قبول کر کے لوگوں کو ان کے طریقہ پر چلنے کی ترغیب دیتے رہے ہیں۔ یہ چیزیں شیخ کے کامل ہونے اور مرشد ہونے کی واضح دلیل ہیں۔

حضرت مجددؒ کے مؤیدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ منجملہ ان کے ایک علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ہیں۔ موصوف نے شیخ کو ایک خط لکھا ہے جس میں تعظیم و تکریم کے دوسرے الفاظ کے علاوہ خاص بات یہ ہے کہ شیخ کو "مجدد الف ثانی" اور "قطب ربانی" کے خطابات سے مخاطب فرمایا ہے۔

اطہر عباس شیعی کی کتاب اور گستاخیاں

آگرہ یونی ورسٹی سے انگریزی زبان میں ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے "مسلم ریوائیولسٹ موومنٹس ان ناردرن انڈیا ان دی سکس ٹینتھ اینڈ سیون ٹینتھ سنچریز" (شمالی ہندوستان میں سولھویں اور سترھویں صدی میں مسلم احیائی تحریکیں) جس کے مصنف اطہر عباس رضوی ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی ریڈر و صدر شعبہ تاریخ جموں وکشمیر یونی ورسٹی ہیں۔ اُن کی یہ کتاب ۱۹۶۵ء میں لکھنؤ میں چھپی ہے۔ یہ کتاب ۴۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتابیات کی فہرست ۵۲ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے فہرست اسماء ۱۶ صفحات پر ہے، ۹ صفحے کا پروفیسر حبیب کا مقدمہ ہے۔ ۴ صفحے کا پیش لفظ ہے۔[1] اصل کتاب ۴۲۹ صفحات کی ہے جس کے ۱۰ باب ہیں۔ اصل میں تو یہ پوری کتاب حضرت مجددؒ کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لیے لکھی گئی ہے، مگر باب ششم، ہفتم اور نہم خاص طور پر حضرت مجددؒ اور ان کے عقیدت مندوں کی تنقیص کے مقصد سے لکھے گئے ہیں۔ ایک یہودی طالب علم وائی۔ فریڈ مان نے حضرت مجدد پر ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے جو کتابی شکل میں بہ زبان انگریزی میکگل یونی ورسٹی پریس مانٹریال سے ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کا نام "شیخ احمد سرہندی اور آئندہ نسلوں کے بارے میں اُن کا نظریہ" ہے۔ اس کتاب میں اطہر عباس کے نظریات پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اور باوجود غیر مسلم ہونے کے فریڈ مان نے ادب و احترام اور تہذیب و شائستگی کے پہلو کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے اور حضرت مجددؒ کی شان میں کوئی بھی ایسی گستاخی نہیں کی جس کے نمونے اطہر عباس کی کتاب میں جا بجا ملتے ہیں۔

پروفیسر حبیب نے اطہر عباس کی اس کتاب کا مقدمہ لکھ کر کتاب اور مصنف کتاب کی اہمیت بڑھانے کی کوشش کی ہے مگر اس کا کیا علاج کہ خود پروفیسر حبیب بہ آں شہرت و رفعت اپنی منزل سے نیچے اُتر آئے ہیں۔ اُنھوں نے اطہر عباس کو تقویت دینے کے لیے اس طرح کی باتیں

---

[1] یہ تیرہ صفحات ۴۹۸ صفحات کے علاوہ ہیں۔

تحریر فرمادی ہیں جو ہرگز اُن کے لیے زیبا نہیں تھیں اور جن کی وجہ سے اُن کی تحقیق و تدقیق کے دامن پر ایک بدنما دھبہ لگ گیا ہے۔ درحقیقت اطہر عباس کو پروفیسر حبیب ہی کی وجہ سے اتنی ہمت ہوئی کہ وہ چھوٹا منھ بڑی بات کے مصداق بن کر اپنی حیثیت پر نظر نہ کرتے ہوئے ایک ایسے موضوع کو اختیار کرنے چلے جو ہرگز اُن کے لیے مناسب نہ تھا اور جس کو وہ نبھا سکنے کے اہل نہ تھے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ انھوں نے سب سے پہلا کام تو یہ کیا کہ اپنی علمیت کی دھونس جمانے کے لیے کتب خانوں کی فہرستوں کو دیکھ کر تاریخ و تصوّف کی کتب کے انبار اپنی فہرست میں لگا دیے۔ انھوں نے ان تمام کتابوں میں سے شاید چند کتابیں ہی پڑھی ہوں گی۔ اور بعض کتابیں تو وہ ہیں جن کا اسلامی احیاء اور تجدید سے دُور کا بھی علاقہ نہیں ہے۔ محترم المقام سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن نے مارچ ۱۹۶۶ء اور اکتوبر، نومبر دسمبر ۱۹۶۶ء کے معارف کے شماروں میں اس کتاب پر سیر حاصل اور دنداں شکن تبصرہ کیا ہے۔ جناب شبیر احمد خاں صاحب غوری نے بھی مئی ۱۹۶۶ء کے "معارف" میں اس کتاب کا جائزہ لیا ہے وہ بھی قابلِ مطالعہ ہے۔

اطہر عباس نے جس مقصد اور جذبے کے ماتحت یہ کتاب لکھی ہے وہ کتاب کے مندرجات سے ظاہر ہے۔ انھوں نے جس تعصب کا رونا رویا ہے اس تعصب کو اتنا زمانہ گزرنے کے بعد اس نازک دَور میں اور زیادہ ہوا دینے کی خود انھوں نے کوشش کی ہے۔ انھوں نے اپنی شخصیت کی تعمیر و تشہیر موجودہ دَور میں اس بات کے اندر مضمر سمجھی کہ کسی بڑی مذہبی شخصیت کو اپنے اوچھے ہتھیاروں کا نشانہ بنائیں۔ حضرت مجددؒ اور ان کے جانشینوں، خلفاء اور پیروؤں پر اس قسم کی ناقص اور پُر از گستاخی تحریروں کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ خود مصنّف کی ذہنیت بے نقاب ہو کر سامنے آگئی اور اُن کے غلط خیالات کی بھیانک تصویر دُنیا نے دیکھ لی۔ یہ کتاب ہرگز اس قابل نہیں تھی کہ اس پر ڈی لٹ کی ڈگری عطا کی جائے۔ مگر دَورِ حاضر کے بعض بڑوں کی مہربانی سے یہ عزت ان کو مرحمت فرمائی گئی۔ اس کتاب پر نہ صرف حضرت مجددؒ کے متوسلین کو بلکہ تمام مسلمانوں کو اور منصف مزاج انسانوں کو گہرا افسوس ہے اور ہونا چاہیے۔

ویسے تو حضرت مجدد کی باکمال شخصیت متنبی کے اس شعر کا پُورا پُورا مصداق ہے۔

وَاِذَا اَتَتْكَ مَذَمَّتِي مِنْ نَاقِصٍ   فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِي بِاَنِّي كَامِلٗ

(ترجمہ) جب کسی بے کمال اور بے ہنرے کی طرف سے میری مذمت تیرے پاس آئے تو یہ اس بات کی مستقل دلیل ہے کہ میں باکمال ہوں۔

تاہم اس کی ضرورت ہے کہ اطہر عباس کی اس کتاب پر مستقل تفصیلی تنقید کی جائے اور تحقیقی دنیا پر یہ بات واضح کر دی جائے کہ حضرت مجدد کی شخصیت پر جارحانہ حملے کرنے والے کا علمی اور اخلاقی حیثیت سے کیا مقام ہے۔ اس وقت تو میں اس سلسلہ میں سید صباح الدین عبد الرحمٰن (مدیر معارف اعظم گڑھ) کے تبصرہ کے کچھ اقتباسات یہاں نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں ــــــ وہ لکھتے ہیں:۔

"مصنف (اطہر عباس) نے اپنی کتاب میں عربی آخذوں کی بھی فہرست دی ہے۔ ان کا اندازِ تحقیق بتاتا ہے کہ وہ عربی مطلق نہیں جانتے کیوں کہ جن بزرگانِ دین کے حالات عربی ماخذوں سے معلوم کیے جا سکتے تھے، اُن کے حالات انگریزی کتابوں کے ذریعہ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً وہ حسن بصریؒ اور ابراہیم ابن ادھمؒ کو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے ذریعہ سمجھے ہیں اور رابعۃ العدویہؒ کی عظمت کا اندازہ مارگریٹ اسمتھ کی ایک انگریزی کتاب کے سہارے کیا ہے (ص ۲) شیخ شہاب الدینؒ کی عوارف المعارف کا مطالعہ ایچ۔ ڈبلیو۔ کلارک کی عینک سے کیا ہے (ص۲۲) مقدمہ ابن خلدون کو روزن تھال سے سمجھا ہے (ص۲، ۸، ۱۲، ۶۹) سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مصنف نے وحدۃ الوجود پر جو کچھ لکھا ہے، وہ گویا ان کی نظر میں حرف آخر ہے، لیکن ابن العربی کو سمجھنے کے لیے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام اور عفیفی کی ایک انگریزی کتاب سے مدد لی ہے (ص ۳۲-۳۵)، ابن تیمیہ کو محمد یوسف کوکن عمری کی اردو کتاب "امام ابن تیمیہ" کے ذریعہ سمجھے ہیں (ص ۳۶) سفر نامہ ابن بطوطہ کا مطالعہ کرنے میں ایک یورپین مصنف کی مدد لی ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر بھی انھوں نے اپنی کتاب میں بلا تکلف عربی کی ۲۴ کتابوں کے نام گنوا دیے ہیں۔ جن کو دیکھ کر دھوکا ہوتا ہے کہ یہ کتابیں مصنف نے کھنگالی ہوں گی مصنف کے عربی نہ جاننے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ عربی الفاظ کو انگریزی املا میں صحیح طور پر نہ لکھ سکے ہیں جس کے لیے انھوں نے دیباچہ میں معذرت بھی کی ہے۔ مصنف تھوڑی بہت فارسی تو ضرور جانتے ہیں لیکن اتنی نہیں جتنی اس کتاب

کے اہم موضوع کے لیے ضروری ہے۔ انھوں نے کشف المحجوب کو سمجھنے کے لیے اے۔آر نکلسن کا ترجمہ سامنے رکھا ہے (ص ۲۰ و ۳۲) جلال الدین رومی کے مطالعے کے لیے بھی نکلسن کے دامن میں پناہ لی ہے۔ (ص ۳) نفحات الانس میں وحدۃ الوجود کی جو بحث ہے اس کو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے ذریعہ سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ طبقات ناصری تاریخ فیروز شاہی اور تزک جہانگیری سے استفادہ ان کے انگریزی ترجموں سے کیا ہے (ص ۸۰ و ۱۱۰ و ۱۴۸ وغیرہ) عراقی کو ایڈورڈ براؤن کے انگریزی ترجمہ سے سمجھے ہیں (ص ۴۳) اسی طرح عراقی کی کتاب لمعات کی اہمیت کا اندازہ ایڈورڈ براؤن کی کتاب "تاتاریوں کے عہد میں تاریخ ادبیات ایران" سے لگایا ہے (ص ۴۴) اس کے بعد ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ صوفیائے کرام کے غوامض خصوصاً حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات جیسی مشکل اور ادق تحریر اور اس کے عمیق عارفانہ مسائل کو سمجھنے میں مصنف کے مبلغ علم نے کہاں تک مدد دی ہوگی۔ ڈی کٹ کے مقالہ کی ترتیب میں ترجموں سے مدد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس مبلغ علم کے بعد بھی پروفیسر حبیب نے اپنے پیش لفظ میں مصنف کو مولانا عبدالحق محدث دہلوی سے بھی زیادہ بہتر مصنف اور محقق قرار دیا ہے۔ اور مصنف کو بھی اس کا یقین ہے۔ چنانچہ اس سند کو انھوں نے اپنی کتاب میں بغیر کسی انکار کے شامل کردیا ہے۔ لیکن یہ سند ان کے گلے کا مرصع ہار نہیں بلکہ پھندا بن جائے گی۔

پروفیسر محمد حبیب رقمطراز ہیں کہ میرے لیے ایسے الفاظ کا تلاش کرنا مشکل ہے جن کے ذریعہ اس غیر معمولی تصنیف کا حق ادا کرسکوں۔ یہ انڈو مسلم (ہندوستانی مسلمان) کے اس نصب العین کا بے مثال مطالعہ ہے جو دو صدیوں پر مشتمل رہا۔ از منہ وسطیٰ یا موجودہ دور کی کوئی تصنیف بھی اس معیار کی نہیں۔ ناظرین اس مداحانہ سند کو سامنے رکھیں اور مصنف نے اپنی کتاب کے پہلے باب میں تحقیقات کے جو نمونے پیش کیے ہیں وہ مطالعہ کریں پھر اس پوری کتاب کی حیثیت کا اندازہ لگائیں۔

پہلا باب تمہید کے طور پر "ہندوستان میں تصوف" کے عنوان سے ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ حصہ اگر یورپ یا امریکہ کی کسی یونیورسٹی کے جلسے میں پڑھا جائے جہاں کے حاضرین تصوف سے بالکل ناآشنا اور ناواقف ہوں تو وہاں اس کی داد ضرور ملے گی۔ لیکن ہندوستان میں جو شخص بھی تصوف سے تھوڑا بہت واقف ہے اس کو پڑھ کر یہ فیصلہ کرے گا کہ اس باب میں سب کچھ ہے مگر ہندوستان کے اصلی تصوف کا نہ گہرا مطالعہ ہے اور نہ موثر خانہ تجزیہ۔"

(معارف اعظم گڑھ مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۶۷ تا ۱۶۹)

"پروفیسر محمد حبیب نے مصنف کو یہ سند دی ہے کہ ان کے ایسا محقق از منۂ وسطیٰ اور موجودہ دور میں پیدا نہیں ہوا۔ لیکن اس محقق کا اندازہ اس سے ہوگا کہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت شرف الدین یحیٰیؒ حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے بیعت کرنے کے لیے دہلی پہونچے تو اس وقت حضرت نظام الدین اولیاء کی وفات ہو چکی تھی (صفحہ ۴۹) مصنف کا دعویٰ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب میں انھوں نے دنیا کے تمام کتب خانوں کی خاک چھانی ہے۔ مگر ان کی رسائی حضرت شرف الدین یحیٰی منیریؒ کے حالات میں مستند اور قدیم ترین تذکرہ مناقب الاصفیا تک نہ ہو سکی جو ان کے مرید حضرت شیخ محمد شعیبؒ نے لکھا ہے اور چھپ چکا ہے۔ اس تذکرہ میں ہے کہ حضرت شرف الدین یحیٰی منیریؒ کی ملاقات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے ہوئی لیکن انھوں نے یہ کہہ کر ان کو رخصت کیا۔ "سیمرغیست نصیب دام ما نیست" (صفحہ ۱۳۲) دونوں کی ملاقات کا ذکر لطائف اشرفی مطبوعہ نصرت المطابع دہلی صفحہ ۳۷ میں بھی ہے۔ اگر مصنف واقعی حضرت شرف الدین یحیٰی منیریؒ کے معترف ہیں تو ان کو ان کی تعلیمات کا سچے دل سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کے بعد یقین ہے کہ وہ اپنی بے مثال کتاب کو نذر آتش کر دینے پر مجبور ہوں گے۔ لیکن اگر وہ برا نہ مانیں تو ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ چاہے جتنی بھی کوشش کریں حضرت شرف الدین یحیٰی منیریؒ کے تمام مکتوبات الملفوظات اور تصانیف کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے ___ اور پھر

حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ ہی پر کیا منحصر ہے۔ بزرگان دین، صوفیائے کرام اور صلحا، کو سمجھنے کے لیے جس تہذیب علم اور تہذیب نفس کی ضرورت ہے اس سے وہ محروم ہیں۔ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اُس کی حیثیت ایسے برخود غلط اور حرف گیر مستشرق کی ہے جو اپنے علم کی بے بضاعتی کے باوجود تصوف کی بعض رنگ و بو کو محض اپنے قلم کی نوک سے چھونے یا شریعت، طریقت اور حقیقت کی نکہت کو چکھنے یا صوفیائے کرام کے جلوۂ صد رنگ اور ان کے اسرار درخشاں کی تاک جھانک کرنے یا معرفت الٰہی کے بحر زخار کو اپنے علم کے قطرے میں سمونے کی کوشش کرتا ہے۔"

(معارف مارچ ۱۹۶۲ء ص ۱۸۵)

"سچ تو یہ ہے کہ مصنف کے اس پورے باب کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے تصوف کا کوئی ذاتی مطالعہ نہیں کیا، بلکہ چشتیہ، سہروردیہ، فردوسیہ اور شطاریہ سلسلہ پر جو تحقیقات ہو چکی ہیں ان کو سامنے رکھ کر اپنے مطلب کی باتیں لے لی ہیں۔ جو اگر سیاق و سباق کے ساتھ پیش کی جاتیں تو ہرگز وہ مطلب نہ نکلتا جس کو مصنف نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مصنف کو حوالے دینے میں بڑی مہارت ہے۔ اور اُستادی کا درجہ حاصل ہے۔ وہ ثانوی ماخذوں کو پڑھ کر اصلی ماخذوں کے حوالے دینے میں بڑے کامل ہیں۔ اس طرح اُن کے ۲۰۴ صفحے کے مقالہ میں نصف سے کچھ ہی کم حصہ ان حوالوں اور حواشی کی نذر ہو گیا ہے۔ ان حوالوں میں جو فریب کاریاں ہیں ان کی خبر اُن کے ممتحنوں کو تو نہیں ہو سکی۔ لیکن ان کا تجزیہ کرنے کے بعد اصل حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔"

(صفحہ ۱۸۸)

"مصنف نے اپنے بہکے ہوئے شعور، بھٹکے ہوئے ذہن اور گمراہ کن تحقیقات سے تصوف اور مذہبی تحریکات کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس کی طرف ذہن منتقل کرانا بھی ضروری ہے تاکہ مصنف کا کذب و افترا، حق و صداقت نہ سمجھا جائے۔ اس کتاب کو ڈی لٹ کا ایک مقالہ سمجھ کر نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ اب پی۔ ایچ۔ ڈی اور ڈی لٹ کے جو مقالے لکھے جا رہے ہیں ان کا معیار روز بروز گرتا چلا جا رہا ہے۔

لیکن پروفیسر حبیب نے اس پر جو پیش لفظ لکھا ہے اس سے کتاب کے مطالعہ کی نوعیت کچھ بدل گئی ہے اور وہ پیش لفظ مصنف کے لئے بلائے جان ہے۔"

(معارف مارچ ۱۹۶۶ء ص ۱۹۳)

"مصنف نے مراۃ الاسرار کے مصنف مولانا عبدالرحمٰن کو ردولی کے مخدوم حضرت عبدالحق رح کی اولاد بتایا ہے (ص ۳۵۴) جو بالکل صحیح نہیں ہے مصنف کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ مولانا عبدالرحمان حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رح کی نسل سے تھے۔ ان کو غلطی اس لئے ہوئی کہ وہ تحقیقات کے بلند دعوے کے باوجود بلا تکلف ثانوی ماخذوں پر اعتماد کر لیتے ہیں۔"

"برٹش میوزیم کے فارسی مخطوطات کے کیٹلاگ نے عبدالرحمٰن چشتی کا جو نسب نامہ اپنی فہرست جلد اول ص ۳۵۹ پر لکھ دیا ہے اسی کو مصنف نے نقل کرنے پر اکتفا کی ہے۔ حالانکہ ان کے حواشی سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے مراۃ الاسرار کا گہرا مطالعہ کیا ہے اگر وہ واقعی اس تذکرہ کا گہرا مطالعہ کرتے تو برٹش میوزیم کے کیٹلاگ کے بیان پر بھروسہ کر کے اپنے ناظرین کو غلط قسم کی معلومات فراہم نہ کرتے ....
.... مراۃ الاسرار کے مصنف نے اپنا جو نسب نامہ دیا ہے اس سے کہیں پتہ نہیں چلتا کہ مولانا عبدالرحمٰن چشتی شیخ عبدالحق ردولوی کی نسل سے تھے۔ اسی مراۃ الاسرار میں ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن چشتی شیخ عبدالحق ردولوی کے پر پوتے شیخ حمید کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے (ص ۹۰) لیکن مصنف ان کو شیخ عبدالحق کے سلسلے کے بجائے اولاد اس لئے بتا گئے ہیں کہ برٹش میوزیم کے کیٹلاگر نے ان کو ایسا ہی بتایا ہے۔"

معارف (ص ۳۵۹)

"مصنف کی نوکِ سوزن اور خلش خار سے بھری ہوئی تحریروں کے مطالعے سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین نہ کراماتی تھے اور نہ مبلغ اسلام تھے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء "انتہا پسند تھے (نعوذ باللہ) (ص ۱۹) حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی" بداخلاق (immoral) اور غیر متقی (impious) تھے۔

(نعوذ باللہ) (صلا) حضرت مجدد الف ثانی رح "مجدد الف ثانی" نہیں بلکہ صرف مجلد فرقہ واریت کے علمبردار اور ایک متعصب مُلّا تھے۔ اسی طرح ان کے نزدیک زیادہ تر صوفیار اور صلحار ذہنی بحران میں مُبتلا رہے۔ ان تمام ارشادات کے پڑھنے کے بعد تو پھر یہی کہنا پڑے گا کہ اعلیٰ اور سچے قسم کے مُسلمان صرف ڈاکٹر اطہر عباس رضوی ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی، ڈی لٹ، ایف آر اے ایس مصنف "مغل کالین بھارت" ہی ہیں جن کو ونشنوازم بہت پسند ہے (ص ۶، ۶۱، ۲۱۲)۔ وہ بھگتی تحریک اور فلسفہ ویدانت کے بھی مدّاح ہیں (ص ۶۶) یوگ اور ادوا دتیا کے پرستاروں کے حامی ہیں۔ اکبر کی روادارانہ وسیع المشربی اور صُلح کل کی پالیسی کے ثنار خواں ہیں (ص ۱۵۶)"۔

" وہ مذہب کو جس سے ان کی مُراد اسلام ہی ہوتی ہے، ظالمانہ اور ایذارسانی اور ہندوستان کے مختلف باشندوں کے درمیان تعلقات کی خرابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں (ص۲۱۴) وہ ایسے علمار، صوفیار اور صلحار کو پسند نہیں کرتے جنھوں نے راسخ العقیدگی اور شریعت کی پابندی پر زور دیا ہے۔ وہ اگر راسخ العقیدگی orthodoxy کے مخالف ہیں تو گویا بدعقیدگی Heterodoxy کے ذریعہ ہی اسلام کی اصلی خدمت سمجھتے ہیں۔ انکی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ راسخ العقیدگی اور بدعقیدگی، خیروشر، صداقت وضلالت، کفرو اسلام میں تفریق پیدا کرنیکے قائل نہیں۔ کیونکہ اُن کے خیال میں اس قسم کی تفریق ہی کو مٹاکر صلح کل اور بقائے باہم کی فضا قائم کی جاسکتی ہے"۔

" انکی کتاب کے اس باب (مہدوی دائرے) کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس طرح وہ راسخ العقیدگی اور بدعقیدگی کے قائل نہیں اسی طرح وہ مذہبی فتنہ انگیزی اور مذہبی احیار میں کوئی تفریق کرنا گوارا نہیں کرتے۔ اگر یہی بات ہے تو پھر معلوم نہیں مصنّف کو اکبر کے دینِ الٰہی پر کسی قسم کی بحث کرنے میں کیوں حجاب دامن گیر ہوا۔ حالانکہ سولھویں صدی میں مذہبی سرگرمیوں کا یہ عجیب وغریب نمونہ تھا"۔

" مصنّف ہی کی طرح پروفیسر مکھن لال چودھری نے تحقیقات کے آسمان وزمین کے قلابے ملاکر دینِ الٰہی کے تمام اصولوں کو عین قرآنی احکام اور اسلامی تصوّف کے مُطابق

بتایا ہے"۔ (دینِ الٰہی ص ۱۹۵)

"مصنف کا دینِ الٰہی کو بالکل ہی نظر انداز کر دینا مطلب خیز ہے۔ شاید وہ بھی اسمتھ کی طرح اس کو "حماقتوں کا پشتارہ" ہی سمجھتے ہوں، لیکن وہ اکبر کی وسیع المشربی اور صلح کل کی پالیسی کے بڑے ثنا خواں ہیں۔ پھر اس ثناء خوانی کے سلسلے میں "دینِ الٰہی" پر بحث ضرور کرنی چاہئے تھی۔ لیکن وہ یہ سمجھتے ہوں گے کہ اس پر بحث سے مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ مُلا عبدالقادر بدایونی نے اسکے خلاف جو "زہر" پھیلایا ہے۔ اس کا تریاق اکبر کی ہر قسم کی مدح سرائی کے باوجود نہ ابوالفضل جیسا جادو نگار انشا پرداز اور نہ موجودہ دور کے غیر مُسلم پیش کر سکے۔ اسلئے ہمارے مُصنّف نے اس بحث میں پڑ کر مُصیبت مول لینا پسند نہ کیا حالانکہ اس دور کی تجدیدی اور احیائی کوششوں کو سمجھنے کے لئے دینِ الٰہی کے ضرر رساں پہلوؤں کو جاننا ضروری ہے"۔

"مُصنّف نے ہر موقع پر اپنے کو غیر جانبدار محقق ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے اور انھوں نے اپنے مقالہ کے ممتحنوں سے اسکی سند بھی حاصل کر لی ہے۔ لیکن انکے ممتحن وہ لوگ ہیں جن کو ہندوستان کے مسلمانوں کی احیائے دین کی تحریکوں سے کوئی خاص واسطہ نہیں رہا۔ مصنف نے بعض بزرگانِ دین کی مدح ضرور کی ہے لیکن یہ مدح اسلئے نہیں ہے کہ وہ واقعی اُنکے قائل ہیں بلکہ اسلئے ہے کہ وہ اس مدح کے پردے میں اپنے ناظرین کو حضرت مجدد الف ثانی کی مدح سُننے کے لئے تیار کرنا چاہتے ہیں جو ان کی کتاب کی اصل غرض و غایت ہے"۔ (معارف نومبر ۱۹۶۶ء)

"ہندوستان میں ہی ایسے اہلِ قلم محقق پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ رام چندر جی کی کہانی فرضی ہے اور یہ کسی مصری داستان سے ماخوذ ہے۔ کربلا کے واقعات پیش ہی نہیں آئے۔ امام حسینؑ نے قسطنطنیہ میں وفات پائی۔ قطب مینار، لال قلعہ اور تاج محل مسلمانوں کی بنائی ہوئی عمارتیں نہیں ہیں بلکہ ہندوؤں کی تعمیر کردہ ہیں۔

ہمارے مُصنّف کی تحقیق اتنی آگرہ یونیورسٹی نے شائع کی ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ

مصنّف کی سازش میں یونیورسٹی بھی شریک ہے۔ تعجب اس کا ہے کہ یونیورسٹی جیسے بلند مقام سے کیچڑ اچھالنے کا کام لیا جائے۔"

" مصنّف نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب دینا بیکار ہے، کیونکہ حضرت مجددؒ کی حمایت میں حقائق و واقعات کا ڈھیر لگانے پر بھی مصنّف یہی کہیں گے کہ یہ مشکل سے قرین عقل ہے (ص ۲۰۷) 'یہ ناقابلِ یقین ہے (ص ۲۰۸) اس میں مناظرانہ رنگ ہے (ص ۲۴۳) یہ خطیبانہ طرزِ بیان ہے (ص ۲۲۸) یہ بہرت کے تودے کو مشکل سے کاٹتا ہے (ص ۲۹۹) یہ محض فرقہ وارانہ جنون ہے۔ یہ مجددوں کے معذرت خواہوں کے بیان ہیں۔ (ص ۲۱۷)

" اسلئے انکی تردید ایک فعل عبث ہے، لیکن مصنّف کے مقالہ کے ممتحنوں سے یہ پوچھنا ہے کہ کیا ایسے الفاظ کسی سنجیدہ مقالہ نگار یا مورخ کے ہو سکتے ہیں یا کسی سیاسی پلیٹ فارم کے عوامی مقرر یا ادنیٰ درجہ کے صحافی یا ایک جھوٹے مقدمہ کے وکیل کے ہیں جو اس قسم کے الفاظ اور فقروں کے سہارے اپنے دعوے کو صحیح ثابت کرنیکی کوشش کرتا ہے۔

تعجب ہے پروفیسر حبیب جیسے محقق پر جو مصنّف کی تحقیقات سے متاثر ہو کر حضرت مجددؒ کو اتنا ہی بُرا سمجھنے پر آمادہ ہو گئے ہیں جتنا مصنّف سمجھتے ہیں۔ انکی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ وہ خواجہ باقی باللہؒ کے متعلق تو ضرور اچھی رائے رکھتے ہوں گے انھوں نے شیخ احمد سرہندی کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اس کا غور سے مطالعہ کریں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

" سرہند میں شیخ احمد نام کا ایک آدمی بڑے علم والا ہے۔ چند دن فقیر کی مجلس میں رہا۔ فقیر نے اسکے روزگار اور اوقات سے بہت عجیب عجیب باتیں مشاہدہ کیں۔ اُمید ہے کہ وہ ایسا چراغِ روشن ہوگا جس سے تمام جہاں روشن ہو جائے گا۔ اس کے احوال کاملہ یقینی ہیں۔ اسکے کامل احوال دیکھ کر میرا پختہ یقین ہے کہ وہ ایسا ہی ہوگا۔ الحمدللہ شیخ مذکور کے جتنے بھائی اور قریبی رشتہ دار ہیں سب کے سب ملک اور عالم آدمی ہیں۔ اس دُعا گو نے بعض سے ملاقات کی ہے۔ سب بیش قیمت موتی ہیں اور عجیب استعداد رکھتے ہیں۔"

(مکتوبات خواجہ باقی باللہؒ رقعہ ۶۱)

"شیخ عبدالحق رح کو حضرت مجدد رح سے کچھ دنوں اختلاف ضرور رہا لیکن اُن کے تعلقات کا جس طرح خاتمہ بالخیر ہوا وہ حضرت مجدد الف ثانی رح کے فضائل و کمالات کے جس طرح قائل و معترف ہوئے اس کا اندازہ اخبار الاخیار کے مذکورہ بالا اقتباسات سے ہوگا جس کی تصدیق اور ذرائع سے بھی ہوسکتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رح نے حضرت احمد سرہندی رح کو شریعت و طریقت پر ثابت قدم معرفت و حقیقت کا ایک بلند پہاڑ، ناصر سنّت، قامع بدعت، خدا کا روشن چراغ، دشمنانِ خدا اور بدعتوں کیلئے اللہ کی ننگی تلوار، امام عارف اور روشن دماغ عالم کہا ہے۔" (معارف نومبر ۱۹۶۶ء)

مصنف نے ان امراء پر بھی سب و شتم کی بارش کی ہے جو مجدد الف ثانی رح کے عقیدتمندوں اور ان کے وابستگان میں سے تھے۔ مثلاً شیخ فرید بخاری رح کو مصنف نے غصہ میں مجدد الف ثانی کا فضحتہ کا لمسٹ (ص ۲۱۶) شرابی (ص ۲۲۷) ظالم اور انتقام پسند اور نالائق (ص ۲۲۸) کہا ہے اور یہ مغلیہ دربار کے ایک ایسے امیر کی تصویر ہے جسکے قائل صرف حضرت مجدد ہی نہیں بلکہ حضرت باقی باللہ رح اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح بھی تھے۔[1]

---

[1] مآثر الامراء کے مصنف نے تیموری دور کے امراء میں کسی کی اتنی تعریف نہیں کی ہے جتنی شیخ فرید مرتضیٰ خاں بخاری کی کی ہے۔ وہ اسکی کاردانی، فراست، مردانگی اور شجاعت کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ شیخ کا ظاہر و باطن آراستہ تھا۔ شجاعت کو سخاوت کے ساتھ ملا کر رکھا تھا۔ اسکی عام بخشش اور فیاضی کا دروازہ لوگوں کے لئے کھلا تھا۔ جو اسکے پاس پہونچ جاتا اپنے آئینہ خیال میں ناکامی کا چہرہ نہ دیکھتا تھا۔ دربار جاتے وقت راستہ میں درویشوں کو قبا، کمبل، چادر اور پا افزار تقسیم کرتا جاتا اپنے ہاتھ سے اشرفی اور روپیہ دیتا۔ ...... خانقاہ کے لوگوں، توکل پسندوں اور بیواؤں کے لئے اُن کے یہاں سے یومیہ اور سالانہ رقمیں مقرر تھیں ...... اس کے نوکر مرجاتے تو وہ ان کے لڑکوں کے لئے حسب حیثیت ماہانہ مقرر کر دیتا، اور یہ لڑکے اس کی بغل میں اس کے فرزندوں ہی کی طرح کھیلا کرتے اور معلم ان کی تربیت کرتے ...... شراب فروشوں اور کلاونتوں کو کچھ نہ دیتا۔ رباط اور سرائیں بہت سی بنوائیں۔ احمد آباد میں بخارا نام کا ایک محلہ آباد کیا تھا۔ شاہ وجیہ الدین کا روضہ اور مسجد اسی کی بنوائی ہوئی ہے۔ دہلی میں فرید آباد کی عمارتیں اور تالاب اسی کی یادگار ہیں۔ لاہور میں بھی اس کا ایک محلہ ہے وہاں چوک کا حمام کلاں اسی کا بنوایا ہوا تھا۔ ایسے لوگوں سے ملک خالی ہوگیا ہے۔ شاید دوسرے ملکوں کے حصہ میں آگئے ہیں۔" (مآثر الامراء جلد دوم)

حضرت شاہ ولی اللہ رح نے شیخ فرید بخاری رح کے بارے میں انفاس العارفین میں لکھا ہے:۔

"شیخ فرید بخاری کہ از اعاظم امرائے آں زماں بود، جامع بود درمیان غایت صلاح و اعتقاد در مشائخ صوفیہ"

مصنف کے پیش نظر مآثر الامراء اور انفاس العارفین دونوں تھیں، لیکن اپنی تحقیقات عالیہ میں شیخ فرید بخاری رح سے متعلق ان بیانات کی ہوا بھی ناظرین کو لگنے نہیں دی اور ان کو ظالم، انتقام پسند اور شرابی بنا کر ناظرین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا یہ ایک غیر جانبدار محقق کا وطیرہ ہو سکتا ہے جس کی تعریف ان کے ممتحنوں نے کی ہے۔

"حضرت مجددؒ نے خواجہ جہاں کو لمبے لمبے خطوط لکھے ہیں۔ ان کی اہمیت کو زائل کرنے کے لئے کچھ اور مواد نہیں ملا تو یہ لکھ کر کام چلتا کیا کہ خواجہ جہاں مثنوی مولانا رومؒ پڑھا کرتا تھا اس لئے اس میں فرقہ واریت کا زہر اثر نہیں کر سکتا تھا" (ص ۲۳)

"حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وصال کو کئی سو سال گزرے لیکن آج بھی علماء، صلحاء اور صوفیاء کے سامنے جب کبھی ان کا نام آتا ہے تو وہ سرِ عقیدت خم کر دیتے ہیں۔ ان پر مضامین اور کتابیں نکل رہی ہیں۔ ہندوستان و پاکستان کے مختلف گوشوں میں مجددیہ سلسلہ کی خانقاہوں میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور بقول ڈاکٹر اقبال

جس کے نفس گرم سے ہے گرمیِ احرار

خود مصنف کو اعتراف ہے کہ ان کی حیثیت ایک ہیرو کی ہوگئی ہے (ص ۲۱۵ - ۲۱۶) پھر بھی تحقیقات کے نام پر یہ بتایا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے علاقہ کے لوگوں پر کوئی اثر نہیں چھوڑا ہے (ص ۲۲۴) اور مجددیوں کی قوت اورنگ زیب کی حکومت کے شروع ہوتے ہوتے ختم ہو چکی تھی۔ شیخ محمد معصومؒ کی وفات کے بعد مجددؒ کی رہی سہی عزت بھی ختم ہوگئی۔ مجددؒ کے پوتے تو انتشار اور اخلاقی بدحالی کے بلیگ میں مبتلا رہے (ص ۲۲۶)۔ یہ تحقیقات ہیں یا تحقیقات کے نام پر آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔"؟

"ان کے ممتحنوں سے یہ پوچھنا ہے کہ کیا مسلمانوں کی تاریخ خصوصاً ان کی مذہبی تحریکات کے نظری اور فکری پہلوؤں کو مسخ کرکے پیش کرنے اور ان کے بزرگانِ دین میں کسی کو بداخلاق (ص ۱۲) کسی کو بد پرہیزگار (ص ۱۶) کسی کو زنا کا مجرم (ص ۲۳۰) کسی کو بداخلاقی کے پلیگ کا مریض (ص ۲۲۶) کسی کو متعصب اور فرقہ پرور بتانے اور ان کی تاریخ کے بروں کو اچھا اور اچھوں کو برا ثابت کرنے ہی میں ساری تحقیق کی غیر جانبداری اور وسیع النظری سمٹ کر رہ گئی ہے؟"

(معارف نومبر ۱۹۶۶ء)

حضرتِ مجددؒ کے مکتوبات کے تراجم

مکتوباتِ مجدد الفِ ثانی رحؒ کا اردو ترجمہ مدت ہوئی لاہور سے شائع ہوا تھا۔ احقر کو اس کے مطالعہ کا بہت کم اتفاق ہوا۔ ۱۳۵۷ھ (مطابق ۱۹۳۸ء) میں جبکہ بریلی سے الفرقان کا مجدد الف ثانی نمبر نکلنا طے پایا تھا احقر بریلی ہی میں قیام پذیر تھا۔ اس زمانے میں خاص طور پر تینوں دفتروں میں سے کسی ایک دفتر کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات نے مجھے بہت متاثر کیا اور مجھے اسی وقت سے ان مکتوبات سے یک گونہ قلبی تعلق ہو گیا۔ میں نے اسی زمانے میں تذکرہ خلفائے مجدد الف ثانیؒ مرتب کرنے کے لئے زبدۃ المقامات کے علاوہ اس موضوع پر دوسری کتابیں بھی مطالعہ کیں۔ پھر مجدد الف ثانی نمبر جب ترتیب پا رہا تھا اس وقت میں بھی ایک ادنیٰ رفیق کی حیثیت سے اس کی تصحیح وغیرہ کی خدمت کر رہا تھا حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی مجددی لکھنویؒ کا معرکۃ الآرا مقالہ خطبۂ شرقیہ اور مولانا گیلانی کا وجد آگیز مقالہ اور دیگر مشاہیر کے اہم مضامین اس بے بہا نمبر میں نکلے تھے۔ اس نمبر نے ہندستان کے اندر مذہبی حلقوں میں ایک دھوم مچادی تھی۔ احقر کے قلب پر بھی اس کے گہرے نقوش قائم ہوئے۔ بزرگانِ دین کے سوانح اور حالات مرتب کرنے کا شوق پہلے ہی سے تھا۔ اب اس ذوق میں اور اضافہ ہو گیا۔ "درّ الثانی" تلخیص مکتوبات امام ربانی مؤلفہ مولانا محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی جےپوریؒ تقسیم ہند کے بعد میرے مطالعہ میں آئی۔ مجھے یہ طرز اچھی معلوم ہوئی اور میں نے اسی طرز پر سب سے پہلے مکتوبات خواجہ محمد معصومؒ کی تینوں جلدوں پر کام کیا۔ اس میں جس مکتوب الیہ کے حالات معلوم ہو سکے ان کے حالات کو بھی تاریخ و تذکرہ سے تلاش کر کے قلم بند کیا۔ یہ کام الفرقان کی کئی قسطوں میں ہوا اور بالآخر کتابی شکل میں مع مقدمہ شائع ہوا۔ اس ترجمہ کو حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے بہت پسند فرمایا تھا اور وہ بار بار اس کو سنتے رہے۔ ایک معتبر حاضر باش نے بتایا کہ تقریباً دس بارہ مرتبہ حضرتؒ نے اس ترجمہ کو سنا۔ حضرت رائے پوریؒ کی حیات کے آخری زمانے میں مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ پر بھی میں نے اپنے ذوق کے مطابق کام شروع کر دیا تھا اور یہ

خیال تھا کہ اسکو کتابی شکل جلد از جلد دے دی جائے تاکہ حضرت رائے پوریؒ اسکو بھی اپنی خانقاہ میں دیکھ پائیں خود پڑھ سن لیں۔ مگر اس کام میں تاخیر ہوتی گئی اور حضرت رائے پوریؒ ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۲ء) میں وفات پا گئے۔ یہ کام صفر ۱۳۷۹ھ مطابق ستمبر ۱۹۵۹ء سے شروع ہوا تھا۔ رمضان ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء تک ۱۷ قسطیں الفرقان میں شائع ہو چکی تھیں کہ سفرنامہ حجاز مولفہ حاجی رفیع الدین مراد آبادیؒ کے ترجمہ و تلخیص کا کام سامنے آ گیا۔ پھر سفر حج و زیارت درپیش ہوا۔ غرض ایک سال ناغہ رہنے کے بعد یہ کام دوبارہ جاری ہوا، اور ۲۳ قسطوں پر ختم ہوا۔ آخری قسط رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ مطابق فروری ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ اس میں بھی مکتوب الیہم کے حالات حتی الامکان تاریخ و تذکرہ کی مدد سے فٹ نوٹ میں لکھتا رہا، اور خیال یہ تھا کہ جن حضرات کے حالات جو رہ گئے ہیں وہ بعد کو کتابی شکل میں لانے کے وقت درج کر دیئے جائیں گے مگر کتابی شکل میں لانے کیلئے غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ میں اگر کچھ ہمت سے کام لیتا تو یہ ترجمہ اب سے سات آٹھ سال پہلے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہوتا۔ لیکن خدا کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے کئی سال ہوئے اس کے معتدبہ حصہ کی کتابت کرائی تھی۔ میری طرف سے تصحیح و نظر ثانی میں دیر ہوتی گئی یہاں تک کہ میری نظر کمزور ہو گئی۔ ایک آنکھ بنی تو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ خود لکھنے پڑھنے سے معذوری ہو گئی۔ ناظرین سے التماس ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دوسری آنکھ کو بننے کے بعد اس قابل بنا دے کہ براہ راست مطالعہ و تحریر کا کام کر سکوں۔ مجھے ۳۰۔ ۴۰ صفحات کا ایک مقدمہ لکھنا تھا۔ آنکھوں کی مجبوری کی وجہ سے مقدمہ کی تسوید و تبییض میں غیر معمولی دیر ہو گئی۔ دوسروں کی مدد سے بہت سی کتابوں اور رسالوں کو پڑھوایا اور پھر مقدمہ لکھوایا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اس کام سے فارغ فرمایا۔ اس مقدمہ کی تیاری میں مجھے مولانا عبد الحفیظ امروہی ایم اے، انیس احمد فاروقی ایم۔ اے اور ڈاکٹر محمد طارق امروہی ایم اے سلمہم نے بہت کچھ مدد دی۔ مولانا قاری سید محمد عثمان منصورپوری زید مجدہم نے بھی اس سلسلہ میں تعاون فرمایا۔ چنانچہ الکلام المنجی مولفہ حکیم وکیل احمد سکندر پوریؒ کا خلاصہ بھی انھوں نے ہی کیا۔ اس کتاب کی تیاری میں میاں مولوی عتیق الرحمن سنبھلی سلمہٗ اور میاں محمد حسان سلمہٗ کے تعاون کو بھی دخل ہے۔ اول الذکر نے اقساط کی شکل میں یہ ترجمہ و تلخیص خوب اہتمام سے الفرقان میں شائع کیا اور اپنی توجہ اور تقاضہ سے کام کو جاری رکھنے کی صورت پیدا کی، اور ثانی الذکر نے مجموعہ کی طباعت میں محنت و دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور صحت و عافیت سے رکھے۔ آمین۔

نسیم احمد فریدی امروہی غفرلہٗ
مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ
۱۳ر رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ م ۲۰ر ستمبر ۱۹۷۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب (۲۳) جلد اوّل ـــــ عبدالرحیم[1] خانخاناں کے نام (بزبانِ عربی)

(ناقص پیر سے اخذ طریقہ کی مضرت اور کفریہ القاب کی ممانعت کے بیان میں)

تمہارا خط مجھے ایک صاحب سے ملا اور انھوں نے زبانی بھی تمہارا پیغام پہونچایا میں نے (قاصد کی آمد پر) یہ شعر پڑھا :ـــــ ؎

اھلاً لسعدیٰ والرّسولِ وحبّذا ❊ وجہ الرّسول لحُبِّ وجہِ المرسل

(سُعدیٰ اور اس کے قاصد کو مرحبا ـــــ خط بھیجنے والے کی محبت کی بنا پر قاصد کی ذات قابلِ مرحبا ہے)

---

[1] مرزا عبدالرحیم بن بیرم خاں خانخاناں = ۱۴ صفر ۹۶۴ھ کو لاہور میں امیر جمال خاں میواتی کی صاجزادی کے بطن سے پیدا ہوئے ـــــ چار سال کی عمر تھی کہ باپ پٹن گجرات میں قتل ہو گئے۔ آگرہ میں ان کی پرورش ہوئی تعلیم مولانا محمد امین اندجانی، قاضی نظام الدین بدخشی، حکیم علی گیلانی اور علامہ فتح اللہ شیرازی سے حاصل کی۔ گجرات پہونچکر شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی سے بھی اخذِ علوم کیا ـــــ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اوّلاً اکبر بادشاہ نے ان کو جہانگیر کا اتالیق مقرر کیا، پھر یہ برابر ترقی کرتے رہے ـــــ بلادِ گجرات، بلادِ سندھ اور اقطاعِ اقلیم دکن انھیں کے ہاتھ پر فتح ہوئے خانخاناں (امیر الامراء) ان کا لقب تھا۔

عربی، فارسی، ترکی اور ہندی چاروں زبانوں کے ماہر تھے اور فصاحت کے ساتھ ان زبانوں میں اپنا مافی الضمیر ادا کرتے تھے شعر گوئی میں بھی کمال حاصل تھا۔ علم ادب اور فنِ تاریخ میں خاص ملکہ تھا۔ (بقیہ ص ۴۲ پر)

ظہورِ کمالات کی استعداد رکھنے والے بھائی! اللہ تعالیٰ تمھاری استعداد کو قوۃ سے فعل میں لائے۔ سُنو۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ افسوس اُس پر ہے جو یہاں زراعت نہ کرے۔ زمینِ استعداد کو معطّل اور تخمِ اعمال کو ضائع کردے ــــــ یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ زمین کو بیکار اور ضائع کردینا دو طریقے پر ہوتا ہے:ــــــ

(۱) یا تو اس میں کچھ بویا ہی نہ جائے۔ (۲) یا اس میں خراب بیج ڈالے۔

امرِ دوئم مضرت و فساد کے لحاظ سے امرِ اوّل کے مقابلے میں زیادہ شدید ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ بیج کی خرابی اور اس کا فساد یہ ہے کہ کسی ناقص پیر سے طریقہ اخذ کرکے اُس کے مسلک پر گامزن ہو، اس لیے کہ ناقص پیر اپنی خواہشاتِ نفسانی کا پیرو ہوتا ہے اور وہ بات جو خواہشِ نفسانی سے آمیختہ ہوتی ہے کچھ اثر نہیں کرتی، اور اگر اثر کرے گی تو خواہشات کے لیے ہی معین و مددگار ہوگی، پس ظلمت پر ظلمت بڑھے گی ــــ نیز ناقص کو یہ تمیز بھی نہیں ہوتی کہ کون سا راستہ اللہ تک پہونچاتا ہے اور کون سا نہیں؟ اس لیے کہ وہ خود واصل نہیں ہے ــــ اور اسی طرح وہ طلبہ کی مختلف استعدادوں کی بھی تمیز نہیں رکھتا، اُس کو "طریقۂ جذبہ" اور "طریقِ سلوک" میں بھی امتیاز نہیں ہوتا۔ بسا اوقات

(صلا کا بقیہ حاشیہ) تزکِ بابری جو ترکی زبان میں تھی اُس کا ترجمہ سب سے پہلے انھوں نے ہی ۹۹۷ھ میں کیا۔ مطالعۂ کتب کا اتنا شوق تھا کہ گھوڑے کی پشت پر عین میدانِ جنگ میں بھی کتاب ہاتھ میں رہتی تھی، اور حد یہ ہے کہ غسل کرتے وقت بھی غسل خانے سے باہر ایک خادم کتاب کے اجزاء ہاتھ میں اُٹھائے کھڑا رہتا تھا۔ اُن کے یہاں علماء کا اتنا مجمع رہتا تھا کہ کسی بادشاہ یا امیر کے یہاں اتنا نہیں پایا گیا۔ علماء کا انتہائی اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ اموال و صِلات سے ستر ہزار ادجہاز اُن کی خدمت کرتے رہتے تھے۔ اُن کی اِمداد دُور دراز علاقوں تک علماء کے پاس پہونچتی تھی ــــ شعراء کا بھی ایک بڑا گروہ اُنکے اردگرد جمع ہوگیا تھا ــــ غرضکہ یہ علم و ادب، حلم و تواضع اور شجاعت و کرم کا مرقع تھے ــــ علامہ حکیم سید عبدالحی حسنیؒ نے نزہۃ الخواطر جلد خامس میں مآثر الامراء اور خزانۂ عامرہ کے حوالہ سے اُنکے مفصّل حالات لکھے ہیں اور فرمایا ہے:۔ لم یحصن من الھند احد مثلہ ولا من غیرہ من الاقالیم السبعۃ من یکون جامعاً لاشتات الفضائل یعنی ہندوستان بلکہ ہفت اقلیم میں ایسا جامع فضائل امیر پیدا نہیں ہوا ۱۰۳۶ھ میں وفات پائی اور دہلی میں ہمایوں کے مقبرہ کے سامنے دفن ہوئے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے متعدد مکتوبات ان کے نام ہیں۔ ۱۲

ایک طالب علم کی استعداد ابتداءً طریقِ جذبہ کے مناسب اور طریقِ سلوک کے غیر مناسب ہوتی ہے، اور وہ ناقص رہنما اُس کو (اُس کی استعداد کے برخلاف) طریقِ سلوک پر گامزن کرتا ہے، لہٰذا اُس کو بھی اپنا جیسا گمراہ کر دیتا ہے ــــــ شیخ کامل و مکمل جب کسی ایسے (گم کردہ منزل) طالب کی تربیت کرتا ہے تو اوّلاً اُس کو اِس امر کی احتیاج ہوتی ہے کہ وہ پیرِ ناقص کے غلط اثرات کو زائل کرے اور اُس کے سبب جو فساد لاحق ہوا ہے اُس کی اصلاح کر دے ــــــ پھر وہ تخمِ صالح جو اُس طالب کی استعداد کے موافق ہو اُس کی استعداد کی زمین میں ڈالے ــــــ اس سے پیداوار اچھی ہوگی ــــــ صحبتِ شیخ کامل کبریتِ احمر کا حکم رکھتی ہے، اُس کی نظر دوا، اور اُس کا کلمہ شفاء ہے ــــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں جادۂ شریعتِ مصطفویہ پر ثابت قدم رکھے، کیونکہ یہی امر مدارِ نجات اور ذریعۂ سعادت ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ــــــ ؎

محمدِ عربی کابروئے ہر دو سرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سرِ او

اس حاملِ رقعہ نے یہ بھی بیان کیا کہ تمھارے حاضر باش شعراء میں سے ایک شاعر صاحب کفری تخلص فرماتے ہیں، حالانکہ وہ صاحب (نسبًا) ساداتِ عظام میں سے ہیں ــــــ خدا جانے اُن شاعر صاحب کو اِس غلط قسم کے تخلص پر کس چیز نے آمادہ کیا ــــــ مسلم کو چاہیئے کہ وہ اِس قسم کے ناموں سے ــــــ جتنا شیر خونخوار سے بھاگتا ہے اُس سے بھی زیادہ بھاگے ــــــ اور پوری کراہت کرے، اِس لیے کہ یہ اسم (کفر) اور اس کا مسمّیٰ دونوں اللہ اور اُس کے رسُول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور تمام سچے مسلمانوں کے نزدیک قابلِ بغض ہیں، پس ایسے اسمِ قبیح سے پرہیز کرنا واجب ہے ــــــ اور بعض مشائخ کی عبارات میں غلبۂ سُکر کی بنا پر کفر کی مدح اور زنّار بندی کی جو ترغیب پائی جاتی ہے وہ عبارات ظاہر معنیٰ سے پھیر لی گئی ہیں اور ان کی تاویل کی گئی ہے، اِس وجہ سے کہ اہلِ سُکر کا کلام محمول علی التاویل ہوتا ہے اور "ظاہر متبادر" سے پھیر لیا جاتا ہے ــــــ وہ غلبۂ سُکر کی بنا پر معذور ہوتے ہیں ــــــ لیکن جو اہلِ سُکر نہیں وہ ان کی تقلید میں غیر معذور ہیں، ان بزرگوں کے نزدیک بھی اور عند الشرع بھی ــــــ اُن صاحب سے میری جانب سے کہو کہ وہ اپنا تخلص تبدیل کر کے اسلامی تخلص رکھیں، یہ تخلص حال و قالِ مسلم کے موافق بھی ہے ــــــ اور اس اسلام کی طرف اس کا

انتساب ہے جو عند اللہ و عند الرسول پسندیدہ ہے ـــــ اور اس میں موقع تہمت سے بچنا بھی ہے جس کا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) ان الفاظ میں حکم فرمایا ہے: ـــــ اتقوا من مواضع التھم (تہمت کے موقعوں سے بچو) ـــــ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ـــــ ولعبدٌ مومن خیرٌ من مشرکٍ ـــــ (مومن بندہ مشرک سے بہتر ہے)۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

مکتوب (۲۴) ـــــ محمد قلیج خاں[1] کے نام ـــــ (بزبانِ عربی)

سلمکم اللہ سبحانہ وعافاکم بحرمۃ سید المرسلین علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "المرء مع من احب" (آدمی اُس کے ساتھ ہے جس سے اُس کی محبت ہے) پس خوشا نصیب اُس کے جس کے قلب میں اللہ کے ماسوا کی محبت نہ ہو اور وہ اللہ کی مرضیات کے علاوہ کسی چیز کا ارادہ نہ کرے - ایسا آدمی اللہ کے ساتھ ہی ہے ، اگرچہ اس کا ظاہر مع الخلق ہو ـــــ قلب سے ایک سے زیادہ کی محبت متعلق نہیں ہوتی، جب تک کسی ایک سے تعلقِ حُبی قائم ہے اُس کے ماسوا سے محبت نہیں ہوگی ـــــ اور یہ جو دیکھنے میں آتا ہے کہ اشیاءِ متعددہ سے انسان کو محبت ہے جیساکہ مال، اولاد، مدح، رفعت عند الناس سے ـــــ درحقیقت یہ سب مل کر ایک ہی چیز بنتی ہے اور وہ نفس ہے ـــــ ان سب مذکورہ بالا چیزوں کی

---

[1] امیر کبیر فاضل علامہ قلیج محمد حنفی الاندجانی ـــــ ان کو اکبر بادشاہ نے قلعۂ سورت کی حفاظت کے لیے مقرر کیا تھا پھر گجرات کا حاکم کیا، بعدہٗ وزارت کے عہدے پر پہونچایا ـــــ اکبر نے ان کو اپنے لڑکے دانیال کا اتالیق بھی مقرر کیا تھا مختلف اوقات میں بعہدِ اکبری لاہور، کابل، آگرہ، مالوہ اور پنجاب کا انتظام ان کے سپرد کیا گیا، اور سنبھل کا علاقہ ان کی جاگیر میں دیا گیا ـــــ بعہدِ جہانگیر اولاً گجرات کے حاکم بعدہٗ پنجاب و کابل کے حاکم بنائے گئے ـــــ معقول و منقول کے ماہر تھے، صالح و متقی تھے - درس و افادہ میں بھی مشغول رہتے تھے، اور جس زمانہ میں لاہور میں تھے بنفسِ نفیس روزانہ ایک مدرسے میں پہونچ کر فقہ اور حدیث و تفسیر کا درس دیتے اور نشر و اشاعتِ علوم میں کوشش کرتے تھے - غرضیکہ صاحبِ سیف و علَم بھی تھے اور مسندِ درس و تدریس کی زینت بھی - اسّی سے زیادہ عمر پائی، اور بعہدِ جہانگیری ۱۰۲۳ھ میں وفات پائی -

(ماخوذ از نزہۃ الخواطر، جلد خامس ص ۳۱۲ و ۳۱۳)

محبت اسی ایک نفس کی محبت کی فرع ہے، کیونکہ یہ سب چیزیں (آدمی) نفس ہی کے لیے چاہتا ہے۔
فی نفسہٖ ان اشیاء کو نہیں چاہتا ــــ جب اس سے اپنے نفس کی محبت زائل ہوئی تو تبعاً ان تمام چیزوں کی
محبت بھی زائل ہو گئی ــــ اسی لیے کہا گیا ہے کہ عبد اور رب کے درمیان نفس عبد حجاب ہے، عالمِ حجاب
نہیں ہے ــــ اس لیے کہ عالم فی نفسہٖ بندے کا مقصود نہیں کہ اس کو حجاب قرار دیا جائے۔
بندے کا مقصود تو نفس ہے لہٰذا وہی حجاب بھی ہے۔ پس جب تک بندہ مرادِ نفس سے خالی نہ ہوگا
رب اس کا مقصود نہ بنے گا اور اس کے دل میں محبتِ خدا نہیں سما سکتی۔ یہ دولتِ عظمیٰ فناءِ مطلق
کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے، اور فناءِ مطلق تجلّی ذاتی سے متعلق ہے، ظلمات کا بالکلیہ رفع ہونا آفتاب
کے طلوع ہوئے بغیر متصور نہیں ۔ جب یہ محبت جس کو محبت ذاتیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حاصل ہو گئی
تو مُحب کے نزدیک انعامِ محبوب اور ایلامِ[۱] محبوب دونوں مساوی ہو گئے ــــ اسی وقت اخلاص
حاصل ہوگا ــــ اب وہ اپنے رب کی عبادت اپنے نفس کے لیے نہیں کرے گا کہ انعام طلب کرے
اور ایلام کو دفع کرے، اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں اس کے نزدیک برابر ہوتی ہیں۔ الخ

مکتوب (۲۹) ــــ شیخ نظام الدین[۲] فاروقی تھانیسریؒ کے نام

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو تعصّب و تعسّف سے محفوظ رکھے، اور تلہف و تاسف سے نجات دے
بحرمۃ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[۱] تکلیف دینا۔

[۲] شیخ نظام الدین فاروقی ابنِ شیخ عبد الشکور فاروقیؒ ــــ آپ سلسلۂ امدادیہ، صابریہ، چشتیہ کے
اکابر طریقت میں سے ہیں ــــ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کئی مکتوبات آپ کے نام ہیں، ان سے آپ کے اور
مجددؒ صاحبؒ کے باہمی خوشگوار تعلقات کا پتہ چلتا ہے ــــ یہ مکتوب بھی اصلاحی نقطۂ نظر سے ۔بر بنائے
رابطۂ محبت لکھا گیا ہے ــــ شیخ نظام الدین تھانیسریؒ شیخ جلال الدین تھانیسریؒ کے برادر زادہ، داماد،
اور مرید و خلیفہ تھے۔ جہانگیر کی ناراضگی کے باعث آپ نے بلخ کو جائے رہائش بنا لیا تھا۔ حضرت شیخ ابو سعید
گنگوہی آپ ہی کے خلیفہ تھے ــــ ان کے علاوہ بہت سے علماء و مشائخ نے آپ سے فیض حاصل کیا ــــ
شرح لمعات عراقی، شرح سوانح غزالی، رسالۂ حقیقہ، رسالۂ بلخیہ اور تفسیر نظامی آپ کی تصنیفات ہیں (بقیہ صفحہ ۴۹ پر)

اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والے اعمال یا فرائض ہیں یا نوافل ـــــــ مگر نوافل کا فرائض کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں ۔ اپنے وقت میں کسی فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نوافل سے بہتر ہے ، اگرچہ وہ نوافل بہ نیتِ خالص ادا کیے جائیں ـــــــ کوئی بھی نفل ہو، نفلی نماز ہو، نفلی روزہ ہو، ذکر و فکر ہو یا اُس کے مثل ہو ـــــــ بلکہ میں کہتا ہوں کہ کسی فرض کی ادائیگی کے وقت سُنن میں سے کسی سُنّت کی رعایت کرنا بھی یہی حکم رکھتا ہے (یعنی ہزار سالہ نوافل سے بہتر ہے) ـــــــ منقول ہے، کہ ایک دن امیرالمومنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ فجر جماعت سے ادا کرنے کے بعد مقتدیوں پر نظر دوڑائی ، ایک شخص کو اصحاب میں سے اُس وقت نہ پایا ، دریافت فرمایا کہ فلاں صاحب جماعت میں نہیں آئے ؟ ۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ رات کے اکثر حصّے میں (نفلی نماز ادا کرنے کی وجہ سے) بیدار رہتے ہیں، اِس وقت اُن کی آنکھ لگ گئی ہوگی ۔ یہ سُن کر حضرت فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا کہ :۔ اگر تمام رات وہ سوتے رہتے اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرلیتے، تو تمام رات جاگنے سے بہتر ہوتا ـــــــ پس کسی سنّت کی رعایت (فرائض میں) کرنا اور کسی مکروہ سے اجتناب کرنا (چاہے مکروہ تنزیہی کیوں نہ ہو چہ جائیکہ مکروہ تحریمی) ذکر و فکر اور مراقبہ و توجہ سے بدرجہا بہتر ہے ـــــــ ہاں اگر یہ امور کسی ادب کی رعایت اور کسی مکروہ سے اجتناب رکھتے ہوئے کیے جائیں تو عظیم الشان کامیابی کی بات ہے ...... ایک دانگ (چھ رتی وزن) زکوٰۃ کا حساب کرکے نکالنا نفلی طریقے پر سونے کے بڑے بڑے پہاڑ خیرات کردینے سے کہیں زیادہ افضل ہے ـــــــ اور اس زکاتی دانگ کے تصدّق کرنے میں کسی ادب (سنّت) کا لحاظ رکھنا ـــــــ مثلاً اُس کو ایسے فقیر کو دینا جو عزیز قریب ہو ـــــــ اور بھی زیادہ بہتر ہے ۔ لہذا عشاء کی نماز آدھی رات کے بعد پڑھنا اور اس تاخیر کو قیامِ لیل (تہجّد) کا

(ص۴۴ کا بقیہ حاشیہ) انوار العارفین مولفۂ صوفی محمد حسین مراد آبادی کے بیان کی رو سے آپ اُمّی تھے لیکن چشمۂ علمِ لدنی آپ کے باطن میں جوش زن تھا ۔ جو حقائق و معارف بیان فرماتے تھے آپ کے خلفاء اس کو قلمبند کرلیتے تھے ۔ اِس طرح یہ چند تصنیفات تیار ہوگئیں ۔ ۸ رجب ۱۰۳۵ھ وبقولے ۱۰۳۶ھ اور بقولے ۱۰۲۲ھ کو جمعہ کے دن وفات پائی ۔ بلخ میں آپ کا مزار مبارک ہے ۔

(انوار العارفین و نزہۃ الخواطر جلد خامس)

ذریعہ بنانا سخت مکروہ بات ہے، اس لیے کہ حنفیہ کے نزدیک اس وقت میں عشاء کی نماز مکروہ ہے، ظاہر یہ ہے کہ اس کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے، کیونکہ حنفیہ نے نمازِ عشاء کو نصف لیل تک مباح قرار دیا ہے، اور دوسرے نصف میں مکروہ کہتے ہیں۔ اور وہ مکروہ جو مقابل مباح ہو مکروہ تحریمی ہے ـــــ اور شافعیہ کے نزدیک تو نصف لیل کے بعد نمازِ عشاء (بطور ادا) جائز ہی نہیں۔ بنا بریں قیام لیل کے لیے اور حصولِ ذوق وجمعیت کے واسطے تاخیر نمازِ عشاء کرنا بہت ہی نازیبا بات ہے ـــــ اس غرض (تہجد) کے حاصل کرنے کے لیے تو وتر کی تاخیر ہی کافی ہے، اور تاخیر وتر مستحب بھی ہے ـــــ وتر بھی (نصف لیل کے بعد) اچھے وقت ادا ہوتا ہے، اور قیام لیل نیز بیداریِ وقتِ سحر بھی میسر ہو جاتی ہے ـــــ الحاصل یہ عمل (تاخیرِ عشاء) ترک کرنا چاہیے .. .. یہ بھی معتبر لوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کے مُرید اُن کو سجدۂ تعظیمی کرتے ہیں، فقط زمین بوسی پر ہی اکتفا نہیں کرتے ـــــ اِس فعل کی خرابی اظہر من الشمس ہے اُن کو سختی سے منع کیجیے۔ اس قسم کے افعال سے ہر ایک کو اجتناب کرنا چاہیے، علی الخصوص وہ شخص جو مخلوق کا مقتدی بنے اس کو تو اس قسم کے افعال سے پرہیز کرنا بہت ہی ضروری ہے ـــــ ورنہ اس کے پیرو اس کے اعمال کی اقتداء کریں گے، اور وبال میں گرفتار ہوں گے ـــــ نیز طبقۂ صوفیا کے علوم "علوم احوال" ہیں اور احوال اعمال کی میراث ہیں۔ اُس شخص کو "علوم احوال" کی میراث ملتی ہے جو اعمال کو درست کرے اور اعمال کی تصحیح اس وقت میسر ہوتی ہے کہ اعمال کو پہچانے اور ہر عمل کی کیفیت جانے ـــــ اس کا تعلق علمِ احکام شرعی سے ہے۔ نماز، روزہ اور تمام فرائض کا علم نیز معاملات نکاح وطلاق اور بیع وشراء کا علم اور ہر اُس بات کا علم جس کو حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور اس کے کرنے کی دعوت دی ہے (ضروری ہے) ـــــ اور یہ علوم اکتسابی ہیں ان کے سیکھے بغیر چارہ نہیں ہے اور علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے۔ ایک مجاہدہ، علم کی طلب میں اس کے حاصل ہونے سے پہلے دوسرا مجاہدہ، علم کا (صحیح) استعمال اس کے حاصل ہونے کے بعد ـــــ بس ضروری ہے کہ جس طرح جناب کی مجلس مبارک میں کتب تصوف کا مذاکرہ ہوتا ہے کتب فقہ بھی مذاکرہ میں آئیں کتب فقہ فارسی زبان میں بھی بہت سی ہیں ـــــ مثلاً مجموعۂ خانی ـــــ عمدۃ الاسلام ـــــ اور کنز فارسی ـــــ بلکہ اگر کتب تصوف کا مذاکرہ نہ بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ تصوف کا

تعلق احوال سے ہے قال سے نہیں، اور کتب فقہ کا مذاکرہ نہ کرنا احتمالِ ضرر رکھتا ہے ـــــ زیادہ کیا طول دوں ـــــ القلیل یدل علی الکثیر (اس تھوڑے سے میں بہت کچھ ہے)۔ ؎

اندکے پیش تو گفتم غمِ دل، ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است[1]

رزقنا اللہ سبحانہ وایاکم اتباع حبیبہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات۔

مکتوب (۳۲) ـــــ مرزا حسام الدین احمد دہلویؒ[2] کے نام

التفات نامۂ گرامی صادر ہوا ـــــ اللہ کا شکر ہے کہ ہم دُور افتادہ فراموش نہیں ہوئے اور کسی نہ کسی بہانے ہمارا ذکر آجاتا ہے ـــــ ع ـــــ بارے بہ ہیچ خاطرِ خود شادمی کنم

---

[1] میں نے تیرے آزردہ ہوجانے کی وجہ سے اپنا غمِ دل تیرے سامنے تھوڑا سا بیان کیا ہے، ورنہ باتیں تو بہت سی ہیں۔ ۱۲

[2] مرزا حسام الدین بن قاضی نظام الدین حنفی بدخشی ثم دہلویؒ ـــــ آپ ۹۷۷ھ میں ہندوستان میں پیدا ہوئے، اور یہیں تعلیم حاصل کی ـــــ ابوالفضل کی ہمشیرہ آپ کو منسوب ہوئی تھیں ـــــ ان کو ان کے والد کے انتقال کے بعد منصب وجاگیر پہونچے تھے ـــــ اکبر بادشاہ نے ان کو اپنے لشکر میں عبدالرحیم خانخاناں کے زیر قیادت داخل کرلیا تھا، خانخاناں ان کے والد قاضی نظام الدینؒ کے شاگرد تھے ـــــ انھوں نے کچھ دنوں لشکر کی خدمت بکراہت انجام دی، آخر کار بلطائف الحیل اس خدمت سے مستعفی ہوئے اور دہلی آگئے۔ یہاں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے دربارِ فیض آثار میں رہ کر فیوض حاصل کیے اور خلیفۂ مجاز ہوئے اور پیر ومرشد کی وفات تک برابر ان کی خدمت کرتے رہے۔ قرآن مجید کو ایک ماہ میں پندرہ مرتبہ ختم کرلیتے تھے ـــــ غلبۂ ترک وتجرید کی بنا پر تمام عمر مسندِ ارشاد ومشیخت پر نہ بیٹھے۔ اپنے مرشد کی حیات میں اُن کی خدمت اور بعد وفاتِ مرشد اُن کے صاحبزادگان کی تربیت کی۔ ۱۰۴۳ھ میں آگرہ میں انتقال کیا اور دہلی میں اپنے پیر ومرشد کے مقبرے میں دفن ہوئے ـــــ آپ خواجہ ابرار کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کے نام مکتوباتِ امام ربانیؒ تقریباً پندرہ عدد ہیں۔ ۱۲

(الفرقان بابتہ ماہ رمضان وشوال ۱۳۵۳ھ میں آپ پر مفصل مقالہ لکھ چکا ہوں، یہ مختصر حالات "نزہۃ الخواطر" سے ماخوذ ہیں) ـــــ

آپ نے پیرِ دستگیر (حضرت خواجہ باقی باللہؒ) کی نسبتِ خاصہ کی عدمِ واقفیت کے بارے میں لکھا تھا اور اس کا سبب دریافت کیا تھا ــــ مخدوما! اس قسم کی باتیں بطریقِ تحریر بلکہ تقریر میں بھی مناسب نہیں ہیں ــــ معلوم نہیں کسی کی سمجھ میں کیا آئے اور اس سے کیا نتیجہ نکالے ــــ اس کے لیے حضور، بشرطِ حُسنِ ظن اور طولِ صحبت درکار ہے، جس طور پر ہو ــــ مگر اس وجہ سے کہ کسی سوال کا جواب بھی کچھ نہ کچھ چاہیے اِس قدر لکھتا ہوں کہ ہر مقام کے "علوم و معارف" جداگانہ ہیں اور "احوال و مواجید" علیحدہ ہیں ــــ کسی مقام میں ذکر و توجہ مناسب ہے کسی مقام میں تلاوت و نماز ــــ کوئی مقام مخصوص بہ جذبہ ہے اور کوئی مخصوص بہ سلوک، کوئی مقام ایسا ہے کہ اِن ہر دو دولتوں (جذبہ و سلوک) سے مرکّب ہے ــــ ایک مقام وہ بھی ہے کہ جذبہ و سلوک سے جدا ہے۔ نہ جذبہ کو اس سے تعلق نہ سلوک کو ــــ یہ مقام بہت ہی نادر ہے۔

اصحابِ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام کے ساتھ ممتاز اور اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف ہیں، اس مقام کے حضرات کو امتیازِ تام حاصل ہوتا ہے۔ اربابِ مقاماتِ دیگر سے کمتر مشابہت رکھتے ہیں، بخلاف اصحابِ مقاماتِ دیگر کے کہ وہ بایکدگر مشابہت رکھتے ہیں اگرچہ کسی حیثیت سے ہو ... . مشائخ سلاسل میں سے بہت کم حضرات نے اس مقام کی خبر دی ہے۔ پھر بھلا اس کے معارف کا بیان کیونکر کیا جائے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم ــــ

اصحابِ کرامؓ کو یہ "نسبتِ عزیز الوجود" اوّل قدم میں ظاہر ہوتی تھی اور درجۂ کمال کو پہونچتی تھی ــــ بعد میں کو اگر اس دولت سے (تقاضائے قدر) مشرف کریں اور اصحابِ کرامؓ کی نسبت کے مطابق تربیت دیں، تو وہ جذبہ و سلوک کے منازل قطع کرنے اور علوم و معارف کے طے کرنے کے بعد اس دولتِ عظمیٰ سے سعادت یاب ہوگا۔ اس نسبتِ مخصوص کا ابتدا میں ظاہر ہونا مخصوص ہے برکتِ صحبتِ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ــــ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے کسی کو اس برکت سے مشرف کر دیا جائے اور اس کی صحبت بھی ابتدا میں اس نسبت علیہ کے ظہور کا سبب ہو جائے ... ... اِس بیان سے زیادہ گنجائش نہیں ہے ــــ ؎

ومن بعد هذا ما يدق صفاته ✤ وما كتمه احظى لديه واجمل

(اس کے بعد وہ باتیں ہیں جن کا بیان دقیق ہے، اور جن کا پوشیدہ رکھنا زیادہ اچھا اور بہتر ہے)

اس کے بعد اگر ملاقات ہوئی اور مستمعین کی طرف سے حسنِ استماع کا گمانِ غالب ہوا تو اس مقام سے متعلق کچھ اور بیان بھی انشاء اللہ کیا جائے گا ـــــ وھو سبحانہ الموفق۔

بعض دوستوں کے بارے میں آپ نے لکھا تھا ـــــ اس فقیر نے اُن کی لغزشوں کو معاف کر دیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے، وہ بھی معاف فرمائے گا ـــــ لیکن دوستوں کو نصیحت کیجئے کہ حضور و غیبت میں درپئے آزار نہ رہیں اور اپنے طور طریقے کو بدلیں ـــــ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ، وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ۔[1]

میاں شیخ الہداد[2] کے بارے میں خاص طور پر لکھا تھا فقیر کے لیے (ان کو معاف کرنے میں بھی) کوئی حرج نہیں ہے ـــــ لیکن مشارٌ الیہ کا اپنے تغیرِ وضع سے نادم ہونا ضروری ہے۔

النَّدَمُ تَوْبَۃٌ (ندامت توبہ کا دوسرا نام ہے) ان کا آپ سے سفارش طلب کرنا بھی ندامت کی فرع ہے۔ بہر تقدیر فقیر اپنی طرف سے معاف کرتا ہے، جانبِ دیگر کو وہی جانیں ـــــ علاوہ ازیں سرہند کو اپنا گھر تصوّر کریں۔ علاقۂ محبّت اور رسم پیرگی کی نسبت ایسی چیز نہیں ہو کہ عارضی امور سے ٹوٹ جائے۔ زیادہ کیا لکھوں ـــــ والسّلام ـــــ مخدوم زادگان اور تمام اہلبیت، دعا کے ساتھ مخصوص ہیں۔

مکتوب (۳۳) ـــــ حاجی محمد لاھوری کے نام ـــــ

(مذمّت علماءِ سُوء اور مدح علمائے حق)

اہلِ علم کا دنیا سے محبّت کرنا اور اس سے رغبت رکھنا ان کے چہرۂ جمال پر بدنما داغ ہے۔

---

[1] بیشک اللہ کسی قوم کی عافیت و نعمت کو متغیر نہیں کرتا جب تک وہ متغیر نہ کریں اُس کیفیت کو جو اُن کے قلب میں ہے (یعنی جب وہ اخلاقِ جمیلہ کو اخلاقِ رذیلہ سے بدل دیں گے اللہ اُن کی عافیت و نعمت کو بدل دے گا) اور جب اللہ کسی قوم پر عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اس کو ٹلانے والا نہیں ہے ـــــ اور اُن کے لیے سوائے خدا کے کوئی کارساز نہیں ہے۔

[2] آپ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے خلفاء میں سے ہیں ـــــ بعد وفات خواجہ دہلویؒ بمقتضائے بشریت کچھ باہمی رنجش ہو گئی تھی جس کا ازالہ بعد میں ہو گیا۔

ایسے علماء سے خلائق کو اگرچہ فائدہ حاصل ہو جائے لیکن ان کا علم خود ان کے حق میں نافع نہیں ہوتا۔ ہر چند تائیدِ شریعت اور تقویتِ ملّت ان سے ہو مگر یہ تائید و تقویت اہل فجور و ارباب فتور سے بھی ہو جایا کرتی ہے ـــــــ جیسا کہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد فاجر کے متعلق تائیدِ دین کی خبر دی ہے اور فرمایا ہے:۔ اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (بیشک اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کی خدمت کسی مردِ فاجر سے بھی لے لیتا ہے) ایسے علماء سنگِ پارس کی مانند ہیں کہ تانبا اور لوہا جو بھی اس تک پہونچتا ہے سونا ہو جاتا ہے لیکن وہ خود پتھر کا پتھر ہی ہے۔

جو آگ پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہے اس کا حال بھی یہی ہے کہ مخلوق کو تو اس آگ سے منفعت حاصل ہوتی ہے لیکن خود وہ پتھر اور بانس اپنی آتش درونی سے بے نصیب ہیں ـــــــ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان علماءِ سوء کے حق میں مضرت رساں ہوتا ہے اِس لیے کہ وہ ان پر حجت قائم کر دیتا ہے۔

اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَالِمٌ لَمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ (بیشک سب سے زیادہ شدید عذاب قیامت کے دن اُس عالم پر ہوگا جس کے علم سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع نہیں پہونچایا) ـــــــ اور (علم ایسے علماء کے حق میں) مضرت رساں کیوں نہ ہو جبکہ اس علم کو جو خدا کے نزدیک عزیز اور اشرفِ موجودات ہے دنیائے دنیہ اور مال و جاہ و ریاست کا وسیلہ بنا رکھا ہے۔ حالانکہ یہ چیزیں نزدِ حق تعالیٰ ذلیل و خوار ہیں اور بدترین مخلوقات ـــــــ پس عزیزِ خدا کو ذلیل کرنا اور خدا کے نزدیک جو چیز ذلیل ہے (دنیا) اس کو عزت دینا بے انتہا قبیح ہے۔ یہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ سے مقابلہ و معارضہ کرنا ہے ـــــــ تدریس و افتاء اس وقت نافع ثابت ہوتے ہیں جبکہ خالصًا لوجہ اللہ ہوں، اور شائبۂ حبِّ جاہ و ریاست اور حصولِ مال و رفعت سے خالی ہوں ـــــــ اور اس خلو کی علامت دنیا و مافیہا سے بے پرواہ اور بے رغبت ہونا ہے جو علماء کہ محبتِ دُنیا کی بلا میں مبتلا ہیں وہ علماءِ دنیا میں سے ہیں اور یہی علماءِ سوء، شرارِ مردم (بدترین مخلوق) اور دُزدانِ دین (دین کے چور) ہیں۔ چاہے وہ اپنے آپ کو مقتدائے دین اور بہترین خلائق جانتے ہوں ـــــــ يَحْسَبُوْنَ[1] اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ اسْتَحْوَذَ

---

[1] گمان کرتے ہیں کہ وہ کچھ مفید کام انجام دے رہے ہیں۔ آگاہ رہو یقینًا وہ لوگ اپنے اس خیال میں (صفحہ ۵۲ پر)

علیھم الشیطان فانسا ھم ذکراللہ اولٰئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون ۔

ایک درویش نے شیطانِ لعین کو دیکھا کہ بیکار بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے کے کام سے فارغ ہوگیا ہے ۔ اُس درویش نے اس کی وجہ دریافت کی ۔ شیطان نے کہا کہ اسوقت علماءِ (سوء) نے اس کام میں میری بڑی مدد کی ہے اور مجھ کو اس مہم سے بے فکر کردیا ہے ——— سچ یہ ہے کہ اس زمانے میں ہر وہ سُستی اور مداہنت، جو امورِ شریعت میں ہو رہی ہے اور ہر وہ فتور جو ترویج ملت میں ظاہر ہو رہا ہے تمام کا تمام علماءِ سوء کی نحوست کا اثر ہے اور اُن کی نیتوں کے فساد کا نتیجہ ہے ———

ہاں وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور جاہ و ریاست، مال و رفعت کی محبت سے آزاد ہیں، وہ علماءِ آخرت ہیں، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے وارث ہیں ——— بہترین خلائق وہی ہیں ——— فردائے قیامت میں ان کی سیاہیِ قلم کو شہداء فی سبیل اللہ کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا اور ان کی سیاہی کا پلہ غالب رہے گا ۔ نوم العلماء عبادۃٌ (علماء کی نیند عبادت ہے) ایسے ہی علماء کے حق میں متحقق ہے ——— یہی وہ لوگ ہیں کہ جمالِ آخرت اُن کی نظر میں مستحسن ہے اور قباحتِ دنیا ان کے مشاہدے میں آگئی ہے، آخرت کو انھوں نے پائدار دیکھا ہے اور دنیا کو داغِ زوال سے داغدار پایا ہے ۔ بیشک انھوں نے خود کو باقی کے سپرد کردیا اور فانی سے علیحدہ رکھا ہے ۔ عظمتِ آخرت کا خیال رکھنا درحقیقت جلالِ خداوندی کا نظر میں رکھنا ہے اور دنیا و مافیہا کو ذلیل رکھنا مشاہدۂ عظمتِ آخرت کے لوازم میں سے ہے ——— دنیا و آخرت آپس میں سوتن سوتن ہیں، اگر ایک راضی ہوئی دوسری ناراض ہوگئی ۔ اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے اور دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز ہے ——— ان دونوں کا جمع ہونا جمع اضداد کے قبیل سے ہے ۔۔ ۔۔ ۔۔ ہاں مشائخ کی ایک جماعت نے جس نے اپنی خودی اور اپنے ذاتی ارادہ سے نجات حاصل کرلی ہے، صحیح نیتوں کے ساتھ اہلِ دنیا کی صورت بنالی ہے اور بظاہر راغبِ دنیا نظر آتے ہیں لیکن فی الحقیقت ان کو کوئی تعلق دنیا سے نہیں ہے۔

(حاشیہ کا بقیہ حاشیہ) جھوٹے ہیں، ان پر شیطان غالب آگیا ہے، اُس نے اللہ کی یاد کو ان کے دلوں سے فراموش کردیا ہے، یہ جماعت لشکرِ شیطان ہے ۔ آگاہ رہو کہ بیشک و شبہ لشکرِ شیطان کے افراد خسارے میں ہیں ۔

دنیا و مافیہا سے اُن کا باطن بالکل آزاد اور فارغ ہے ـــــ رِجَالٌ لَّا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ ـــــ کوئی چھوٹی بڑی تجارت اُن کے حق میں ذکرِ خدا سے مانع نہیں ہوتی ـــــ وہ تجارت و بیع سے تعلق رکھتے ہوئے بھی بے تعلق ہیں۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ :- میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا کم و بیش پچاس ہزار اشرفیوں کا مال اس نے خریدا اور بیچا، لیکن اس کا دل ایک لحظہ کے لیے بھی حق تعالیٰ سے غافل نہیں ہوا۔

مکتوب (۳۶) ـــــ حاجی محمّد لاھوری کے نام ـــــ

[اِس بیان میں کہ شریعت تمام سعادتِ دنیویہ و اخرویہ کی کفیل ہے، اور طریقت و حقیقت خادمانِ شریعت ہیں]

... ... شریعت کے تین جزو ہیں :- (۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص ـــــ جب تک یہ تین جزو متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہ ہوگی ـــــ شریعت متحقق ہوگی تو رضائے حق سُبحانہٗ حاصل ہوگی۔ اور یہ رضائے باری ہی تمام سعاداتِ دُنیویہ و اخرویہ سے بلند و بالا ہے ـــــ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ ـــــ پس شریعت ہی تمام سعادتِ دارین کی ضامن ہے ـــــ اب کوئی مقصد نہ رہا کہ اس مقصد کے لیے شریعت کے علاوہ کسی امر کی احتیاج ہو ـــــ طریقت و حقیقت جن کے ساتھ صوفیاء ممتاز ہیں دونوں شریعت کے جزو سوم یعنی اخلاص کی تکمیل کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ پس ان دونوں کی تحصیل سے غرض تکمیلِ شریعت ہی ہے، نہ کہ کوئی اور امر علاوہ شریعت کے ـــــ احوال و مواجید، علوم و معارف، جو صوفیاء کو اثناءِ راہ میں حاصل ہوتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ اُن کی حیثیت اُن خیالات کی ہے جن سے اطفالِ طریقت کی تربیت ہوتی ہے۔ ان سب چیزوں سے آگے بڑھ کر مقامِ رضا تک پہونچنا چاہئے، کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں مقاماتِ جذبہ و سلوک کی انتہا ہے ـــــ اِس لیے کہ منازلِ طریقت و حقیقت کو طے کرنے سے مقصود سوائے تحصیلِ اخلاص کے اور کچھ نہیں ـــــ اور اخلاص، رضائے باری تعالیٰ کو مستلزم ہے ـــــ تجلّیات و مشاہداتِ عارفانہ سے گزُار کر دولتِ اخلاص اور مقامِ رضا تک ہزار میں سے کسی ایک کو پہونچایا جاتا ہے۔ کوتاہ نظر لوگ احوال و مواجید کو مقاصد میں اور مشاہدات و تجلّیات کو مطالب میں شمار کرتے ہیں ـــــ اسی وجہ سے "زندانِ وہم و خیال" میں گرفتار اور کمالاتِ شریعت سے محروم رہتے ہیں .. ... ہاں یہ بات

ضرور ہے کہ حصولِ مقامِ اخلاص اور وصول بمرتبۂ رضا، ان احوال و مواجید اور علوم و معارف کے تحقق سے وابستہ ہے ــــــ لہٰذا یہ احوال و مواجید مقدماتِ مقصود ہیں (نہ کہ مقصود) ــــــ مجھے یہ حقیقت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں کامل دس سال کے بعد اس راہ میں چل کر واضح ہوئی ہے، اور "شاہدِ شریعت" کما حقہ جلوہ گر ہوا ہے ــــــ ہر چند کہ میں شروع سے بھی احوال و مواجید میں گرفتار نہ تھا اور حقیقتِ شریعت کے تحقق کے علاوہ کوئی مقصد میرے پیشِ نظر نہ تھا، لیکن بعد عشرۂ کاملہ (پورے دس سال کے بعد) حقیقتِ امر پورے طریقے پر ظاہر ہوئی ــــــ الحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ ــــــ الخ

مکتوب (۳۷) ــــــ شیخ محمد خیری کے نام ــــــ

(اتباعِ سنتِ نبویہ کی ترغیب میں)

تم نے جو مکتوب بھیجا تھا اُس کے مطالعہ سے مسرور ہوا ــــــ طریقۂ نقشبندیہ پر اپنی استقامت تم نے لکھی تھی ــــــ الحمد للہ علیٰ ذالک ــــــ حضرت حق سبحانہٗ اِس طریقے کے اکابر کی برکت سے ترقیاتِ بے نہایت عنایت فرمائے ــــــ یہ طریقہ کبریتِ احمر ہے، اور متابعتِ سنت پر مبنی ہے۔

یہ فقیر اپنے متعلق لکھتا ہے کہ مدتوں علوم و معارف آبِ نیساں کی طرح مجھ پر برسے ہیں، اور جو کام ہونا چاہیے تھا عنایتِ خداوندی سے انجام پایا ہے (لیکن) اب سوائے ایک آرزو کے کوئی آرزو باقی نہیں رہی اور وہ یہ ہے کہ **سُنن مصطفویہ میں سے کسی سنت کو زندہ کیا جائے** ....

مکتوب (۳۹) ــــــ شیخ محمد خیری کے نام ــــــ

(اِس بیان میں کہ مدارِ کار قلب پر ہے محض اعمالِ صوری ہی سے کام نہیں بنتا)

...... مدارِ کار قلب پر ہے، اگر دل غیرِ خدا میں گرفتار ہے خراب و اَبتر ہے ــــــ محض اعمالِ صوری اور عباداتِ رسمی سے کام نہیں چلتا ــــــ التفاتِ ماسوا سے سلامتیِ قلب ــــــ اور اعمالِ صالحہ ــــــ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے کرنے کا حکم فرمایا ہے، یہ دونوں چیزیں درکار ہیں (مگر) بغیر اعمالِ صالحہ بدنیہ کے سلامتیِ قلب کا دعویٰ بھی محض باطل ہے۔

اِس دنیا میں جس طرح بے بدن کے رُوح غیر متصور ہے اُسی طرح احوالِ قلبی، بغیر اعمالِ صالحہ بدنی کے محال ہیں۔ بہت سے ملحدانِ زمانہ اِس قسم کا (یعنی احوالِ قلبی بغیر اعمالِ صالحہ کا) دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے بُرے معتقدات سے ہمیں بچائے ——— اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں۔

مکتوب (۴۱) ——— شیخ درویش کے نام ———

(ترغیب متابعتِ سنّتِ مصطفویہ میں)

حق سبحانہٗ تعالیٰ ظاہر و باطن کو سنّتِ مصطفویہ کی متابعت سے مزیّن فرمائے ——— بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ———

حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، محبوبِ ربّ العٰلمین ہیں ——— ہر چیز جو خوب و مرغوب ہو وہ محبوب و مطلوب کو دی جاتی ہے ——— بنا بریں حق سُبحانہٗ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں :۔ انّک لعلٰی خلق عظیم ——— (اے رسُول آپ بلندیِ اخلاق پر فائز ہیں)۔ نیز فرمایا ہے :۔ انّک لمن المرسلین علٰی صراط مستقیم ——— (بیشک آپ مرسلین میں سے ہیں، سیدھے راستے پر) ۔ ایک جگہ فرمایا :۔ انّ ھٰذا صراطی مستقیمًا فاتّبعوہ ولا تتّبعوا السُّبُل ——— اِس آیت میں بھی ملّتِ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صراطِ مستقیم فرمایا گیا ہے، اور اس کے علاوہ تمام راستوں کو داخلِ سُبُل کر کے ان پر چلنے سے منع فرما دیا ہے ——— آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اظہارِ شکر، اطلاعِ خلق اور ہدایتِ خلق کے طور پر "خیر الھدی ھدی محمد" (بہترین سیرت سیرتِ محمدیؐ ہے صلے اللہ علیہ وسلم) فرمایا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا ہے :——— ادّبنی ربّی فاحسن تادیبی ——— میرے رب نے براہِ راست میری تربیت کی ہے اور خوب سے خوب تر کی ہے۔

باطن، ظاہر کا مکمّل کرنے والا ہے، ان دونوں میں باہم سرِ مو مخالفت نہیں ——— مثلاً جھوٹ زبان سے نہ بولنا شریعت ہے، اور دل میں کذب کا خطرہ نہ آنے دینا طریقت و حقیقت ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ بات اہتمام سے کرنی پڑتی ہے تو طریقت ہے، اور اگر بے اہتمام و تکلف میسر ہے تو حقیقت ہے۔ پس فی الحقیقۃ باطن جو کہ بالفاظ دگر طریقت و حقیقت ہے ——— ظاہر کی جو کہ شریعت ہے ——— تکمیل کرنے والا ہے۔ پس سالکانِ راہِ طریقت و حقیقت کو اگر اثنائے سلوک میں

ایسے امور ظاہر ہوں جو بظاہر مخالفِ شریعت ہیں تو اس کو غلبۂ حال پر محمول کیا جائے گا ... ہر وہ چیز جس میں اخلاق و شمائلِ محبوب جاوہ گر ہوں بہ تبعیت محبوب۔ محبوب ہو جاتی ہے۔ آیہ ــــ فاتبعونی یحببکم اللہ (اے رسولؐ! کہدیجئے، میری متابعت کرو اللہ تم کو محبوب بنالے گا) میں اسی رمز کا بیان ہے۔ پس متابعتِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کوشش کرنا مقامِ محبوبیت تک پہونچاتا ہے۔ پس ہر عاقل پر ظاہراً و باطناً کمالِ اتباعِ رسولؐ میں سعی کرنا لازم ہے۔

مکتوب (۴۴) ــــ سیادت پناہ شیخ فرید بخاریؒ[۱] کے نام

(فضائل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، تصدیقِ شریعتِ محمدیؐ کی اہمیت، ترغیبِ سنّت)

مرحمت نامۂ گرامی عزیز ترین زمانہ میں آیا، اس کے مطالعے سے مشرف ہوا۔ اللہ کا شکر ہے کہ فقرِ محمدیؐ کی میراث آپ کو حاصل ہے ــــ درویشوں سے محبّت اور اُن سے تعلق رکھنا اسی کا نتیجہ ہے۔

---

[۱] شیخ فرید بخاریؒ = آپ کا نسب نو واسطوں سے حضرت سید جلال الدین اعظم حسینی بخاریؒ تک پہونچ کر ستائیس واسطوں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتا ہے ــــ (ماخوذ از نسب نامہ سادات بخاری قلمی کتب خانہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرّہٗ کے زمانۂ قیام لاہور میں ان کے اخراجات کا ظاہری تکفل شیخ فرید بخاریؒ نے کیا ــــ (جامع السلاسل قلمی کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)۔

مکتوباتِ امام ربانیؒ میں کئی جگہ اشارات ملتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ کی خانقاہ دہلی کے بھی اخراجات اور طالبین و متقیین کی نگہداشت کا شیخ فرید بخاریؒ سے تعلق تھا۔

علامہ حکیم سید عبد الحیٔ صاحب حسنی رائے بریلویؒ نے شیخ فریدؒ کے جو حالات تحریر فرمائے ہیں، ان میں سے اکثر حصے کا ترجمہ بطور خلاصہ حسبِ ذیل ہے:۔

نواب فرید مرتضٰی خاں = اپنے زمانہ میں سیاست، تدبر، اور سخاوت و کرم میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے ــــ اہل فضائل سے محبّت رکھتے تھے اور اعلیٰ امور کے انجام دینے کی طرف میلان تھا ــــ اکبر بادشاہ کے دربار میں درجۂ امارت پر پہونچے اور ترقی کر کے میر بخشی گری کا عہدہ پایا ــــ جہانگیر بادشاہ ہوا تو اُس نے ان کے منصب میں اضافہ کیا۔ صاحب السیف والقلم کا خطاب دیا۔ پھر مرتضٰی خاں کے لقب سے ملقب کیا ــــ گجرات کا (بقیہ ص۵۸ پر)

سمجھ میں نہیں آتا کہ گرامی نامہ کے جواب میں یہ بے سروساماں کوتاہ عمل کیا لکھے، بجز اس کے کہ چند ماثور و منقول فقرے آپ کے جدِ بزرگوار خیر العرب والعجم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومحامد میں

(ص ۵۶ کا بقیہ حاشیہ) حاکم بنایا وہاں چار سال حکومت کی، پھر پنجاب کا حاکم بنایا وہاں مدت العمر حاکم رہے ــــ شیخ فرید بخاریؒ نے شجاعت وسخاوت کو اس طرح جمع کیا تھا کہ اس وقت ان کا اس جامعیت میں کوئی مساوی نہ تھا۔ خوافی نے ماثر الامراء میں لکھا ہے کہ:۔ ان کے دربار کا سائل کبھی نامراد نہیں گیا، اپنے ہاتھ سے فقراء کو درہم و دینار تقسیم فرماتے تھے اور بعض اوقات اپنی قبا، چادر اور جو کچھ پاس ہوتا سب دیدیتے تھے ــــ ایک مرتبہ ایک سائل سات دفعہ ان کے پاس آیا اور ہر دفعہ اس کو عطا فرمایا ــــ بیواؤں، متوکلوں اور اہلِ حاجت کی یومیہ اور سالانہ ہر طریقے پر امداد کرتے تھے ۔ وظائف، فقراء کی حاضری اور غیر حاضری ہر دو صورتوں میں پہونچتے تھے ــــ یتیموں کی کفالت اور پرورش اس طرح کرتے تھے جس طرح باپ پرورش کرتا ہے ــــ یتیموں کے لیے معلمین مقرر کیے تھے ۔ جب یتیم بچے شیخ فریدؒ کی گود میں کھیلتے تھے تو وہ بہت خوش ہوتے تھے ۔ گجرات میں کئی عمارتیں ان کی یادگار ہیں، ان میں سے احمد آباد میں ایک جامع مسجد ہے جو شیخ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ کے مقبرے کے پاس ہے، اور ایک محلہ ہے جو بخارا محلہ کے نام سے موسوم ہے ــــ دہلی کے قریب فرید آباد انہی کا بسایا ہوا ہے، اس میں بڑی بڑی عمارتیں بنوائی تھیں اور سرسبز وشاداب باغات لگوائے تھے ــــ لاہور میں بھی ان کا آباد کیا ہوا ایک محلہ ہے اور ایک حمام ــــ علاوہ ازیں بے شمار سرائیں مختلف شہروں میں بنوائی تھیں ــــ ان کے دسترخوان پر روزانہ پندرہ سو آدمی کھانا کھاتے تھے ــــ علاوہ ازیں اپنے سامنے غریبوں کو راشن تقسیم کراتے اور اُن کے شور وغل سے تنگدل نہ ہوتے تھے ــــ اور یہ جو کچھ لکھا گیا ان کے فضائل کثیرہ میں تھوڑا ہے، اگر تفصیل درکار ہو تو ماثر الامراء کا مطالعہ کیا جائے۔

نزہۃ الخواطر۔ جلد خامس صفحہ ۱۰۲

کتبِ تاریخ وتذکرہ میں شیخ فرید، شیخ فرید دہلوی اور شیخ فرید بخاری تینوں طرح سے مشہور ہیں۔ اکبر نامہ میں وہ شیخ فرید بخشی بیگی تیہی ہیں ــــ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد مکتوبات آپ کے نام ہیں اور سب اہم ہیں۔

ــــــــ (فریدی)

رقم کردے، اور اس سعادت نامہ کو اپنے لیے وسیلۂ نجاتِ اخروی بنائے ــــ اِس توصیف و منقبت کی برکت سے خود میرا کلام قابلِ تعریف بن جائے گا۔

جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے :ــــ ؎

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمدٍ

(یعنی میں اپنے کلام سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح نہیں کر رہا
بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دراصل اپنے کلام کی تعریف کرتا ہوں)

اب منقبتِ رسولِ اکرمؐ لکھتا ہوں ــــ اللہ تعالیٰ مجھے لغزش سے محفوظ رکھے، اور نیک توفیق عطا فرمائے۔

بیشک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمام اولادِ آدمؑ کے سردار ہیں اور قیامت میں تمام انبیاءِ کرامؑ کے مقابلے میں آپؐ کے متبعین زیادہ تعداد میں ہوں گے ــــ آپؐ اللہ کے نزدیک تمام اوّلین و آخرین میں مکرّم و معظّم ہیں ــــ قیامت قائم ہونے پر سب سے پہلے آپ ہی اپنے مرقدِ مبارک سے اٹھیں گے ــــ آپؐ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے، اور آپؐ کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی ــــ سب سے پہلے آپؐ جنّت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے، اور اللہ تعالیٰ اس کو آپ کیلئے کھولے گا ــــ قیامت میں آپؐ لوائے حمد کو اٹھائے ہوئے ہوں گے اور حضرت آدم علیہ السّلام اور ان کے علاوہ سب اُس جھنڈے کے نیچے ہوں گے ــــ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "ہم (میں اور میری امت) ظہور کے لحاظ سے آخر میں ہیں لیکن قیامت کے دن آگے ہوں گے۔ یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا (بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے انعام کا اظہار کرتا ہوں) ــــ میں اللہ کا حبیب ہوں، میں مرسلین و انبیاء کا قائد ہوں اور یہ بات بھی فخراً نہیں کہہ رہا ــــ میں سلسلۂ انبیاء کو ختم کرنے والا آخری نبی ہوں ــــ اِس پر بھی فخر نہیں ــــ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں ــــ اللہ نے انسانی مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان سب سے بہتر پیدا کیا، پھر اس مخلوق کو دو حصّوں (عرب و عجم) میں تقسیم کیا تو مجھے اُن میں سے بہتر میں پیدا کیا۔ پھر قبائل بنائے تو بہترین قبیلے میں مجھے پیدا کیا، پھر اُس قبیلے کی

شاخیں بنائیں تو اُن میں سے مجھے بہترین شاخ میں پیدا کیا۔ پس از روئے نفس اور بہ نظر قبیلہ و بیت میں سب میں بہتر ہوں ——— (یہ مجھ پر اللہ کا انعام ہے) ——— قیامت میں سب سے پہلے قبر سے برآمد ہونے والا میں ہی ہوں گا ——— جب لوگ درگاہِ خداوندی میں آئیں گے تو میں اُن کا قائد ہوں گا ——— جب وہ کلام نہ کر سکیں گے میں کلام کرنے والا ہوں گا، اور جس وقت تمام لوگ میدانِ محشر میں پریشان و محبوس کھڑے ہوں گے میں اُن کی شفاعت (شفاعتِ عمومی) کروں گا۔ جب وہ نااُمید ہو جائیں گے میں ان کو بشارت دینے والا ہوں گا ——— اس روز کرامت و بزرگی اور کلید ہائے جنّت میرے ہاتھ میں ہوں گی ——— ثناءِ حق کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا ——— نزدِ خدا میں تمام فرزندانِ آدم میں گرامی ترین ہوں ...... اور جب قیامت کا دن ہوگا تو میں امام انبیاء، خطیبِ انبیاء، اور صاحب شفاعت ہوں گا۔ اور ان سب خصوصیات پر مجھے کچھ بھی فخر نہیں ہے (بلکہ یہ صرف اظہارِ نعمت کے لیے کہہ رہا ہوں)۔"

(در اصل) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باعثِ تخلیقِ عالم ہیں۔ آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، اور نہ اللہ تعالیٰ (مخلوق پیدا کر کے) اپنی ربوبیت کا اظہار کرتا ——— آپ اُس وقت نبی تھے جب آدم علیہ السّلام کا پتلا بھی تیار نہیں ہوا تھا ——— ؎

نماند بعصیاں کسے در گرو
کہ دارد چنیں سیدِ پیشرو

ایسے عظیم الشان پیغمبرؐ کی تصدیق کرنے والے یقیناً خیر الامم ہونے چاہئیں ——— چنانچہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (الآیہ) (یعنی تم بہترین امت ہوئے تصدیق کنندگانِ مصطفےٰ! جس کو لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کیا گیا ہے) ——— کا امتیاز اُن کے لیے "نقدِ وقت" ہے۔ اس کے مقابلے میں آنحضرتؐ کی تکذیب کرنے والے بدترین بنی آدم ہیں ——— آیۂ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّ نِفَاقًا (یعنی منکر بد و سخت ترین ہیں کفر اور نفاق میں) ——— ایسے لوگوں کی نشاندہی کر رہی ہے ——— دیکھا چاہئے کس خوش نصیب کو اتباعِ سنّت کی دولت سے نوازتے ہیں اور متابعت شریعت سے سرفراز کرتے ہیں ——— اس (پُر آشوب) زمانہ میں کئے ہوئے اس "عملِ قلیل" کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی تصدیق کے ساتھ انجام دیا جائے "عملِ کثیر" کے درجہ میں

رکھا جائے گا۔

اصحابِ کہف نے جو اعلیٰ درجات حاصل کیے وہ صرف ایک نیکی کی بنا پر ہی تو حاصل کیے تھے (جو بر وقت ہوئی تھی) اور وہ نیکی نورِ ایمان و یقین کے ساتھ ہجرت تھی، ایسے وقت میں جبکہ معاندین و مخالفینِ حق کا غلبہ ہو رہا تھا ـــــ مثال کے طور پر لکھتا ہوں کہ سپاہی اگر دشمنوں کے غلبے کے زمانے میں (وفاداری کے ساتھ) تھوڑی سی جدوجہد بھی کرتے ہیں تو وہ جدوجہد بہت ہی نمایاں و قابلِ قدر ہوتی ہے برخلاف زمانۂ امن کے اس زمانہ کی جدوجہد اور وفاداری کا ویسا اعتبار نہیں ہوتا! ـــــ علاوہ ازیں چونکہ آں سرورؐ محبوبِ رب العٰلمین ہیں اس لیے آپ کے تبعین، متابعت کے طفیل میں محبوبیت کے مرتبے پر فائز ہوتے ہیں ـــــ قاعدہ ہے کہ محب، جس کسی کو اپنے محبوب کے اخلاق و شمائل پر دیکھتا ہے اس کو محبوب رکھتا ہے ـــــ مخالفینِ دین کی بدبختی کا بھی یہیں سے اندازہ کرنا چاہیئے ـــــ ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او

اگر ہجرت ظاہری میسر نہیں تو "ہجرت باطنی" کو بہت زیادہ ملحوظ رکھا جائے کہ لوگوں کے ساتھ بظاہر تو رہیں اور درحقیقت اُن کے ساتھ نہ ہوں (اُن کا غلط رنگ قبول نہ کریں) اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے آباءِ کرام کے راستے پر ثابت قدم رکھے ـــــ علیہم السّلام الیٰ یوم القیامہ۔

مکتوب (۴۵) ـــــ سیادت پناہ شیخ فرید کے نام ـــــ

[یہ مکتوب بعد وفات پیر و مرشد جامعیتِ انسان اور فضائل رمضان کے بیان میں تحریر فرمایا گیا ہے۔]

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے آباءِ کرام کے طریقے پر ثابت قدم اور موجباتِ تاسف سے محفوظ رکھے ـــــ "المرءُ مع من احبّ" (انسان اس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھتا ہے) اس حدیث کی رو سے دوستانِ خدا، خدا کے ساتھ ہیں ـــــ البتہ بدن کا تعلق (دنیاوی زندگی) اس معیت و اتصال کے لیے کچھ مانع ہے ـــــ اس پیکرِ جسمانی سے جدا ہونے کے بعد (بعدِ موت) تمام تر قرب اندر قرب اور وصال در وصال حاصل ہو جاتا ہے۔ الموتُ جسرٌ یوصِلُ الحبیبَ،

الی الحبیب (موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے) ــــــ یہ مقولہ اسی معنی کا بیان ہے
اور آیۂ قرآنی ــــــ مَنْ کَانَ یَرْجُوْ لِقَاءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ (جو اللہ کی ملاقات کی توقع
رکھتا ہے پس وعدۂ خدا البتہ آنے والا ہے) ــــــ جو کہ در اصل مشتاقوں کے لیے پیغام تسلی ہے ــــــ
اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے ــــــ لیکن ہم پسماندگان کا حال بزرگوں کی صحبت و حضوری
کی دولت حاصل ہوئے بغیر ــــــ خراب و خستہ ہے ــــــ رہا روحانیتِ اکابر سے فائدہ اُٹھانے
کا معاملہ ــــــ وہ شرائط کے ساتھ مشروط ہے، ہر کسی کو اُن شرائط کے پورا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔
مگر اللہ کا شکر ہے کہ باوجود اس حادثۂ جانکاہ (وفاتِ حضرت خواجہ باقی باللہؒ) کے ان فقرائے
بے سروپا کے (ظاہری اسباب کے لحاظ سے) ایک مُربّی و مُعین سرورِ دین و دنیا صلے اللہ علیہ وسلم
کی اولاد میں سے (شیخ فریدؒ) موجود ہیں جو اس سلسلۂ نقشبندیہ کی جمعیت کا سبب بن گئے ہیں ــــــ
بیشک یہ نسبت علیہ اس ملک میں بہت ہی نادر و اجنبی سی ہے اور اس کے حامل اس علاقے میں
اقلِ قلیل ہیں، مگر چونکہ وہ (بطریقِ اہلِ بیت حضرت صدیق اکبرؓ تک منتہی ہو کر) اہلِ بیت سے
منسوب ہیں اس لیے اس کا مربی ظاہر بھی اہلِ بیت میں سے ہونا مناسب ہے ...... آدمی
جس طرح جمعیتِ باطن کا محتاج ہے جمعیتِ ظاہری کا بھی محتاج ہے بلکہ یہ دوسری احتیاج
مقدم ہے (ورنہ ــــــ پراگندہ روزی پراگندہ دل) ــــــ انسان تمام خلائق میں سب سے
زیادہ محتاج واقع ہوا ہے اور یہ شدتِ احتیاج اس کے اندر اس کی جامعیت کی وجہ سے آئی ہے ــــــ
جتنا اور سب مخلوق کو درکار ہے اتنا اس ایک انسان کو درکار ہے ــــــ اور جس چیز کا وہ محتاج ہے
اس سے تعلق بھی رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کے تعلقات سب مخلوق سے زیادہ ہیں اور ہر تعلق،
جنابِ قدس سے روگردانی کو مستلزم ہے ــــــ پس اس حیثیت سے جمیع خلائق میں بدترین بھی
یہی انسان ہے ــــــ اور حال یہ ہے کہ اس کی جامعیت ہی جمیع خلائق سے فضلیت کا باعث
بنی ہوئی ہے، اس لحاظ سے اس کا آئینہ اتم و اکمل ہے، جو کچھ تمام مخلوقات کے آئینوں میں ظاہر
ہوتا ہے اس ایک آئینے میں وہ سب کچھ آشکارا ہے ــــــ لہذا ایک حیثیت سے انسان بہترین
خلائق ہوا، اور دوسری حیثیت سے بدترین موجودات ...... اس میں شک نہیں کہ توفیقِ خداوندی
ان فقراء کی جمعیت ظاہری کے کفیل آپ ہیں اور جمعیت باطنی میں بھی الولد سرّ لابیہ (بیٹا، باپ کا

آئینہ دار ہوتا ہے) کی رو سے اُمیدواری تمام ہے ـــــ چونکہ عنایت نامہ گرامی ماہ رمضان میں صادر ہوا ہے اس لیے دل میں آیا کہ رمضان المبارک کے کچھ فضائل بھی لکھ دیے جائیں ـــــ رمضان کا مہینہ ایک عظیم الشان مہینہ ہے ـــــ اس مہینے میں جو عبادات نافلہ از قسم نماز و ذکر و صدقہ ادا ہوتی ہیں وہ ثواب میں دوسرے ایام کے فرضوں کی برابر ہیں ـــــ اور اس ماہ میں ایک فرض ادا کرنا دوسرے مہینے کے ستر فرضوں کے مساوی ہوتا ہے ـــــ اس ماہ میں جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کراتا ہے اس کی گردن آتش دوزخ سے آزاد کر دی جاتی ہے ـــــ اور اس افطار کرانے والے کو اس روزہ دار کے اجر کے مثل عطا فرماتے ہیں بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کوئی نقصان واقع ہو ـــــ جو شخص اس ماہ مبارک میں اپنے مملوک و ملازم کے کاموں میں تخفیف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرماتا ہے اور دوزخ سے رہا کرتا ہے ـــــ ماہ رمضان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قیدیوں کو رہا فرما دیتے تھے اور جو کوئی جس شے کا سوال کرتا عطا فرماتے ـــــ جس شخص کو اس ماہ میں اعمالِ صالحہ کی توفیق ہو جاتی ہے، تمام سال توفیق اس کے شاملِ حال رہتی ہے ـــــ اگر یہ مہینہ کوتاہ عملی میں گزر گیا تو تمام سال کوتاہی رہتی ہے ـــــ حتی المقدور اس ماہ میں جمعیت قلب کی کوشش کرنا چاہیئے اور اس ماہ کو غنیمت سمجھنا چاہیئے ـــــ اس ماہ میں دربائے بہشت کو کشادہ کیا جاتا ہے اور دربائے دوزخ کو بند ـــــ شیاطین کو اس ماہ میں جکڑ کر بند کر دیا جاتا ہے ـــــ افطار میں (بعد غروب) جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا سنّت ہے ـــــ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس بارے میں بہت اہتمام فرماتے تھے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تاخیر سحری اور تعجیل افطار میں بندے کے عجز و احتیاج کا اظہار ہوتا ہے اور یہ امر مقام بندگی کے بہت مناسب ہے ـــــ خرما سے افطار کرنا سنّت ہے ـــــ آنحضرت افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے ـــــ ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی (یعنی پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہو گئیں، اور اجر بھی اللہ نے چاہا تو ثابت و مقرر ہو گیا) ـــــ ادائے تراویح اور ختم قرآن اس ماہ میں سنت موکدہ ہے۔ اس سے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان باتوں کی توفیق دے۔۔ حضرت قبلہ گاہی (حضرت خواجہ باقی باللہ) فرمایا کرتے تھے کہ: "حقوقِ شیخ فریدؒ ہم سب پر لازم ہیں (کیونکہ دراصل

اس جمعیت باطنی کے باعث وہی ہیں" ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیشہ توفیقِ اعمالِ حسنہ عنایت فرمائے۔
بحرمۃ النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔

مکتوب (۴۶) ـــــ سیادت پناہ شیخ فرید بخاری کے نام۔

[اس بیان میں کہ وجودِ باری، توحیدِ باری، رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام وہ احکام جو آنحضرتؐ اللہ کی طرف سے لیکر آئے سب کے سب بدیہی ہیں، کسی نظر و دلیل کے محتاج نہیں ـــــ]

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے آباءِ کرام کے راستے پر ثابت قدم رکھے ـــــ وجودِ باری تعالیٰ اور ایسے ہی توحیدِ باری، بلکہ نبوتِ محمد رسول اللہؐ بھی، بلکہ تمام وہ احکام جن کو آنحضرتؐ اللہ کی طرف سے لے کر آئے سب کے سب بدیہی ہیں ـــــ اگر قوتِ مدرکہ "آفاتِ ردیہ" اور "امراضِ معنویہ" سے محفوظ ہے، تو ان اُمورِ بالا کے اثبات کے لیے کسی فکر اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

نظر و فکر کی ضرورت تو اس وقت تک ہے جب تک علت و آفت کا وجود ہے ـــــ مرضِ قلبی سے نجات ملنے کے بعد اور آنکھوں سے پردہ اُٹھنے کے بعد یہ امور سب کے سب بدیہی ہیں۔ مثال کے طور پر اس شخص کو پیش کیا جا سکتا ہے جس پر صفرا کا غلبہ ہے وہ جب تک بیماریِ صفرا میں گرفتار ہے، قند و نبات کی شیرینی اس کے نزدیک محتاجِ دلیل ہے لیکن جوں ہی مرض سے نجات مل گئی اس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی .. .. یہ بات مسلّم ہے کہ استدلال کا میدان بہت تنگ ہے اور دلیل کے راستے سے یقین حاصل ہونا بہت مشکل ہے ـــــ پس ایمانِ یقینی حاصل کرنے کے لیے مرضِ قلبی کا دور کرنا لازمی ہے ـــــ صفراء کے ایک مریض کے لیے مرضِ صفراء کا دُور کرنا ـــــ شیرینیِ قند کا یقین حاصل کرنے کے لیے زیادہ ضروری ہے بمقابلہ اس کے کہ شیرینیِ قند کے یقین کے لیے دلیل قائم کرے۔ بھلا اس کو دلیل کے ذریعے کس طرح یقین حاصل ہو گا، اس کا ذائقہ تو مرضِ صفراء کی بناء پر قند و شکر کے اندر تلخی کا حکم لگا رہا ہے ـــــ اسی طرح اس مسئلے کو جس کا ذکر کیا جا رہا ہے سمجھئے ـــــ نفسِ امارہ بالذات احکامِ شرعیہ کا منکر ہے پس ان احکامِ صادقہ کے یقین کو حاصل کرنا باوجود انکارِ وجدان بہت ہی دشوار ہے ـــــ لہٰذا نفس کا تزکیہ ضرور ہوا ـــــ یقین بغیر تزکیہ کے حاصل کرنا مشکل ہے ـــــ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (یعنی فلاح یاب اور

کامیاب ہوا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور ٹوٹے میں رہا وہ جس نے اس کو پستی میں ڈالا) ـــــ پس ثابت ہوا کہ اس شریعتِ ظاہرہ وطاہرہ کا منکر ایسا ہی ہے جیسا کہ حلاوتِ نبات وقند کا منکر۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

اگر کوئی نابینا ہے تو آفتاب کا کیا قصور؟ ـــــ سیر و سلوک، تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب سے مقصود آفاتِ معنویہ اور امراضِ قلبیہ کا ازالہ ہے تاکہ حقیقتِ ایمان حاصل ہو جائے ـــــ آیتِ کریمہ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ (یعنی ان منافقین کے دلوں میں مرض ہے) اس مرضِ قلبی کا پتہ دے رہی ہے ـــــ آفاتِ معنویہ کی موجودگی میں اگر ایمان ہے بھی تو ظاہری ایمان ہے اور بس ـــــ اس لیے کہ نفسِ امارہ ایمان کے خلاف حکم لگا رہا ہے ـــــ اور اپنے کفر کی حقیقت پر اصرار کر رہا ہے ـــــ اس ایمانِ ظاہری اور تصدیقِ صوری کی مثال ایسی ہے جیسا کہ صفراء والے کو حلاوتِ قند و نبات کا ظاہری یقین ہو جائے، درآنحالیکہ خود اُس کا ذوق و وجدان اس کے یقین کے خلاف گواہی دے رہا ہے ـــــ اس کو تو شیرینی کا یقینِ حقیقی اسی وقت حاصل ہوگا جب مرضِ صفراء کی جڑ کٹ جائے گی ـــــ اسی طرح تزکیۂ نفس اور اطمینانِ نفس کے بعد حقیقتِ ایمان ظہور پذیر ہوتی ہے اور وجدانی بنتی ہے ـــــ ایسا ایمان زوال سے محفوظ رہتا ہے ـــــ آیۂ :- اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (آگاہ ہو بیشک اللہ کے دوستوں پر خوف و حزن نہیں ہوگا) ایسے ہی لوگوں کی شان میں ہے ـــــ اللہ تعالیٰ ہم کو ایسے ہی ایمانِ کامل سے مشرف فرمائے بحرمۃ النبی الامی صلے اللہ علیہ وسلم۔

مکتوب (۴۷) ـــــ سیادت پناہ شیخ فرید بخاریؒ کے نام۔

[عہدِ اکبری کی شکایت میں، اور اس بارے میں کہ بادشاہت کے اس نئے دور (عہدِ جہانگیری) میں شریعت کی ترویج کی جدوجہد میں دیر نہ کی جائے۔]

اللہ تعالیٰ آپ کو جادۂ آباءِ کرام پر ثابت قدم رکھے ـــــ بادشاہ کی مثال عالم کے اندر ایسی ہے جیسا کہ دل بدن کے اندر ہے، اگر دل صحیح ہے بدن صحیح ہے، اور دل فاسد ہے تو بدن بھی فاسد ہے ـــــ درستیٔ بادشاہ دراصل درستیٔ عالم ہے، اور بادشاہ کا بگڑنا عالم کا بگڑنا ہے ـــــ آپ واقف ہیں کہ دورِ ماضی (عہدِ اکبری) میں اہلِ اسلام پر کیا کچھ گزری ہے ـــــ اہلِ اسلام کی

خرابی ابتدائے اسلام میں باوجود انتہائی کس مپرسی کے اس سے آگے نہ بڑھی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر قائم رہیں اور غیر مسلم اپنے دین پر لکم دینکم ولی دین ـــــ سے یہ بات ظاہر ہے ـــــ گردورِ گذشتہ (عہدِ اکبری) میں مخالفین اسلام کھلم کھلا بطور غلبہ دار اسلام میں احکام کفر جاری کرتے تھے، اور مسلمان احکام اسلام کے اظہار سے عاجز تھے، اگر اظہار کی جرأت کرتے تھے قتل ہوجاتے تھے۔ واویلا، وامصیبتا، واحسرتا، واحزنا ـــــ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جوکہ محبوبِ ربّ العالمین ہیں، ان کی تصدیق کرنے والے ذلیل وخوار تھے اور ان کے منکر درجۂ عزت واعتبار پر فائز تھے ـــــ مسلمان اپنے زخمی دلوں کے ساتھ غمگساریِ اسلام میں تھے اور معاندین مذاق اور تمسخر سے ان کے زخموں پر نمک چھڑکتے تھے ـــــ آفتاب ہدایت، ضلالت کے پردے میں چھپ گیا تھا، اور نورِ حق، باطل کے حجاب میں یکسو ہوگیا تھا ـــــ اس زمانہ میں کہ جب مانعِ دولتِ اسلام کے زائل ہونے کی خوشخبری اور بادشاہِ اسلام کے جلوس کا مژدہ ہر خاص وعام کے کان میں پہونچا ہے۔ اہلِ اسلام لازم جانتے ہیں کہ بادشاہ کے ممد ومعاون ہوں اور ترویج شریعت اور تقویت ملت کی راہ دکھائیں ـــــ یہ امداد وتقویت خواہ زبان سے ہو یا ہاتھ سے (بہرحال ہونی چاہیئے) ـــــ سب سے بڑی مدد مسائلِ شرعیہ کی وضاحت اور اظہارِ عقائد کلامیہ "بطور کتاب وسنت واجماع" ہے تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان میں آکر دین کا راستہ نہ لوٹ سکے اور کام نہ بگڑے ـــــ یہ امداد اُن علماءِ حق کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ آخرت کی طرف رُخ رکھتے ہیں ـــــ علماءِ دنیا جوکہ اپنا نصب العین صرف دنیا کو بنائے ہوئے ہیں اُن کی تو صحبت بھی زہر قاتل ہے، اور ان کا فساد فسادِ متعدی ہے ـــــ ؎

عالم کہ کامرانی وتن پروری کند[1]

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

زمانۂ گزشتہ میں جو مصیبت اہلِ اسلام کے سر پر آئی وہ ان علماءِ سوء کی نحوست ہی کا کرشمہ تھا۔ بادشاہوں کو بھی علماءِ سوء راہِ راست سے ہٹا دیتے ہیں ـــــ بہتر فرقے جنھوں نے

---

[1] جو عالم کہ کامرانی اور تن پروری کرتا ہے وہ خود گم ... سں دوسرے کی رہنمائی کیسے کرسکتا ہے؟۔

راہِ ضلالت اختیار کی ان کے سربراہ اور سرغنہ یہی علماءِ سوء تھے ـــــــ علماءِ سوء کے علاوہ جو بھی راہِ ضلالت پر چلا اس کا بگاڑ بہت کم دوسروں تک متعدی ہے ـــــــ اگر کوئی شخص باوجود ہر قسم کی استطاعت و طاقت کے امدادِ دین میں کوتاہی کرے گا اور اس کوتاہی کے نتیجہ میں کارخانۂ اسلام میں خلل واقع ہوگا تو وہ کوتاہی کرنے والا اللہ کے عتاب میں مبتلا ہوگا۔ اس بنا پر یہ قلیل البضاعۃ بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دولتِ اسلام کے معاونین کی جماعت میں رکھے اور اس بارے میں کچھ ہاتھ پاؤں مارے ـــــــ من کثر سواد قوم فھو منھم (جو جس جماعت کی تعداد میں اضافہ کرے وہ اسی میں سے ہے) اس حدیث کی رو سے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اس بے استطاعت کو بھی جماعتِ کرام (معاونینِ اسلام) میں داخل کر دیں ـــــــ اپنی مثال اُس بڑھیا کی سی سمجھتا ہوں جس نے ایک سوت کی انٹیا لے کر خود کو حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے خریداروں کی فہرست میں شامل کر لیا تھا ـــــــ امید ہے کہ عنقریب انشاء اللہ العزیز آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کروں گا ـــــــ آپ کی بلندیِ مرتبہ سے اُمید ہے کہ جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے پوری طاقت دی ہے، اور بادشاہ کا قرب نصیب فرمایا ہے، تو خلوت و جلوت میں برابر ترویجِ شریعتِ محمدی کے سلسلے میں کوشاں رہیں گے، اور مسلمانوں کو ذلت و خواری اور پستی سے نکالیں گے۔

مکتوب (۴۸) ـــــــ سیادت پناہ، شیخ فرید بخاریؒ کے نام

[علماء و طلباءِ علومِ دین کی قدر و منزلت میں ـــ]

اللہ تعالیٰ دشمنوں کے مقابلے میں آپ کی مدد کرے بحرمۃ سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم ـــــــ مرحمت نامہ گرامی جو فقراء کو بھیجا گیا تھا اُس کے مطالعہ سے مشرف ہوا ـــــــ مولانا محمد قلیچ کے خط میں آپ نے لکھا تھا: "کچھ خرچ طالب علموں اور صوفیوں کے لیے بھیجا گیا" ـــــــ اس عبارت میں طالب علموں کی تقدیم صوفیوں پر بہت زیبا معلوم ہوئی ـــــــ الظاہر عنوان الباطن (ظاہر باطن کا عنوان ہوتا ہے) کے اعتبار سے اُمید ہے کہ آپ کے باطن میں بھی طلباءِ علمِ دین کی جماعت تقدیم رکھتی ہوگی۔ کوزے سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اس میں ہوتی ہے ـــــــ ع

از کوزہ بروں ہماں تراود کہ در وست

طالب علموں کے مقدم رکھنے میں شریعت کی ترویج پوشیدہ ہے ـــــــ حاملانِ شریعت

یہی لوگ ہیں ـــــ ملّتِ مصطفویّہ اسی جماعت کے ذریعے قائم ہے ـــــ قیامت میں شریعت کے متعلق سوال کیا جائے گا، تصوّف کے متعلق نہیں ـــــ جنّت کا داخلہ اور آتشِ دوزخ سے نجات، شریعت ہی کی پابندی سے وابستہ ہے ـــــ انبیاء علیہم السّلام جو کہ بہترینِ کائنات ہیں انھوں نے شرائع کی دعوت دی ہے اور مدارِ نجات اسی پر ہے، اور انبیاء کی بعثت کا مقصد بھی تبلیغِ شرائع ہی ہے۔ پس سب سے بڑی نیکی ترویجِ شریعت میں سعی کرنا اور اس کے احکام میں سے کسی حکم کا زندہ کرنا ہے، بالخصوص ایسے زمانے میں کہ شعائرِ اسلام منہدم ہو گئے ہوں ـــــ راہِ خدا میں کروڑوں روپیہ خرچ کرنا بھی مسائلِ شرعیہ میں سے کسی ایک مسئلہ کو رواج دینے کے برابر نہیں ہے ـــــ اس لیے کہ مسئلہ شرعی کے رواج دینے میں انبیاء کی اقتداء اور پیروی اور ان کے کارِ تبلیغ میں مشارکت ہے ـــــ ظاہر ہے کہ وہ مخلوقات میں بزرگ ترین ہیں اور کامل ترین حسنات انھیں کے لیے ثابت و مسلّم ہیں ـــــ کروڑوں روپیہ خرچ کرنا تو انبیاء کے علاوہ دوسروں کو بھی میسر ہو سکتا ہے ـــــ علاوہ ازیں ادائیگی شریعت میں نفس کی پوری پوری مخالفت ہوتی ہے اس لیے کہ شریعت برخلافِ نفس واقع ہوئی ہے، لیکن مال کے خرچ کرنے میں کبھی نفس، موافقت بھی کر لیتا ہے ـــــ ہاں تائیدِ شریعت اور ترویجِ ملت کے لیے مال خرچ کرنا بہت بلند مرتبہ رکھتا ہے، ایک جیتل (پیسہ) کو ترویج و اشاعت دین کی نیت سے خرچ کرنا بغیر نیت کے لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کے برابر ہے ... ... وہ شخص جس سے بہت سوں کی نجات وابستہ ہو ظاہر ہے کہ اُس شخص سے بہتر ہو گا جو اپنی نجات ہی فکر رکھتا ہو ـــــ البتہ وہ صوفی جو "فنا و بقا" کے بعد اور سیر عن اللہ اور سیر باللہ کے مقام طے کرنے کے بعد عالم میں گشت لگائے اور دعوتِ خلق کی طرف متوجہ ہو کر مقامِ نبوت سے حصّہ رکھتا ہو ـــــ داخل مبلغانِ شریعت ہے اور وہ حکم علمائے شریعت رکھتا ہے ـــــ ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم (یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ بڑے فضل والا ہے)۔

مکتوب (۵۰) ـــــ شیخ فرید بخاریؒ کے نام ـــــ

[مذمتِ دُنیا میں]

حق سُبحانہ و تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزادی عطا فرما کر بس اپنا ہی پابند بنا لے ـــــ

بحرمتہ سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم ——— دنیا بظاہر شیریں ہے اور صورۃً تازگی رکھتی ہے، لیکن فی الحقیقت ایک زہر ہے قاتل ——— اور ایک متاع ہے باطل ——— اور ایک گرفتاری ہے بے سود ——— اس کا مقبول خوار ہے، اور اس کا فریفتہ مجنوں ——— یہ سونے کے ورق سے لپٹی ہوئی نجاست کے مانند ہے اور ایسے زہر کی مثل ہے جس میں شکر آمیختہ ہو ——— عاقل وہ ہے جو اِس کھوٹی پونجی پر نہ ریجھے اور خراب مال میں گرفتار نہ ہو ——— فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال عاقلِ زمانہ کو دینا ——— تو ایسے شخص کو وہ مال دیا جائے جو دنیا کی طرف راغب نہ ہو، اور یہ بے رغبتی اس کی انتہائی عقلمندی کی دلیل ہے۔ ۔۔ ۔۔

مکتوب (۵۱) ——— شیخ فرید بخاریؒ کے نام ———

حق سُبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے وجود شریف کے ذریعے ارکانِ شریعت اور احکامِ ملت قوت گیر اور رواج پذیر ہوں ——— ع

کار این است وغیر ایں ہمہ ہیچ

آج ضعفاءِ اہلِ اسلام کو اِس زبردست طوفانِ گمراہی میں اُمیدِ نجات، اہلبیتِ خیرالبشرؐ سے ہے ——— آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ۔ مثل اھلِ بیتی کمثلِ سفینۃِ نوحٍ من رکبھا نجا ومن تخلّف عنھا ھلك (میرے اہلبیت کی مثال کشتیِ نوحؑ کی سی ہے جو شخص اُس پر سوار ہوا وہ نجات پاگیا اور جس نے اُس سے کنارہ کشی کی وہ ہلاک ہوگیا) ——— آپ اپنی ہمتِ عالی کو تمام تر اِس جانب لگائیں کہ اِس سعادتِ عظمیٰ (امداد واعانت دین کی دولت) کو حاصل کرلیں ——— اللہ کی عنایت سے آپ کو جاہ وجلال اور عظمت وشوکت سب کچھ میسر ہے۔ اگر شرفِ ذاتی کے ساتھ ساتھ ترویجِ شریعت بھی آپ کے ذریعے ہوگی، تو آپ بو سیلۂ چوگانِ سعادت، گوئے سبقت لیجائیں گے۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

مکتوب (۵۲) ——— شیخ فرید بخاریؒ کے نام ———

[نفسِ امّارہ کی مذمت میں]

آپ نے از روئے مہربانی جس مرحمت نامۂ گرامی سے اِس دعاگو کو ممتاز فرمایا تھا اُس کے مطالعے سے مشرف ہوا ——— اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے، آپ کی عزت میں اضافہ کرے

آپ کو شرح صدر نصیب کرے اور آپ کے کاموں کو آسان کر دے ـــــ بحرمتِ نبیِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم ـــــ اور ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و باطنی متابعت پر ثابت قدم رکھے ـــــ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو اس دعا پر آمین کہے۔

چند فقرے ایک مصاحب بدذات اور ندیم بدخو (یعنی نفسِ امارہ) کی مذمت میں لکھے جاتے ہیں، اُمید کہ قبولیت کے کانوں سے سُنے جائیں گے۔

مخدوما! انسان کا نفسِ امارہ حبِ جاہ و ریاست پر مخلوق ہوا ہے، اور اس کی تمام تر توجہ یہ ہے کہ اپنے اقران و اماثل پر بلندی حاصل ہو جائے، وہ یہ چاہتا ہے کہ تمام مخلوق اس کی محتاج و مطیع ہو اور وہ خود کسی کا محتاج و محکوم نہ ہو (درحقیقت) یہ نفس کی طرف سے ایک قسم کا دعویٰ الوہیت ہے اور خدائے بے ہمتا جل شانہٗ کے ساتھ شرکت ڈھونڈھنا ہے ـــــ بلکہ یہ نفسِ بے سعادت شرکت پر بھی راضی نہیں ہے، وہ تو یہ چاہتا ہے کہ صرف وہی حاکم ہو اور سب صرف اس کے محکوم ہوں... لہذا نفس کے مرادات، جاہ و ریاست وغیرہ حاصل کرا کے اس کی پرورش کرنا فی الحقیقت دشمنِ خدا کی امداد کرنا ہے اور اس کو تقویت دینا ہے ـــــ اس امر کی قباحت اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئیے۔

حدیثِ قدسی میں وارد ہوا ہے ـــــ الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فی شیئٍ منہما ادخلتہ فی النار ولا اُبالی (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ برتری میری چادر ہے اور عظمت و بزرگی میری ازار ہے، پس جو کوئی مجھ سے ان دو چیزوں کے بارے میں منازعت کرے گا میں اس کو آتشِ دوزخ میں داخل کر دوں گا اور کچھ پرواہ نہ کروں گا) ـــــ دنیا اسی بنا پر اللہ کے نزدیک ملعون و مبغوض ہے کہ اس کا حاصل ہونا نفس کی مُرادوں کے حصول کا معاون ہے ـــــ پس جو دشمن کو مدد دے گا یقیناً لعنت کا مستحق ہو گا۔

فقر جو فخرِ محمدیؐ قرار پایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فقر میں نامرادیِ نفس اور عاجزیِ نفس حاصل ہوتی ہے ـــــ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اور تکلیفاتِ شرعیہ کی حکمت بھی نفسِ امارہ کو عاجز اور خراب و خستہ کرنا ہے ـــــ شریعتیں ہوائے نفسانی کو دُور کرنے کے واسطے وارد ہوئی ہیں ـــــ جو شخص جتنا مقتضائے شریعت پر عمل کرے گا اُسی قدر خواہشِ نفسانی کو زائل

کرے گا ـــــ اسی بناء پر ہوائے نفسانی کے ازالے کے لیے احکام شرعیہ میں سے کسی ایک حکم کا بجالانا ایسے ہزار سالہ ریاضات و مجاہدات سے بہتر ہے جو اپنی رائے سے کیے جائیں ـــــ ایسے ریاضات و مجاہدات جو شریعت کے تقاضے کے مطابق نہ ہوں، ہوائے نفسانی کو تقویت دیا کرتے ہیں ـــــ برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضات و مجاہدات میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے مگر اُن کو فائدہ کچھ بھی نہ ہوا، البتہ نفس کو تقویت ضرور حاصل ہو گئی ـــــ شریعت کے مطابق تھوڑی سی رقم (باقاعدہ) زکوٰۃ میں نکالنا نفس کو پامال کرنے کے لیے اتنی مفید ہے کہ اپنی رائے سے یوں ہی ہزار دینار خرچ کر دینا اتنا مفید نہیں ہے ـــــ خواہشِ نفس توڑنے کے لیے حکمِ شریعت کے ماتحت عید الفطر کے دن کھانا کھا لینا اپنی مرضی سے سالہا سال نفلی روزے رکھنے سے بھی زیادہ نافع ہے ـــــ اور صبح کی دو رکعت نماز جماعت سے ادا کرنا ایک مستقل سنّت کا انجام دینا ہے اور یہ عمل ثواب میں اس سے کہیں زیادہ ہے کہ تمام رات صلوٰۃ نافلہ ادا کرتا رہے اور صبح کی نماز بے جماعت ادا کرے ـــــ حاصل کلام یہ ہے کہ جب تک نفس کا تزکیہ نہ ہو گا اور اس کے اندر سے تکبّر کا مالیخولیا نہ جائے گا ـــــ نجات محال ہے ـــــ اس مرض کے ازالے کی فکر بہت ضروری ہے تاکہ بات موتِ ابدی تک نہ پہونچے ـــــ کلمۂ طیّبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ جو تمام آفاقی و انفسی معبودانِ باطل کی نفی کے واسطے وضع کیا گیا ہے، نفس کے تزکیے اور تطہیر کے حق میں بہت نافع اور مناسب ہے ـــــ اکابرِ طریقت نے تزکیۂ نفس کے لیے اِسی کلمۂ طیّبہ کو اختیار کیا ہے ـــــ ؎

تا بجاروبِ "لا"[1] نروبی راہ

نہ رسی در سرائے "اِلّا اللّٰہ"

جب بھی نفس، مقامِ سرکشی میں آئے اور نقضِ عہد کرے تو اِس کلمے کی تکرار سے تجدیدِ ایمان کرنا چاہیئے ـــــ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ :- لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ کر اپنے ایمان کو تازہ کر لیا کرو ـــــ بلکہ اس کلمے کی تکرار ہمہ وقت ہونا ضروری ہے، اِس لیے کہ نفسِ امّارہ برابر خباثت پر اُترا رہتا ہے۔

---

[1] تو جب تک لا (نفی) کی جھاڑو سے راستہ صاف نہ کرے گا اِلا اللہ کے محل تک نہیں پہونچ سکتا ۔۱۲

حدیث میں اِس کلمے کی فضیلت میں آیا ہے کہ اگر تمام آسمان اور تمام زمینیں ایک پلّے میں رکھی جائیں اور کلمۂ طیبّہ کو دوسرے پلّے میں رکھیں تو یقیناً کلمے والا پلّہ جھک جائے گا۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ الصّلوٰت والتّسلیمات

مکتوب (۵۳) ـــــ شیخ فرید بخاریؒ کے نام ـــــ

[اختلافِ علماءِ سوء، موجبِ فسادِ عالم ہے]

سنا گیا ہے کہ بادشاہِ اسلام (جہانگیر) نے اپنے اسلامی حُسنِ باطن کی بنا پر آپ سے فرمایا ہے کہ آپ چار ایسے دیندار عالم مہیا کریں جو حاضر رہ کر مسائل شرعیہ کو بیان کیا کریں تاکہ کوئی امر خلافِ شرع واقع نہ ہو ـــــ الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذٰلک ـــــ مسلمانوں کو اِس سے بہتر کیا بشارت اور "ماتم زدگان" کو اِس سے اچھی کیا خوش خبری ہو سکتی ہے ـــــ چونکہ فقیر اسی (دینی) غرض سے آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے چنانچہ مکرر اس امر کا اظہار بھی کیا جا چکا ہے، لہٰذا ضرورۃً (اب بھی) اس بارے میں کہنے اور لکھنے سے اپنے آپ کو معاف نہیں رکھوں گا اُمید کہ مجھے معذور قرار دینگے صاحب الغرض مجنون (صاحبِ غرض مجنون ہوتا ہے)۔ بنا بریں معروض ہے کہ ایسے علماءِ دیندار جو حبِ جاہ اور حبِ ریاست سے علیحدہ ہوں اور ترویج شریعت اور تائیدِ ملّت کے علاوہ کوئی اور مطلب نہ رکھتے ہوں تعداد میں بہت قلیل ہیں ـــــ اگر ان میں حبِ جاہ ہوئی تو ہر ایک کوئی نہ کوئی ڈگر اختیار کر کے اپنی فضیلت کا اظہار کرے گا، اختلافی مسائل درمیان میں لائے گا اور اس طرز کو بادشاہ کے قرب کا ذریعہ بنائے گا، لامحالہ دین کی مہم ابتر ہو جائے گی ـــــ زمانۂ گزشتہ (عہدِ اکبری) میں علماءِ سوء کے اختلافات نے ہی دنیا کو بلا میں ڈالا تھا ـــــ اب بھی صحبتِ علماءِ سوء کا اندیشہ درپیش ہے ـــــ ایسی صورت میں ترویج دین کیا خاک ہوگی اُلٹی تخریبِ دین ہو جائے گی ـــــ میں علماءِ سوء کے فتنے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں ـــــ علماءِ آخرت میں سے کوئی عالم میسّر آجائے تو اس سے اچھی کیا بات ہے، اس کی صحبت کبریتِ احمر کا حکم رکھتی ہے ـــــ اگر وہ میسّر نہ آئے تو غور و فکر کے بعد علماء میں سے کسی بہتر و غنیمت عالم کا انتخاب کر لیا جائے ـــــ اگر کُل میسر نہ آئے تو کُل کو ترک بھی نہ کیا جائے میں نہیں سمجھتا کہ اس بارے میں سوائے اس کے اد

کیا لکھوں کہ جس طرح خلائق کی رستگاری علماء کے وجود سے وابستہ ہے اسی طرح دنیا کی زیاں کاری بھی انھیں سے مربوط ہے —— بہترین علماء بہترین خلائق اور ان میں کا بدترین، بدترین خلائق ہے ہدایت وگمراہی کو اُن کی ذات سے ہی متعلق کیا گیا ہے ...... ؎

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

غرض یہ ہے کہ اس باب میں فکرِ صحیح اور کامل غور وخوض کو کام میں لاکر کوئی قدم اُٹھائیں، جب وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے پھر کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا —— اگرچہ شرم آتی ہے کہ اس قسم کی (موٹی موٹی) باتیں اربابِ عقلِ صحیح کے سامنے پیش کی جائیں، لیکن اس بات کو اپنی سعادت کا ذریعہ سمجھ کر دردِ سر کا باعث بن رہا ہوں۔

مکتوب (۵۴) —— شیخ فرید بخاریؒ کے نام

[بدعتی اور اہلِ باطل کی صحبت سے اجتناب لازم ہے]

جو شخص انسان کا شکریہ نہ بجالائے گا وہ خدائے عزّ وجل کا شکر بھی ادا نہیں کرسکتا۔ اِس حقیقت کے پیش نظر ہم فقیروں پر آپ کے احسانات کا شکریہ ادا کرنا دو وجہ سے لازم ہے —— اوّلاً اِس لیے کہ حضرت خواجہ (باقی باللہؒ) کی جمعیت ظاہری کا سبب آپ ہوئے ہیں، ہم نے آپ کے طفیل اس جمعیتِ ظاہری میں طلب حق کا موقع حاصل کیا ہے، اور کامل حصّہ لیا ہے۔ ثانیاً اس وجہ سے کہ جب حضرت خواجہؒ کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد اس فقیر کی خدمات کا وقت آیا تب بھی "اجتماعِ فقراء" اور "انتظامِ طالبان" کا باعث آپ ہی بنے —— اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے —— ؎

گر بر تنِ من زباں شود ہر موئے[1]
یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد

دلی آرزو یہ ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو دنیا وآخرت میں ہر نقصان دہ بات سے محفوظ رکھے ——

---

[1] اگر میرے جسم کا ہر رونگٹا زبان بن جائے تب بھی میں تیرے شکریے کا ہزارواں حصّہ بھی ادا نہیں کرسکتا۔ ۱۲

بحرمۃ جدکم سیّد المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ــــ یہ فقیر آپ کی صحبتِ گرامی سے دوری پر واقع ہے اس وجہ سے معلوم نہیں کہ آپ کی مجلسِ مبارک میں کس قسم کے لوگوں کا داخلہ ہوتا ہے اور انیس خلوت وجلوت کون کون ہے ــــ ؎

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز[1]
(بر رفت)

کاغوش کہ شد منزل و آسائشِ خوابت
(کدام کس)

آپ یہ یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت، کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے، اور تمام بدعتی فرقوں میں سب سے زیادہ بدتر وہ گروہ ہے جو اصحابِ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتا ہے ــــ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید (سورۂ فتح) میں ایسے لوگوں کو (صحابہؓ سے بغض رکھنے والوں کو) کفار قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا ہے :۔ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ــــ صحابۂ کرام نے قرآن وشریعت کی تبلیغ کی ہے، اگر یہ حضرات مطعون ہوں گے تو قرآن وشریعت پر طعن لازم آئے گا ــــ قرآن کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے (ایک قرأت پر) جمع کیا ہے، اگر حضرت عثمانؓ قابلِ طعن ہیں تو قرآن بھی مطعون ہو جائے گا ــــ اللہ تعالیٰ زندیقوں کے اعتقاد سے محفوظ رکھے۔

جو اختلاف ونزاع صحابہؓ کے درمیان واقع ہوا تھا وہ ہوائے نفسانی کے ماتحت نہ تھا ــــ خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ اقدس میں ان حضرات کے نفوس کا مکمل تزکیہ ہو گیا تھا اور ان کے نفوس، امّارگی سے آزاد ہو گئے تھے۔

اتنا تو میں جانتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اپنے معاملے میں حق پر تھے، اور ان کے مقابل (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) خطا پر ــــ لیکن یہ خطا، خطائے اجتہادی ہے جو حدِ فسق تک پہونچانے والی نہیں ــــ ایسی صورت میں ملامت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس لیے کہ اجتہادی غلطی کرنے والے کو بھی ایک درجۂ ثواب حاصل ہوتا ہے...... ضرورت ہے کہ

---

[1] اس فکرِ جگر سوز میں میری آنکھوں کی نیند غائب ہو گئی کہ خدا معلوم تیرے خوابِ عشرت کی منزل کس کی آغوش بنی ہو ۔۱۲

آپ کی مجلس شریف میں مخدوم[1] جہانیان جہاں گشت (حضرت سید جلال الدین بخاریؒ) کی کتب معتبرہ میں سے ہر روز کچھ نہ کچھ پڑھا جایا کرے تاکہ معلوم ہو کہ انھوں نے اصحاب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی کس طرح تعریف کی ہے اور ان کو کس قدر ادب و تعظیم سے یاد کیا ہے ـــــ اُن کتب معتبرہ کے مضامین سُن کر مخالفین بداندیش شرمندہ اور ذلیل ہو جائیں گے ـــــ اس زمانہ میں یہ گروہِ بدبیں (مخالفینِ صحابہؓ) بہت سر اُٹھا رہا ہے اور اطراف و جوانب میں منتشر ہو رہا ہے ـــــ اسی لیے اس بارے میں یہ چند کلمات لکھے گئے، تاکہ آپ کی مجلس مبارک میں اس قسم کے مخالفین کو جگہ نہ ملنے پائے ـــــ اللہ تعالیٰ آپ کو طریقۂ مرضیہ پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب (۵۹) ـــــ سید محمود کے نام ـــــ

[بے اتباعِ اہلسنّت و جماعت نجات متصور نہیں
اور علم و عمل شریعت سے ہی مستفاد ہیں۔]

مکتوب شریف وارد ہو کر موجب فرحت ہوا ـــــ محبّتِ فقراء اور اس جماعت سے اخلاص کا اظہار ہوا ـــــ اللہ تعالیٰ محبّتِ فقراء کو زیادہ کرے ـــــ نصائح طلب کئے گئے تھے (لہٰذا لکھتا ہوں) : ـــــ

مخدوما! آدمی کو نجاتِ اَبدی حاصل کرنے کے لیے ان تین[2] چیزوں کے بغیر چارہ نہیں :-

(۱) علم ـــــ (۲) عمل ـــــ (۳) اخلاص۔

علم دو[3] قسم پر ہے :- ایک وہ علم ہے جس سے مقصود عمل ہے ـــــ علم فقہ اُس کا متکفل و ضامن ہے ـــــ ایک وہ علم ہے جس سے مقصود فقط اعتقاد اور یقینِ قلبی ہے

---

[1] آپ حضرت سید احمد کبیرؒ کے صاحبزادے اور حضرت سید جلال الدین جلال اعظم گلِ سُرخ بخاری رح کے پوتے ہیں ـــــ حضرت جلال اعظم بخاریؒ کے دوسرے صاحبزادے سید محمد غوث کی اولاد میں شیخ فرید بخاریؒ ہیں، اس لحاظ سے مخدوم جہانیاںؒ کے ہم جدی ہیں ـــــ مخدوم جہانیاںؒ نے دو[2] بار ربع مسکون کی سیاحت کی ہے اور صدہا فقراء و مشائخ کو دیکھا ہے اور اُن سے اخذ برکت کی ہے ۷۸۵ھ یا ۷۸۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اُچہ میں مزار ہے۔ (خزینۃ الاصفیا)۔

اس کو علمِ عقائد و کلام میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے ــــــ عقائد، فرقۂ اہلِ سنت و جماعت کے مطابق ہوں، کیونکہ یہ فرقہ، فرقۂ ناجیہ ہے۔ ان حضرات کے اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں ہے ــــــ اگر ان کے عقائد سے سرمو مخالفت ہوئی تو خطر در خطر ہے ــــــ یہ بات کشفِ صحیح اور الہامِ صریح کی رو سے بھی یقینی ہے اس کے خلاف کا کوئی احتمال نہیں ــــــ بس خوش حال ہے وہ شخص جس کو اہلِ سنت کی متابعت نصیب ہوئی اور ان کی تقلید سے مشرف ہوا ــــــ اور خرابی ہے اس کی جو اُن کے خلاف چلا، ان سے انحراف کیا، ان کے قوانین کو ترک کیا اور اُن کے زمرے سے باہر نکل گیا ــــــ ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا ــــــ انھوں نے رویتِ باری تعالیٰ اور شفاعتِ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ان پر فضیلتِ صحبتِ پیغمبرؐ اور فضیلتِ اصحابِ پیغمبرؐ پوشیدہ رہی، وہ اہلِ بیتِ رسولؐ کی دوستی سے اور اولادِ فاطمہؓ کی محبت سے بھی بے بہرہ رہے ــــــ غرض وہ اس خیرِ کثیر سے محروم رہے جس کو اہلِ سنّت نے حاصل کیا ــــــ۔ صحابہؓ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ان میں سے سب سے زیادہ بزرگ حضرت ابوبکر صدّیقؓ ہیں ــــــ حضرت شافعیؒ جو حضراتِ صحابہؓ کے حالات سے بہت زیادہ واقف ہیں انھوں نے فرمایا ہے کہ بعدِ وفاتِ رسولِ مقبولؐ، جب لوگ مضطر و پریشان ہوئے اور انھوں نے سقفِ آسمان کے نیچے کوئی شخص حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ بہتر نہ پایا تو ان ہی کو اپنا امیر و حکمراں بنا لیا ــــــ اِس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرامؓ افضلیتِ صدّیقِ اکبرؓ پر متفق تھے ــــــ پس قرنِ اوّل ہی میں افضلیتِ صدّیقِ اکبرؓ پر اجماع منعقد ہو گیا تھا ــــــ لہذا یہ افضلیت قطعی ہوئی اس سے انکار جائز نہ ہوگا۔

بیشک اہلبیتِ رسولؐ کشتیِ نوحؑ کے مثل ہیں، جو کشتیِ نوحؑ پر سوار ہوا نجات پا گیا، اور جو اس پر سوار نہ ہوا وہ ہلاکت کو پہونچا ــــــ (لیکن) بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے (اور ظاہر ہے کہ) ستاروں سے لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں ــــــ اور اہلبیت کو کشتیِ نوحؑ سے تشبیہ دی ہے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ کشتی کے سوار کو ستاروں کا لحاظ رکھے بغیر چارۂ کار نہیں ہے تاکہ ہلاکت کے خوف سے نجات ملے اور ستاروں کی رعایت کے بغیر ہلاکت سے نجات نہیں مل سکتی ــــــ یہ بھی جاننا چاہئے کہ کسی

ایک صحابی کا انکار تمام صحابہؓ سے انکار کے مرادف ہے، اِس لیے کہ صحابہؓ سب کے سب صحبتِ خیر البشرؐ کی فضیلت میں مشترک ہیں، اور یہ فضیلتِ صحبت، تمام فضائل و کمالات سے بالاتر ہے ـــــ یہی وجہ ہے کہ حضرت اویس قرنیؒ جو کہ خیر التابعین ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ صحابیؓ کے مرتبے کو بھی نہیں پہونچ سکے ـ پس کسی چیز کو بھی فضیلتِ صحبت کے مساوی قرار نہیں دیا جاسکتا ـــ کوئی چیز بھی ہو ـــــ اس لیے کہ صحابہؓ کا ایمان صحبتِ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور نزولِ وحی کے مشاہدے کی برکت سے "شہودی" ہوگیا تھا ـــــ ایمان کے اس درجے سے صحابۂ کرامؓ کے بعد کوئی بھی مشرف نہیں ہوا ـ رہے اعمال، سو وہ ایمان کے ثمرات و نتائج ہوتے ہیں، جتنا ایمان کامل ہوگا، اعمال میں بھی کمال ہوگا ـ

صحابہؓ کے درمیان جو منازعات و محاربات واقع ہوئے ہیں وہ محمول ہیں بلیغ حکمتوں پر، ہوائے نفسانی سے وہ منازعات صادر نہیں ہوئے بلکہ اجتہاد سے صادر ہوئے ہیں، اگر ان میں سے کوئی اپنے اجتہاد میں راہِ خطا پر بھی چلا ہے تب بھی اس کے لیے ایک درجۂ ثواب ثابت ہے ـــــ یہ ہے وہ سیدھا راستہ جو افراط و تفریط کے درمیان ہے اور جس کو اہلِ سنّت نے اختیار کیا ہے ـــ یہی طریقِ اسلم اور سبیلِ محکم ہے ـــــ حاصل کلام یہ ہے کہ علم و عمل شرع سے مستفاد ہیں، اور تحصیلِ اخلاص جو علم و عمل کے لیے مانندِ روح ہے وہ طریقِ صوفیہ کے ساتھ وابستہ ہے ... ... جو نفع کہ طریقِ صوفیہ سے علم و عمل کو پہونچتا ہے وہ یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی ہوجاتے ہیں اور ادائیگیِ اعمال میں پوری پوری آسانی میسر آجاتی ہے، اور وہ سُستی جو نفس و شیطان کی طرف سے ہوتی ہے زائل ہوجاتی ہے ـــــ ع

ایں کارِ دولت است کنوں تا کرا دہند

ـــــ والسّلام اوّلاً و آخراً ـــــ

مکتوب (۶۱) ـــــ سیّد محمود کے نام ـــــ

[ترغیبِ صحبتِ شیخ کامل]

التفات نامۂ گرامی نے مشرف کیا ـــ چونکہ وہ طلب و شوق اور درد و تشنگی کی اطلاع دینے والا تھا، نظر کو بہت بھلا معلوم ہوا ـــــ طلب، مطلوب کے حصول کی بشارت دیتی ہے

اور درد، مقصود تک پہونچنے کی تمہید ہے ـــــ ایک درویش کا مقولہ ہے :ـــ اگر نخواستے داد نداے خواست ـــ یعنی اگر اللہ تعالیٰ عطا کرنا نہ چاہتا تو طلب کو ہی پیدا نہ کرتا ـــــــ دولتِ طلب کے حصول کو نعمتِ عظمیٰ تصور کر کے جو چیز اس کے مخالف ہو اس سے بچنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ طلب میں سستی راہ پاجائے اور اس حرارت میں برودت اثر کر جائے ـــــ طلب کے محفوظ رکھنے کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب ایک تو شکرِ خدا بجالانا ہے، طلب کے حاصل ہونے پر ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :ـــ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (اگر تم شکر کروگے تو میں ضرور بالضرور زیادہ عطا کروں گا تم کو) ـــــ (طلب کے محفوظ رکھنے کا) دوسرا سبب، دوامِ التجا و تضرع ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ـــــ تاکہ وہ طالب کے چہرۂ طلب کو اپنے "کعبۂ جمالِ لایزال" سے نہ پھیرے ـــــ اگر حقیقتِ التجا و تضرع (فی الحال) حاصل نہ ہو تو کم از کم صورتِ تضرع و نیازمندی ہی کو ہاتھ سے نہ دے ـــــ حدیث :ـ وَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا (اگر تم کو رونا نہ آئے تو بہ تکلّف ہی گریہ کرو) اِس حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے ـــــ درد و شوق کی یہ محافظت اُس وقت تک ہے جب تک کہ شیخ کامل و مکمّل میسر نہ آئے ـــــ اور جب ایسا شیخ مل جائے تو اپنی تمام دل کی چاہتیں اس بزرگ کو سونپ دے، اور جس طرح میّت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس طرح خود کو اس کے سپرد کر دے ...... ابتداءً طالب کو اپنی کمال پستی و خساست کی بناء پر جنابِ اقدس جلّ سلطانہ، سے مناسبت نہیں ہوتی، اِس لیے ایک "ذو جہتین برزخ" (جس کو عالمِ علوی و سفلی دونوں سے تعلق ہو) درکار ہے، اور وہ برزخ شیخِ کامل ہے۔

طلب میں فتور و سستی آجانے کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب، ایسے شیخِ ناقص کی طرف رجوع کرنا ہے جس نے سلوک و جذبہ کو باقاعدہ طے نہیں کیا، اور (خواہ مخواہ) مسندِ مشیخت پر بیٹھ گیا ہے ـــــ طالب کو اس کی صحبت زہرِ قاتل اور اس کی طرف رجوع کرنا مرضِ مہلک ہے ـــــ طالب کی بلند استعداد کو ایسی غلط صحبت پست کر دیتی ہے اور بلندی سے گڑھے میں ڈھکیل دیتی ہے ـــــ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ اگر کوئی مریض کسی اناڑی طبیب سے دوا لے کر استعمال کرے، تو اُس کا ایسا کرنا درحقیقت اپنے مرض میں اضافے کی کوشش کرنا، اور (اس کے ساتھ ہی) ازالۂ مرض کی

قابلیت کو بھی ضائع کرنا ہے ـــــ ہر چند وہ دوا شروع میں کچھ تخفیف مرض کرے لیکن وہ حقیقت میں مجسّم مضرّت ہے ـــــ اب اگر وہ مریض طبیب حاذق کے پاس پہونچے گا تو وہ اوّلاً اُس پہلی دوا کی تاثیر کو دُور کرنے کے لیے مسہلات سے علاج کرے گا، جب اُس پہلے اثر کا ازالہ ہوجائے، تب ازالۂ مرض کی فکر کرے گا ـــــ بزرگانِ نقشبندیہ کا مدارِ طریق، صحبتِ شیخ پر ہے۔ محض گفتگو سے کام نہیں بنتا، بلکہ ایسی صورت میں طلب کے اندر سُستی رونما ہوجاتی ہے ـــــ ممکن ہے کچھ عرصہ بعد دہلی و آگرہ کی جانب ہمارا سفر واقع ہو۔ اس موقع پر اگر تم تنہا ہمارے پاس آجاؤ اور کچھ حاصل کرکے جلد واپس چلے جاؤ تو اس کی گنجائش ہے۔ اس سے زیادہ کہنا دردِ سر پیدا کرنا ہے۔

بعض اور باتیں بھی دریافت کی گئی تھیں اُن کا جواب یہ ہے کہ میاں شیخ تاج (شیخ تاج الدین سنبھلی) اس علاقے میں بہت غنیمت بزرگ ہیں ـــــ لیکن تمھاری استعداد کو ان سے مناسبت کم ہے ـــــ رابطۂ مناسبت کے بغیر حصولِ مطلوب مشکل ہے ـــــ ویسے تمھیں سب اختیار ہے ـــــ اگر کبھی کبھی اپنے حالات لکھتے رہا کرو، تاکہ ادھر سے بھی جواباً کچھ لکھا جاتا رہے تو اچھا ہے۔ اِس لیے کہ اِس طریقے سے سلسلۂ اخلاص برابر قائم رہتا ہے ـــــ والسّلام ـــــ

مکتوب (۶۳) ـــــ شیخ فرید بخاریؒ کے نام

[تمام انبیاء علیہم السّلام اصولِ دین میں متفق ہیں]

...... انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام، سب کے سب رحمت ہیں، کیونکہ ان بزرگوں کے توسط سے ایک عالم نجاتِ ابدی سے بہرہ ور ہوا ہے اور گرفتاریِ دائمی سے نجات پاگیا ہے ـــــ اگر ان حضرات کا وجود نہ ہوتا تو حق سبحانہ، جو غنیِ مطلق ہے نہ تو عالم کو اپنی ذات وصفات کی خبر دیتا اور نہ اپنی ذات وصفات کی طرف رہنمائی کرتا، اور کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانتا۔ اُس نے محض اپنے فضل وکرم سے بندوں کو خود اُن کے نفع کے لیے جن اوامر ونواہی کا مکلّف بنایا ہے، اُن کا مکلّف نہ بناتا، پھر اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور نامرضیات میں باہم امتیاز بھی نہ ہوسکتا ـــــ پس اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے، اور کس کی طاقت ہے کہ اس فرضِ منصبی (شکر) سے (کما حقہ) سبک دوش ہوسکے ـــــ اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے ہم پر انعام فرمایا، ہمیں اسلام کی طرف ہدایت کی اور ہم کو انبیاء علیہم السّلام کے تصدیق کنندگان میں سے بنایا ـــــ

انبیاء علیہم السّلام، اصولِ دین میں متفق ہیں۔ ذات وصفاتِ باری تعالیٰ، حشر ونشر، ارسالِ رُسل، نزولِ فرشتہ، ورودِ وحی، نیز نعمتِ جنّت اور عذابِ جہنّم بطورِ خلود ودوام —— اِن سب مسائل میں سب انبیاءؑ کا ایک ہی قول ہے —— ہاں بعض احکام میں جو فروعِ دین سے تعلق رکھتے ہیں اِن کا اختلاف ہے —— اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں ہر پیغمبر اولوالعزم پر اُس زمانے کے لوگوں کے لیے بعض احکامِ مناسبہ کے متعلق وحی بھیجی ہے اور ان لوگوں کو احکامِ مخصوصہ کے ساتھ مکلّف فرمایا ہے —— احکام میں نسخ وتبدیل کا واقع ہونا اللہ کی حکمتوں اور مصلحتوں میں سے ہے —— ایک صاحبِ شریعت پیغمبر پر بھی اوقاتِ مختلفہ میں نسخ وتبدیل کے طور پر احکام متضادہ وارد ہوئے ہیں —— ان حضراتِ انبیاءؑ کے کلماتِ متفقہ میں سے ایک کلمہ یہ ہے کہ غیرِ حق کی عبادت نہ کی جائے، نہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے، نیز اللہ کے علاوہ مخلوقات میں سے کسی کو اپنا رب نہ قرار دیا جائے —— غیرِ حق کی عبادت کی نفی کرنا، انبیاءؑ کے ساتھ مخصوص ہے —— انبیاءؑ کے متبعین کے علاوہ کوئی بھی اس دولت سے مشرف نہیں ہوا، اور انبیاءؑ کے علاوہ کسی نے ان کلماتِ طیّبات کے ساتھ تکلّم نہیں فرمایا ہے —— منکرینِ نبوت اگرچہ خدائے تعالیٰ کو واحد کہتے ہیں مگر اُن کا حال دو امر سے خالی نہیں، یا وہ اہلِ اسلام کی تقلید کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو فقط "وجوب وجود" میں واحد جانتے ہیں، استحقاقِ عبادت میں نہیں! - اہلِ اسلام کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ وجوب وجود میں بھی واحد ہے اور استحقاقِ عبادت میں بھی واحد ہے —— کلمۂ طیّبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے مراد باطل معبودوں کی عبادت کی نفی کرنا اور معبودیتِ حق تعالیٰ کو ثابت کرنا ہے —— دوسری بات جو انبیاءؑ کے ساتھ مخصوص ہے یہ ہے کہ وہ تمام آدمیوں کی طرح خود کو بشر جانتے ہیں، اور معبودِ حقیقی اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں اور تمام لوگوں کو اُسی کی طرف سر جُھکانے کی دعوت دیتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کو حلول واتحاد سے منزّہ کہتے ہیں —— منکرینِ نبوت کا یہ حال نہیں ہے اُن کے بڑے معبودیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنے اندر حلول کیے ہوئے ثابت کرتے ہیں اور اس طرح اپنے کو مستحقِ عبادت قرار دیتے اور اپنی الوہیّت کے اطلاق سے مطلق اجتناب نہیں کرتے —— اسی وجہ سے وہ بندگی کے دائرے سے نکل کر گندے اعمال وافعال میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اُن کے ذریعے اِباحت کا راستہ بھی خوب کُھل جاتا ہے —— (یہ نادان) گمان

کرتے ہیں، کہ صاحبانِ الوہیت کو کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہوا کرتی، لہذا یہ جو کچھ کہتے ہیں اُس کو ٹھیک جانتے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں اس کو مباح سمجھتے ہیں ــــ اس طرح یہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا ــــ وائے ہے ان کے حال پر اور ان کے متبعین کے حال پر ــــ

تیسری بات جس میں انبیاء علیہم السلام متفق ہیں اور منکروں کا اس میں کوئی حصّہ نہیں یہ ہے کہ یہ بزرگ نزولِ ملائکہ کے قائل ہیں ــــ وہ ملائکہ جو "معصوم مطلق" ہیں، اور کوئی "تعلق و تلوث" نہیں رکھتے ــــ ملائکہ کو وہ وحی کا امین اور کلامِ ربّانی کا حامل جانتے ہیں ــــ

الغرض یہ حضراتِ انبیاءؑ جو کچھ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں اور جو کچھ پہونچاتے ہیں وہیں سے۔ اگر پہونچاتے ہیں ــــ انبیاءؑ کے احکامِ اجتہادیہ بھی وحی کی تائید حاصل کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر بالفرض اُن میں سے کسی سے کوئی لغزش بھی واقع ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ فی الفور وحیِ قطعی کے ذریعے اس کا تدارک فرما دیتا تھا ــــ اور جو لوگ منکرینِ نبوت اور مدعیانِ الوہیت ہیں، وہ تو جو کچھ کہتے ہیں اپنی طرف سے کہتے ہیں اور اپنی الوہیت کے گھمنڈ میں اپنی من گھڑت ہی کو صحیح سمجھتے ہیں ــــ پس انصاف درکار ہے کہ جو شخص کمالِ بے وقوفی کی بناء پر خود کو معبود اور مستحقِ عبادت قرار دے اور اس زعمِ فاسد کی بنیاد پر افعالِ ناشائستہ کرے اس کی باتوں کا کیا اعتبار ہے اور اس کی اتباع کس کام کی ــــ ؎

سالیکہ نکو است از بہارش پیدا است

اس قسم کی باتوں کا اظہار مزید وضاحت کی غرض سے ہے ورنہ حق و باطل اور نور و ظلمت دونوں جُدا جُدا، اور ایک دوسرے سے ممتاز ہیں ــــ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (آیا حق اور گیا باطل ــــ بیشک باطل نابود ہونے والا ہی ہے) ــــ

اے اللہ! تو ہم کو ان اکابر (انبیاء علیہم السّلام) کی متابعت پر ثابت قدم رکھ .. .. ..

مکتوب (۶۴) ــــ شیخ فرید بخاریؒ کے نام

[جسمانی و رُوحانی لذّت و اَلم کے بیان میں]

.. .. .. لذت و الم دنیا دو قسم پر ہے :ــــ (۱) جسمانی، اور (۲) روحانی ــــ جس چیز سے جسم کو لذّت حاصل ہوتی ہے، رُوح کو (در حقیقت) اُس سے تکلیف ہوتی ہے، اور جس

چیز سے جسم درد مند ہوتا ہے رُوح کو اس سے لذّت ملتی ہے ——— پس روح و جسم ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں ——— لیکن اس عالمِ آب و گل میں روح نے جسم کی قائم مقامی کرلی ہے اور جسم و جسمانیات میں گرفتار ہوگئی ہے۔ نیز حکمِ جسم پیدا کر کے وہ جسم کی لذّت سے لذّت یاب اور جسم کی تکلیف سے متاذّی ہوتی ہے ——— یہ عوام کالانعام (چوپائے جیسے عوام) کا مرتبہ ہے ——— آیۂ:- ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ (یعنی جب انسان کافر ہوا تو ہم نے اس کو فروتر اشیاء سے بھی زیادہ فروتر کر دیا) ——— ایسے ہی لوگوں کے بارے میں صادق ہے ——— وائے ہزار وائے اگر روح اس گرفتاری سے خلاصی نہ پائے اور اپنے وطنِ اصلی کی طرف رجوع نہ کرے .. .. .. یہ روح کی بیماری ہے کہ وہ اپنے (حقیقی) الم کو لذّت سمجھتی ہے اور (حقیقی) لذت کو الم تصوّر کرتی ہے ——— بالکل غلبۂ صفرا کے مریض کی طرح کہ وہ شیرینی کو تلخ محسوس کرتا ہے ——— پس عقلاء پر اس مرض کا دور کرنا لازم ہے تاکہ جسمانی آلام و مصائب میں خوش خوش رہ کر زندگی بسر کریں .. .. .. اگر اچھی طرح غور کیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اگر دنیا میں درد والم اور مصیبت کا وجود نہ ہوتا تو پھر تو دنیا کی قیمت ایک جَو کے برابر بھی نہ تھی۔ اس دنیا کی ظلمتوں اور تاریکیوں کو یہاں کے مصائب و حوادث زائل کرتے ہیں ——— حوادث کی تلخی، کڑوی مگر فائدہ مند دوا کے مانند ہے جو مرض کو دور کر دیتی ہے ——— بعض دعوت ہائے عام میں اِس فقیر کو محسوس ہوا ہے کہ کھانا پکایا گیا اور اس دعوت میں نیت خالص نہیں تھی۔ کچھ لوگ کھانا کھانے والوں میں سے شکوہ و شکایت کا دفتر کھول دیتے ہیں اور کھانے میں عیب نکالتے اور کھلانے والوں کی مذمت کرتے ہیں ——— صاحبِ طعام جب یہ سنتا ہے تو اس کے دل میں شکستگی پیدا ہوتی ہے اور اس کی یہی شکستگیِ قلب اُس ظلمت کا ازالہ کر دیتی ہے جو خلوصِ نیّت نہ ہونے کی وجہ سے کھانے میں پیدا ہوگئی تھی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دعوت قبول ہو جاتی ہے ——— اگر شکایت کرنے والے شکایت نہ کرتے اور صاحبِ دعوت کا دل نہ ٹوٹتا تو کھانا (عدم خلوص کی بناء پر) سراسر پُر از ظلمت و کدورت تھا، قبولیت کی ایسی صورت میں کیا گنجائش ہوتی، پس مدارِ کار شکستگیِ قلب اور پریشاں حالی پر ہے ——— اور ہم "جویانِ عیش و تنعم" کے لیے یہ شکستگی مشکل کام ہے ——— وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ہم نے جن و انس کو عبادت

کے لیے پیدا کیا ہے) نصِ قطعی ہے ـــــ (اب دیکھنا یہ ہے کہ عبادت کے کیا معنی ہیں؟) عبادت سے مراد (اللہ کے آگے) ذلیل اور شکستہ ہونا ہے ـــــ حاصل کلام یہ ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد اس کی خواری و ذلت ہے (خالق اکبر کے سامنے) ـــــ مسلمانوں اور دینداروں کا اِس دنیا میں جواُن کا جیل خانہ ہے ـــــ جویانِ عیش و عشرت ہونا دُور از عقل بات ہے ـــــ آدمی کو محنت کشی کی مشق کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، اور بار برداری کی ورزش کیے بغیر گزر نہیں ـ حضرت حق تعالیٰ ہم بے طاقتوں کو اس امر پر استقامت نصیب فرمائے ـــــ بحرمة جدّکم الامجد علیه وعلیٰ آله من الصّلوات اتمها ومن التحیات اکملها ـ

مکتوب (٦٥) ـــــ خانِ اعظم[1] کے نام ـــــ

[تاسّف بر ضعفِ اسلام و زبونیٔ مسلمانان و ترغیب تقویتِ اہلِ اسلام]

اللہ تعالیٰ آپ کی تائید کرے اور احکام اسلامیہ کے اونچا کرنے میں اعداءِ اسلام کے مقابلے میں آپ کی مدد فرمائے ـــــ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔ الاسلام

---

[1] مرزا عزیز کوکا (کوکلتاش) شمس الدین محمد غزنوی معروف بہ آتکہ کے صاحبزادے تھے (کوکا ترکی زبان میں دودھ شریک بھائی کو کہتے ہیں۔ کوکلتاش بھی اسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے ـــــ اتکہ، ترکی میں رضاعی ماں کے شوہر کو کہتے ہیں)۔ یہ اکبر کے رضاعی بھائی تھے، ان کی ماں جیجی بیگم اکبر کی رضاعی ماں تھی ـــــ یہ بادشاہ کے بہترین جرنیلوں میں تھے، عقل و شجاعت دونوں میں کامل تھے ـــــ سنہ ۱۶ جلوسِ اکبری میں ان کو خانِ اعظم کا خطاب ملا ـــــ یہ کئی سال گجرات کے صوبیدار رہے ـــــ ابوالفضل سے ان کی ان بن رہتی تھی ـــــ عرصہ تک یہ دربارِ اکبری میں حاضر نہ ہوئے ـــــ اکبر نے ان کو دربار میں بلایا بھی، لیکن ان کو حج بیت اللہ کی آرزو تھی، مع عیال و اطفال بلا اجازت بادشاہ سنہ ۱۰۰۲ھ میں حجاز کو روانہ ہو گئے ـــــ بعد حج بیت اللہ ہندوستان واپس ہو کر بادشاہ کے پاس آئے ـــــ بادشاہ ان سے بغل گیر ہوا، اور کچھ عرصہ بعد وکالت کے عہدے پر سرفراز کیا اور اپنی مُہر ان کے سپرد کر دی، آخر کار منصب ہفت ہزاری تک پہونچے ـ عہد جہانگیری کے انیسویں سال سنہ ۱۰۳۳ھ میں بمقام احمد آباد گجرات وفات پائی، ان کی نعش کو دہلی لایا گیا اور اپنے باپ کے مقبرے کے پاس دفن ہوئے ـ درگاہ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے نزدیک بنگلے والی مرکزی مسجد کے جنوب میں سنگ مرمر کی جو عمارت چونسٹھ کھمبے کے نام سے مشہور ہے (بقیہ صہ ۸۳ پر)

بَدَ أَغریبًا وسیعود کما بدَ أَفطوبیٰ للغرباء (اسلام اپنے آغاز میں اجنبیت اور کس مپرسی کی حالت میں رہا، اور جس طرح اس کا آغاز ہوا تھا عنقریب وہ پھر اسی طرح ہو جائے گا۔ پس خوشخبری ہے غربا کو یعنی اُن لوگوں کو جو ایسی حالت میں اسلام سے وابستگی رکھنے کی بناء پر اس کے شریک حال ہوں)۔
غربتِ اسلام اِس حد کو پہونچی ہے کہ کفار بَر ملا طعنِ اسلام او ر" ذم مسلمانان" کر رہے ہیں' اور بے محابا احکامِ کفر کا اجرا اور اہلِ کفر کی مدّاحی کوچہ و بازار میں ہو رہی ہے ـــــ مسلمان' اجرائے احکام سے روک دیئے گئے ہیں اور شریعت کی انجام دہی میں قابلِ ملامت و مطعون ہیں۔ ؎

پری[1] نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

سُبحان اللہ و بحمدہٖ ـــــ
.. .. .. رونق شرعِ شریف، سلاطین کے ساتھ وابستہ بتلائی گئی ہے، مگر اب قضیہ بالکل اُلٹا ہے اور معاملہ برعکس ہے ـــــ واحسرتا، واندامتا، واویلا ـــــ ہم اس دَور میں آپ کے وجود کو غنیمت سمجھتے ہیں، اور اس "معرکۂ ضعیف و شکست خوردہ" میں آپ ہی کو ایک ایسا جرنیل سمجھتے ہیں جو خم ٹھونک کر میدانِ مقابلہ میں آجائے ـــــ حق تعالیٰ آپ کا ناصر و موید ہے ـــــ بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
حدیث شریف میں ہے :ـــ لن یومن احدکم حتیٰ یقال انہ مجنون (تم میں سے کوئی اس وقت تک ہرگز کامل ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک اس کو دین کے معاملہ میں مجنوں نہ کہا جائے) ـــــ اس وقت وہ جنون جس کی اصل، غیرتِ اسلام کی کثرت ہے آپ کی طبیعت میں محسوس ہو رہا ہے الحمد للہ سُبحانہ علیٰ ذالک ـــــ آج وہ زمانہ ہے کہ عملِ قلیل کے مقابلے میں اجرِ جزیل عطا

(ص۸۲ کا بقیہ حاشیہ) وہ انھیں خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش کا مقبرہ ہے جو ۱۰۴۳ھ میں تعمیر ہوا ـــــ (ماخوذ از قاموس المشاہیر (جلد اوّل) ـــــ غرابت نگار، آثار المتاخرین، ترجمہ انتخاب سیر المتاخرین در ترجمہ تاریخ فرشتہ (جلد اول)۔

[1] پری نے اپنا چہرہ پوشیدہ کرلیا اور دیو کرشمہ و ناز کا مظاہرہ کر رہا ہے، عقل حیرت کی وجہ سے سوختہ ہو گئی کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ ۔۱۲

فرمائیں گے ـــــ اصحابِ کہف سے ہجرت کے سوا اور کوئی عمل نمایاں نہیں ہے، مگر اسی ایک بروقت عمل نے ان کو فضائل عطا کئے ـــــ سپاہی غلبۂ اعدا کے وقت اگر تھوڑی سی جد و جہد کرتے ہیں تو اس کا بہت کچھ اعتبار ہوتا ہے بخلاف زمانۂ امن کے ـــــ یہ جہادِ قولی جو آج آپ کو میسّر ہے ـــــ جہادِ اکبر ہے ـــــ اس کو غنیمت سمجھئے، اور اس میں ترقی طلب کیجئے ـــــ اس "جہادِ گفتن" کو "جہادِ کشتن" سے بہتر جانئے ـــــ ہم جیسے فقرائے بے دست و پا اس دولت سے محروم ہیں۔ ؎

دادیم ترا از گنجِ مقصود نشاں[۱]

گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

حضرت خواجہ احرارؒ فرمایا کرتے تھے : "اگر میں مشیخت پر آجاؤں تو کوئی دنیا میں میرے مقابلہ میں مرید نہ پا سکے ـــــ مگر مجھے تو کسی اور کام کے لیے ہی حکم دیا گیا ہے، اور وہ کام ترویجِ شریعت اور تائیدِ ملت ہے" ـــــ چنانچہ خواجہ احرار سلاطین کے پاس جایا کرتے تھے اور اپنے تصرف سے ان کو مطیع بناتے تھے، اور اُن بادشاہوں کے ذریعہ ترویجِ شریعت کیا کرتے تھے ـــــ التماس یہ ہے کہ جبکہ حق تعالیٰ نے بزرگانِ نقشبندیہ کی محبت کی برکت سے آپ کی بات میں ایک تاثیر بخشی ہے اور آپ کی عظمتِ مسلمانی تمام اقران و اماثل میں ظاہر ہو گئی ہے ـــــ سعی فرمائیں کہ کم از کم اہلِ کفر کے وہ شعائر جو اہلِ اسلام میں رائج ہو گئے ہیں ختم ہو جائیں ـــــ اور مسلمان اُن منکرات سے محفوظ رہیں ـــــ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام مسلمین کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے ـــــ پچھلی سلطنت (عہدِ اکبری) میں تو دینِ مصطفوی کے ساتھ ایک دشمنی محسوس ہوتی تھی ـــــ اس سلطنت (جہانگیری) میں بظاہر وہ دشمنی تو نہیں ہے، اگر ہے بھی تو عدمِ علم کی وجہ سے ہے ـــــ مگر خوف یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اس سلطنت میں بھی انجام کار دشمنیِ دین تک نوبت پہونچ جائے اور مسلمانوں کا معاملہ تنگ تر ہو جائے ـــــ ؎

چو بید بر سرِ ایمانِ خویش می لرزم

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو متابعتِ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رکھے ـــــ

---

[۱] ہم نے تجھ کو خزانۂ مقصود کا پتہ دیدیا ہے اگر ہم وہاں تک نہ پہونچ سکے تو شاید تو ہی پہونچ جائے۔ ۱۲

فقیر ایک تقریب میں یہاں آیا ہوا ہے، دل نے نہ چاہا کہ اپنے آنے کی اطلاع آپ کو نہ دوں اور بعض نفع مند باتیں آپ کو نہ لکھوں اور اس محبتِ قلبی سے جو مناسبتِ طبع کے باعث آپ سے ہے آپ کو آگاہ نہ کروں ــــ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :ــ من احبّ اخاہٗ فلیعلمہ ایاہ (یعنی جو کسی برادر مسلم سے محبت کرے اُس کو چاہئیے کہ اپنی محبت کا اظہار اُس سے کردے) ــــ

ــــ والسلام علیکم وعلیٰ جمیع من اتبع الھدیٰ

مکتوب (۶۸) ــــ خانخاناں کے نام ــــ

[اس بیان میں کہ تواضع، اغنیاء کو زیبا ہے ۔ اور استغنا، اربابِ فقر کو]

مخدوما !ــ ؎ من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم[1]
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

تواضع اغنیاء کے لیے زیبا ہے اور استغناء اہلِ فقر کو ــــ اِس لیے کہ ہر مرض کا ازالہ اس کی ضد سے ہوا کرتا ہے ــــ آپ کے تینوں خطوط میں استغناء اور بے نیازی کے سوا کچھ مفہوم ہی نہیں ہوتا تھا، اگرچہ آپ کا مقصود تواضع تھا ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

میں مانتا ہوں کہ آپ نے خدمتِ فقراء بہت کچھ کی ہے، لیکن آدابِ خدمت کی رعایت بھی بہت ضروری ہے تاکہ خدمت کا ثمرہ مرتب ہو، رعایتِ آداب کے بغیر خدمت کرنا درختِ خاردار پر ہاتھ مارنا ہے ۔۔ ۔۔ ۔۔

طائفۂ درویشاں کو ذلیل و خوار نہ سمجھیں ــــ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللہِ لَاَبَرَّہٗ ــــ یعنی بہت سے ایسے بندگانِ پراگندہ حال ہیں جن کو لوگ اپنے دروازوں سے ڈھکیلتے ہیں، لیکن اگر وہ اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کرے ــــ یہ حدیثِ نبوی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام ــــ ؎

اندکے پیش تو گفتم غمِ دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

---

[1] میں تو جو بات تجھ تک پہونچانی ضروری ہے پہونچا رہا ہوں، خواہ تو میری بات سے نصیحت حاصل کر یا بُرا مان ۔۱۲

آپ کے محبّوں اور مخلصوں پر لازم ہے کہ نفس امر (صحیح بات) کا لحاظ رکھیں، اور آپ کو جو بات پہونچائیں وہ نفس الامر ہو اور جو مشورہ دیں اس میں آپ کی بہتری پیشِ نظر رکھیں نہ کہ اپنی مصلحتیں ــــــ اپنے ذاتی مصالح ملحوظ رکھنا خیانتِ محض ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر چند کہ یہ باتیں "تلخ نما" ہیں، مگر آپ کے خوشامد گو تو اور بہت سے ہیں اُن پر ہی اکتفا کریں، ہم فقراء کی دوستی کا مقصد تو پوشیدہ عیوب پر مطلع ہونا، اور رذائل پنہاں کا ظہور ہے ــــ لیکن یہ واضح رہے کہ اس قسم کی باتیں دل آزاری کے طور پر نہیں، بلکہ نیک خواہی اور دلسوزی کی بنا پر لکھی جا رہی ہیں ــــ یقین جانئیے کہ (آپ کے فرستادہ) خواجہ محمّد صدّیق اگر ایک روز پیشتر بھی آجاتے تو ممکن ہے فقیر ہر حال میں اپنے کو آپ تک پہونچا دیتا، لیکن انھوں نے اثناءِ راہ سرہند میں ملاقات کی ــــ اُمید کہ معذور رکھیں گے ــــ الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ (اللہ جو کرے وہ خیر ہی خیر ہے) ــــــ

مکتوب (۶۹) ــــــ خانخاناں کے نام ــــــ

[تواضع، موجب رفعتِ دارین ہے اور متابعتِ اہلسنت وجماعت سے نجات وابستہ ہے]

الحمد للہ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسول اللہ ــــ التفات نامۂ گرامی مولانا محمّد صدّیق کی معرفت وصول ہوا ــــ بڑا کرم فرمایا ــــ جزاکم اللہ خیرا لجزاء ــــ چونکہ اب آپ رعایتِ آدابِ فقراء بجا لائے ہیں اور تواضع کے ساتھ بات کہی ہے اُمید ہے کہ :- من تواضع للہ رفعہ اللہ (الحدیث) (یعنی جس نے اللہ کے لیے تواضع کی اللہ نے اس کو اونچا کر دیا) کی رُو سے آپ کا یہ نیچے اُترنا دینی و دنیوی بلندی کا باعث بن جائے گا ــــ آپ کو بشارت ہو ــــ چونکہ آپ انابت ورجوع کے الفاظ درمیان میں لائے ہیں یوں تصوّر کریں کہ یہ رجوع درویشوں میں سے ایک درویش کے ہاتھ پر واقع ہوا ہے، اس کے نتائج وثمرات کے منتظر رہیں ــــ لیکن اس کے حقوق کا حتی الامکان لحاظ رکھیں ــــ وصیتیں اور نصیحتیں کیا لکھوں اور علوم ومعارف کا کیا اظہار کروں، علماءِ مجتہدین اور صوفیاءِ محققین نے بسط وتفصیل سے سب باتیں لکھ دی ہیں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے، اور شاید اس فقیر کے مسودات کا کچھ حصّہ بھی بعض احباب آپ کی خدمت میں لے گئے ہیں آپ کی نظر سے وہ حصّہ گزرا ہوگا ــــ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نجات کا طریقہ اہلسنت وجماعت کی متابعت ہے ــــ اقوال میں بھی،

افعال میں بھی، اصول میں بھی، فروع میں بھی ـــــ اس لیے کہ یہ گروہ ہی فرقۂ ناجیہ ہے ـــــ دیگر فرقے معرضِ زوال اور قربِ ہلاک میں ہیں ـــــ آج کوئی جانے یا نہ جانے کل بروزِ قیامت ہر ایک جان لے گا ـــــ مگر اُس دن جاننا کچھ نفع نہ دے گا ـــــ اے اللہ! ہم کو آگاہ کر دے پہلے اس سے کہ موت ہمیں آگاہ کرے۔ . . . . .

مکتوب (۷۰) ـــــ خانخاناں کے نام ـــــ

. . . . زندگانی چند روزہ کو صاحبِ شریعت کی اتباع میں بسر کرنا چاہئے اس لیے کہ عذابِ اُخروی سے چھٹکارا اور نعماتِ سرمدی تک پہونچنا اتباعِ شریعت کی سعادت ہی سے وابستہ ہے ـــــ پس مالِ نامی اور جنگل میں چرنے والے چوپایوں کی پوری پوری زکوٰۃ ادا کرنا اور اس امر کو اموال و چارپایوں میں نہ پھنسنے کا وسیلہ بنانا چاہئے ـــــ لذیذ کھانوں اور نفیس کپڑوں میں حظِ نفس کو ملحوظ نہ رکھا جائے بلکہ کھانے اور پینے کی چیزوں میں سوائے اس کے کہ ادائے عبادت پر قوت حاصل ہوگی اور کوئی نیت نہ کی جائے ـــــ اچھا کپڑا اِس نیت سے پہنا جائے کہ قرآن میں فرمایا ہے: ـــــ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (اے فرزندانِ آدمؑ! نماز کے وقت زینت کو اختیار کرو) ـــــ اگر حقیقتِ نیت میسر نہ ہو تو خود کو بہ تکلف ہی اس نیت پر لانا چاہئے . . . . ہمیشہ حق تعالیٰ سے ملتجی رہنا چاہئے کہ حقیقتِ نیت میسر آجائے اور تکلف سے نجات ملے ـــــ ؎

می تواند کہ دہد اشک مرا حسنِ قبول[1]
آں کہ دُر ساختہ است قطرۂ بارانی را

علیٰ ہذا القیاس تمام امور میں علماءِ دیندار (جنھوں نے راہِ عزیمت اختیار کی ہے اور رخصت سے اجتناب کیا ہے) کے فتویٰ کے مطابق زندگی گزار کر اس امر کو وسیلۂ نجاتِ ابدی سمجھنا چاہئے ـــــ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (اگر تم اللہ کا شکر ادا کرو گے اور اس پر ایمان لاؤ گے تو وہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا) ـــــ

---

[1] جس ذات نے محض اپنے کرم سے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے وہ میرے آنسو کو حسنِ قبول بھی عطا کر سکتا ہے۔ ۱۲

مکتوب (۷۱) ـــــ مرزا داراب ابنِ خانخاناں کے نام

اللہ تعالیٰ تمھاری تائید کرے اور تمھاری مدد فرمائے ـــــ انعام کرنے والے کا شکر ادا کرنا اُس شخص پر جس پر انعام ہوا ہے عقلاً و شرعاً واجب ہے اور یہ مسلّم ہے کہ وجوبِ شکر باندازۂ وصول نعمت ہے۔ پس جتنی نعمت زیادہ ہوگی وجوبِ شکر بھی زیادہ ہوگا ـــــ تونگروں پر اُن کے درجات کے پیشِ نظر بہ نسبت فقراء کے کئی گُنا شکر واجب ہے۔ اِسی بنا پر اس اُمّت کے فقراء، مالداروں سے پانچسو سال پہلے بہشت میں جائیں گے ـــــ منعمِ حقیقی کا شکر اوّلاً تو فرقۂ ناجیہ (اہلسنت وجماعت) کے مطابق تصحیح عقائد کے ذریعے ہو ـــــ دوسرے مجتہدین اہلسنت کی رائے کے مطابق احکامِ شرعیہ عملیہ کو انجام دے کر ـــــ تیسرے صوفیائے اہلسنت کے طریقے سے تصفیہ و تزکیہ کر کے ـــــ اور اس تیسرے رکن کا وجوب، استحسانی ہے برخلاف دو سابق رکنوں کے ـــــ اِس لیے کہ اصلِ اسلام تصحیح عقائد اور ادائیگیِ اعمال ہی سے وابستہ ہے۔ البتہ کمالِ اسلام، تزکیہ سے متعلق ہے، اور جو عمل اِن ارکانِ ثلثہ کے مخالف ہو اگرچہ ریاضاتِ شاقہ اور مجاہداتِ شدیدہ کی جنس ہی سے کیوں نہ ہو ـــــ داخلِ معصیت ہے ـــــ

... ... پس تم کو متابعتِ سیدنا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم و متابعتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم لازم ہے ـــــ

مکتوب (۷۲) ـــــ خواجۂ جہاں کے نام ـــــ

... ... دین و دنیا کا جمع کرنا جمع اضداد کے قبیل سے ہے، پس طالبِ آخرت کو ترکِ دُنیا ضروری ہوا ـــــ مگر چونکہ اس وقت حقیقتِ ترک میسّر نہیں ہے بلکہ مشکل ہے اس لیے ضرورتاً ترکِ حکمی پر اکتفا کر لیا جائے ـــــ ترکِ حکمی سے مراد یہ ہے کہ امورِ دنیویہ میں شریعت کے مقتضا کا محکوم رہا جائے، کھانے پینے، رہنے سہنے میں حدودِ شرعیہ کی رعایت کی جائے، ان حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔ مالِ نامی میں اور جنگل میں چرنے والے مویشیوں میں زکوٰۃ ادا کی جائے ـــــ جب احکامِ شرعیہ کی بجا آوری سے آراستگی ہوئی ـــــ مضرتِ دنیا سے نجات حاصل ہوگئی، اور دنیا آخرت کے ساتھ جمع ہوگئی ـــــ اگر یہ ترکِ حکمی بھی کسی کو میسّر نہیں تو ایسا شخص بحث سے خارج ہے ـــــ وہ حکم منافق رکھتا ہے۔ محض صورتِ ایمان آخرت میں اس کو سود مند نہ ہوگی ـــــ اُس کو صورتِ ایمان سے بس

یہ فائدہ حاصل ہوجاتا ہے کہ اس کا خون اور مال محفوظ ہوجاتے ہیں ——— ے

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم

تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

دیکھا چاہیئے کہ وہ کونسا صاحب نصیب ہے جو طمطراقِ دنیاوی، خدم و حشم، طعام ہائے لذیذ و چرب اور لباس ہائے فاخرہ کے ہوتے کلمۂ حق کو سمعِ قبول سے سُنے ——— ے

گوشش[1] از بارِ دُر گراں شدہ است

نشنود نالۂ و فغانِ مرا

اللہ آپ کو اور ہم کو متابعتِ شریعتِ مصطفویہ کی توفیق عطا فرمائے ... ...

والسلام اولاً و آخراً ———

مکتوب (۷۳) ——— قلیج اللہ[2] ابنِ قلیج محمد خاں کے نام

[نصائح]

... ... اے فرزند! دنیا محلِ آزمائش و امتحان ہے۔ اس کے ظاہر کو رنگ برنگ کی باطل ٹیپ ٹاپ سے مزین اور اس کی صورت کو وہمی خال و خط اور زلف و خد سے آراستہ کر دیا گیا ہے۔ دنیا دیکھنے میں شیریں اور تر و تازہ نظر آتی ہے لیکن فی الحقیقت یہ ایک مُردار ہے جس کو عطر آلود کر دیا گیا ہے۔ ایک کوڑی گھر ہے جو مکھیوں اور کیڑوں سے پُر ہے۔ ایک سراب ہے جو "آب نما" ہے ایک شکر ہے جو زہر میں ملی ہوئی ہے ——— اس کا باطن سراسر خراب و ابتر ہے۔ اِس گندگی کے باوجود اس کا معاملہ اپنے لوگوں سے انتہائی بُرا ہے۔ اِس دنیا کا فریفتہ (درحقیقت) دیوانہ او جادو زدہ ہے۔ اس کی محبت میں جو گرفتار ہے وہ مجنوں اور فریب خوردہ ہے ——— جو شخص اس کے ظاہر پر لٹو ہوا وہ اَبدی خسارے کے داغ سے داغدار ہو گیا، اور جس نے اسکی (ظاہری) حلاوت و طراوت پر (للچائی ہوئی) نظر ڈالی سَرمدی ندامت اس کے حصے میں آئی۔

---

[1] اُس کے کان موتیوں کے بار کی وجہ سے بھاری (بہرے) ہو گئے اسی وجہ سے میرا نالہ و فغاں نہیں سُنتا۔ ۱۲

[2] مولانا قلیج محمد خاں گورنر پنجاب و کابل (بعہدِ اکبری) کے صاحبزادے تھے ان کے مفصل حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ۱۲

سرورِ کائنات حبیبِ ربّ العٰلمین صلے اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:— ماالدنیا والاٰخرۃ الّا ضرتان ان رضیت احدا ھما سخطت الاخریٰ (دنیا اور آخرت دونوں آپس میں سَوتن سَوتن ہیں، ان میں سے ایک راضی ہوئی تو دوسری ناراض ہوگئی)—

بنا بریں جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اُس سے غصّے میں رہی ناچار وہ آخرت سے بے نصیب رہا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو دنیا اور اہلِ دنیا کی محبّت سے محفوظ رکھے۔

اے فرزند! جانتے ہو دنیا کس کو کہتے ہیں؟۔ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ سے تم کو باز رکھے وہ دنیا ہے — پس زن وفرزند، مال وجاہ وریاست (اگر یہ خدا سے غافل کردیں) نیز لہو ولعب اور لایعنی اشیاء میں مشغولیت یہ سب چیزیں داخلِ دنیا ہیں — جو علوم آخرت میں کام آنیوالے نہیں، وہ بھی دنیاوی ہی ہیں — اگر علومِ نجوم ومنطق اور ہندسہ وحساب اور ان جیسے دیگر عقلی علوم کی تحصیل آخرت میں کار آمد ہوتی تو تمام فلاسفہ اہلِ نجات ہوتے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:— بندے سے اللہ تعالیٰ کی روگردانی کی علامت یہ ہے کہ بندہ لایعنی مشاغل میں مشغول ہو — ؎

ہرچہ جز عشقِ خدائے احسن است[1]
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ علمِ نجوم، اوقاتِ صلوٰۃ کی پہچان کے لیے درکار ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ علمِ نجوم کی تحصیل کے بغیر معرفتِ اوقات حاصل ہی نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ علمِ نجوم بھی معرفت کا ایک طریقہ ہے (علمِ نجوم ہی پر معرفت اوقات موقوف نہیں ہے)۔ چنانچہ بہت سے لوگ ہیں جو علمِ نجوم سے خبردار نہیں، لیکن اوقاتِ صلوٰۃ کو عالمانِ نجوم سے بہتر پہچانتے ہیں — قریب قریب یہی بات، علمِ منطق اور علمِ حساب وغیرہ علومِ عقلیہ کی تحصیل کے بارے میں بھی ہے کہ وہ بعض علومِ شرعیہ میں درکار ہیں (یعنی علومِ شرعیہ کلیتہً ان علوم کے محتاج نہیں، البتہ ایک طریقۂ معرفت یہ علومِ عقلیہ بھی ہیں) — بہرحال بہت سے حیلوں کے بعد ان علومِ عقلیہ میں

---

[1] عشقِ خداوندی کے دائرے سے جو چیز بھی نکلی ہوئی ہے چاہے وہ شکر کا کھانا ہی ہو باعثِ ہلاکت ہے۔ ۱۲۔

مشغول رہنے کا جواز نکلتا ہے، بشرطیکہ علومِ عقلیہ کے پڑھنے سے سوائے معرفت احکام شرعیہ اور تقویتِ اُدلّۂ کلامیہ کے اور کوئی مقصد نہ ہو اور اگر دوسرا کوئی مقصد ہوگا تو ہرگز جائز نہیں ——— ذرا غور کرو کہ اگر کسی امرِ مباح کے اختیار کرنے سے امورِ واجبہ کا فوت ہونا لازم آتا ہو تو وہ امرِ مباح، دائرۂ اباحت سے نکل جاتا ہے یا نہیں؟ ——— اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان علومِ عقلیہ میں (بغیر نیتِ صحیح و بغیر ضرورت) مشغول رہنا علومِ شرعیہ میں مشغول رہنے کو فوت کر دیتا ہے۔

اے فرزند! تم کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عنایت سے ابتدائے جوانی میں توفیق توبہ نصیب کی تھی، اور سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک درویش کے ہاتھ بیعت کرایا تھا، مجھے معلوم نہیں کہ شیطان و نفس کے مقابلے میں تم کو اس توبہ پر استقامت حاصل ہوئی ہوگی یا نہیں؟ (بظاہر) استقامت مشکل نظر آتی ہے ——— اس لیے کہ نوجوانی کا عالم ہے اسبابِ دنیوی سب کے سب موجود ہیں اور ہم نشین زیادہ تر نامناسب اور ناموافق ہیں ——— ؎

ہمہ اندر زمن بتو این است
کہ تو طفلی (نصیحت) و خانہ رنگین است

اے فرزند! "فضولِ مباحات" سے اجتناب کرنا چاہیئے، اور (ضروری) مباحات میں بھی بقدرِ ضرورت پر اکتفا کیا جائے اور وہ بھی اس نیت سے کہ وظائفِ بندگی اطمینان سے ادا ہو جائیں ——— مثلاً خوراک سے مقصود یہ ہے کہ طاعات کی ادائیگی پر قوت و طاقت حاصل ہو جائے ——— پوشاک کا مقصد یہ ہے کہ قابلِ پوشیدگی حصۂ جسم کی پوشیدگی اور گرمی و سردی کا بچاؤ ہو جائے اسی پر تمام مباحاتِ ضروریہ کو قیاس کر لو۔ اکابرِ نقشبندیہ نے عزیمت پر عمل کرنا پسندیدہ قرار دیا ہے اور رخصت سے حتی الامکان پرہیز کیا ہے ——— "عزائم" میں سے یہ بھی ہے کہ بقدرِ ضرورت پر اکتفا کیا جائے۔ اور اگر یہ دولت میسر نہ آئے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ دائرۂ مباحات (امورِ جائزہ) سے قدم باہر نہ رکھا جائے اور محرمات و مشتبہات تک نہ پہونچا جائے ———

امورِ مباحات سے پورے طریقے پر لطف اندوز ہونے کو تو خود اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے کمالِ کرم سے جائز قرار دیدیا ہے اور دائرۂ عیش و تنعم کو بہت وسیع کر دیا ہے (پھر کیا ضرورت ہے کہ اس کے آگے قدم بڑھا کر دادِ عیش و تنعم دی جائے) ——— اب ظاہری تنعمات سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ

کون سا عیش اِس عیش کے مساوی ہے کہ مولیٰ اپنے بندے کے افعال و کردار سے راضی ہو، اور کون سی کلفت اس کے برابر ہے کہ اس کا مولیٰ اس کے اعمال سے ناراض ہو ـــــ جنت میں جو اللہ کی رضا حاصل ہوگی وہ جنت سے بہتر ہے اور دوزخ میں اس کی ناراضگی دوزخ سے بدتر ہے ـــــ بندہ اپنے مولیٰ کے حکم کا محکوم ہے، اس کو یوں ہی اس کی مرضی پر مہمل نہیں چھوڑ دیا گیا ہے ـــــ فکر کرنا چاہیئے اور عقلِ دوراندیش کو کام میں لانا چاہیئے ورنہ کل بروزِ قیامت سوائے ندامت و خسارت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا ـــــ کام کا وقت جوانی کا زمانہ ہے ـــــ جوانمرد وہ ہے جو جوانی کو بیکار ضائع نہ کرے اور فرصت کو غنیمت سمجھے ـــــ ہو سکتا ہے کہ ایک انسان کو بڑھاپے کے زمانہ تک زندہ نہ رکھا جائے اور اگر بڑھاپے تک زندہ بھی رہا تو اطمینان میسّر نہ ہوگا، اور اطمینان میسّر ہو بھی جائے تو ضعف و سُستی کا زمانہ اُس سے کچھ (کارِ خیر) نہیں کرا سکتا۔

یہ وقت جبکہ تمام اسبابِ جمعیتِ قلب میسّر ہیں، اور والدین کا سایہ بھی جو کہ منجملہ انعاماتِ حق ہے موجود ہے ـــــ کہ غمِ معیشت سب ان کے سر پر ہے ـــــ فرصت کا وقت ہے ـــــ اور قوت و استطاعت کا زمانہ ہے ـــــ کس عذر کی بناء پر آج کو کل پر ٹالا جائے، اور تاخیر کی جائے .. .. .. ہاں اگر دنیائے دنی کے کاموں کو کل پر ٹال دو اور آج اعمالِ آخرت میں مشغول ہو جاؤ تو یہ بات بہت ہی اچھّی ہوگی، جیسا کہ اس کا برعکس بُرا ہے۔

اس وقت جبکہ آغازِ جوانی میں نفس و شیطان کا غلبہ ہے ـــــ تھوڑے سے عمل کا وہ اعتبار ہوگا جو عدم غلبۂ دشمن کے وقت بڑے سے بڑے عمل کا نہ ہوگا ـــــ سپاہیوں کو دیکھو کہ غلبۂ اعداء کے وقت ان کی ادنیٰ بھاگ دوڑ کتنی معتبر اور قابلِ وقعت ہوتی ہے، اور امن کے زمانے میں ان کی جد و جہد کا یہ مرتبہ نہیں ہوتا۔

اے فرزند! انسان جو کہ خلاصۂ موجودات ہے ـــــ اس کی پیدائش کا مقصد نہ تو لہو و لعب ہے اور نہ کھانا اور سونا ہے ـــــ اس کی پیدائش کا مقصد تو وظائف بندگی کو ادا کرنا نیز جنابِ قدس میں ذلّت و انکسار، عجز و افتقار اور دوام التجا و تضرع ہے ـــــ وہ عبادت جس کو شریعتِ محمدیّہ نے بتایا ہے اور جس کی ادائیگی میں خود بندوں کی منفعتیں اور مصلحتیں پنہاں ہیں ـــــ اللہ رب العزت کا اس میں کوئی فائدہ نہیں ـــــ اس کو بجان و دل ممنون ہو کر بجا لانا چاہیئے

اور پورے جذبۂ اطاعت کے ساتھ اوامر کو ادا کرنے اور نواھی سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیئے ــــــ اللہ تعالیٰ باوجودیکہ غنیِ مطلق ہے پھر بھی اس نے اوامر و نواھی کے ذریعے بندوں کو سرفراز فرمایا ہے ــــــ ہم محتاجوں کو اس نعمت کا پورے طریقے پر شکر کرنا چاہیئے اور ممنونیت کے ساتھ احکام کی فرمانبرداری کرنا چاہیئے۔

آں عزیز کو معلوم ہے کہ دُنیا والوں میں سے کوئی ایسا شخص جس کو شوکت و جاہ حاصل ہے ــــــ کسی زیر دست کو کسی خدمت پر سرفراز کر دیتا ہے تو اگرچہ اس خدمت سے خود صاحبِ شوکت شخص کو بھی فائدہ ہے لیکن وہ زیر دست اس کے حکم کو کتنا عزیز رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ایک عظیم المرتبہ شخص نے اس خدمت کا حکم دیا ہے اسی بناء پر پوری ممنونیت کے ساتھ کام کرتا ہے ــــــ تعجب ہے کہ عظمتِ خداوندی اس صاحبِ شوکت شخص کی عظمت سے بھی نظروں میں کم ہے (اسی وجہ سے تو) اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں کچھ بھی کوشش نہیں ہوتی ــــــ شرم کرنا چاہیئے اور اپنے آپ کو خوابِ خرگوش سے باہر لانا چاہیئے ــــــ اوامرِ خداوندی کا نہ بجالانا دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ بات ہے کہ شریعت نے جو اطلاعات دی ہیں ان کو جھوٹ جانتے ہیں اور باور نہیں کرتے، یا یہ ہے کہ عظمتِ حکمِ الٰہی دُنیا والوں کی عظمت سے نظر میں کم ہے ــــــ غور کرو کہ یہ دونوں باتیں کتنی بُری ہیں۔

اے فرزند! ایک ایسا شخص جس کی دروغ گوئی کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے، آکر کہتا ہے کہ دشمن کی فوج پورے غلبے کے ساتھ فلاں قوم پر شب خون مارے گی، یہ سُن کر اُس قوم کے عقلاء اپنی حفاظت کے درپے ہو کر اس بلا کے دفعیہ کی فکر کرتے ہیں ــــــ حالانکہ جانتے ہیں کہ خبر دینے والا دروغ گوئی کے ساتھ متّہم ہے ــــــ مگر پھر بھی کہتے ہیں کہ توہّم خطرہ کے وقت بھی نزدِ عقلاء بچاؤ کا انتظام ضروری ہے ــــــ مخبرِ صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے پورے اہتمام کے ساتھ عذابِ اُخروی کی خبر دی ہے، اس خبر سے بالکل متأثر نہیں ہوتے، اگر متأثر ہوتے تو اس عذاب کے دُور کرنے کی کوشش کرتے ــــــ اور کمال یہ ہے کہ اس عذاب کے دُور کرنے کا علاج بھی مخبرِ صادق علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے معلوم کئے ہوئے ہیں ــــــ بھلا یہ کون سا ایمان ہے کہ مخبرِ صادقؐ کی خبر کو اُس مخبرِ کاذب کی خبر کے برابر بھی نہ رکھا گیا (جسنے شب خون کی جھوٹی خبر دی تھی)۔

یادرکھو صورتِ اسلام نجات نہیں دے گی، یقین پیدا کرنا چاہئے ـــــ یقین کہاں ہے؟ یقین چھوڑ ظن، بلکہ وہم بھی نہیں ہے، ورنہ عقلاً تو خطروں کے وقت وہم کا بھی اعتبار کر لیتے ہیں ـــــ اسی قسم کی ایک بات اور سنو ـــــ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ـــــ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کو دیکھنے والا ہے) ـــــ اس ارشاد کے باوجود اعمالِ قبیحہ کئے جارہے ہیں۔ اگر کسی حقیر سے حقیر آدمی کے متعلق بھی یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ان اعمالِ قبیحہ کو دیکھ رہا ہے تو اُس کے سامنے بُرے کام نہیں کریں گے۔ لامحالہ اس بات سے تو یہ سمجھا جائے گا کہ (ناعاقبت اندیش لوگ) خبرِ حق کا یقین و اعتبار نہیں کرتے ـــــ اب بتاؤ کہ اس قسم کا کردار ایمان ہے یا کفر؟۔

آں فرزند پر لازم ہے کہ از سرِ نو تجدیدِ ایمان کریں ـــــ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ـــــ جددوا ایمانکم بقول لا الٰہ الا اللہ (اپنے ایمان کو کلمۂ طیبہ کے ذریعے تازہ کرو) ـــــ لہٰذا اللہ کی غیر پسندیدہ باتوں سے دوبارہ خالص توبہ کرو ـــــ اللہ نے جن چیزوں کی نہی فرمائی ہے اور جن کو حرام قرار دیا ہے اُن سے علیحدہ رہو۔ پانچ وقت کی نماز پڑھو ـــــ اگر تہجد میسّر ہو جائے تو زہے سعادت ـــــ ادائے زکوٰۃ بھی ارکانِ اسلام میں سے ہے، زکوٰۃ بھی نکالو ـــــ وہ طریقہ جس سے زکوٰۃ کی ادائیگی بسہولت ہو جاتی ہے یہ ہے کہ اپنے مال میں سے جو حقِ فقراء ہے (چالیسواں حصّہ) اس کو سالانہ جُدا کر لیا جائے اور اس کو زکوٰۃ کی نیت سے محفوظ رکھ کر سال بھر تک مصارفِ زکوٰۃ میں صرف کیا جائے، اس صورت سے ہر مرتبہ ادائے زکوٰۃ کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، ایک مرتبہ نیتِ زکوٰۃ سے مال کا جُدا کرنا کافی ہوگا ـــــ ویسے تو فقراء و مستحقین پر بہتیرا خرچ کرتے ہوں گے لیکن چونکہ نیتِ زکوٰۃ نہیں ہوتی اس لیے زکوٰۃ میں وہ رقم محسوب نہ ہوگی ـــــ اور جو صورت لکھی گئی ہے اس میں زکوٰۃ بھی اپنے ذمہ سے اُتر جائے گی اور بے اندازہ خرچ سے بھی چھٹکارا ہو جائے گا ـــــ اگر بالفرض اس قدر رقم زکوٰۃ سال بھر میں فقراء پر خرچ نہ ہوئی اور کچھ باقی رہ گئی تو اس بقیہ کو بھی اپنے مال سے جُدا رکھیں ـــــ ہر سال یہی طریقہ عمل میں لائیں ـــــ جب مالِ فقراء جُدا کر لیا جاتا ہے، تو اگر آج اس کی ادائیگی کی توفیق نہ ہوئی تو شاید کل کو توفیق ہو جائے۔

اے فرزند! چونکہ نفس انسانی بالذات انتہائی بخیل اور احکام الٰہی کی بجا آوری میں سرکش واقع ہوا ہے، اس لیے ضرورت کی بناء پر بات پورے اہتمام سے کہی جا رہی ہے ورنہ اموال و املاک سب اللہ کے ہیں، کسی کی کیا مجال کہ ان اموال کی زکوٰۃ دینے میں دیر لگائے ـــــ زکوٰۃ پوری شکر گزاری کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔ اسی طرح تمام عبادات میں کسی طرح پر اپنے آپ کو معاف نہ رکھا جائے ـــــ بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی سعیِ بلیغ کرنا چاہیئے اور کوشش کرنا چاہیئے کہ کسی کا حق اپنے ذمہ نہ رہ جائے ـــــ دنیا میں بندوں کا حق ادا کرنا آسان ہے، یہاں ملائمت اور خوشامد سے بھی کام چل جائے گا اور آخرت میں بڑی مشکل آپڑے گی، کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے گی۔

احکام شرعیہ کو علماءِ آخرت سے دریافت کرنا چاہیئے، ان کی بات میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے شاید ان کے انفاس کی برکت سے عمل کی توفیق ہو جائے ـــــ علماءِ دنیا سے ـــــ جنھوں نے علم کو وسیلۂ مال وجاہ بنا رکھا ہے ـــــ دُور رہنا چاہیئے ـــــ البتہ اگر تقویٰ شعار علماء نہ مل سکیں تو پھر مجبوراً ان علماءِ دنیا سے معلوم کر لیا جائے ـــــ وہاں (لاہور میں) حاجی محمد اُترّہ علماءِ دیندار میں سے ہیں، اور میاں شیخ علی اُترّہ خود تم سے واقف ہیں، غرض یہ دونوں بزرگ اس علاقے میں غنیمت ہیں، مسائلِ شرعیہ کی تفتیش میں ان کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے۔۔۔۔

چونکہ تم عقیدت کے ساتھ فقراء کی جانب توجہ رکھتے ہو اس مناسبت سے دل کی اکثر اوقات تمھاری طرف توجہ رہتی ہے، وہی توجہ اس گفتگو کا باعث ہوئی ہے ـــــ میں جانتا ہوں کہ ان نصیحتوں اور مسئلوں میں سے اکثر تمھارے کانوں میں پہلے ہی پڑ چکے ہوں گے لیکن مقصود عمل ہے نہ کہ محض علم ـــــ وہ بیمار جو اپنے مرض کی دوا کا علم رکھتا ہے جب تک اس دوا کو استعمال نہ کریگا صحت نہیں پائے گا، فقط دوا کا علم اس کو فائدہ نہیں پہونچائے گا۔۔۔۔۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ـــــ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ (قیامت کے دن اُس عالم کو زیادہ عذاب ہوگا جس کے علم سے اللہ تعالیٰ نے اُس کو نفع نہیں پہونچایا)۔۔۔۔۔

مکتوب (۴۷) ـــــــ مرزا بدیع الزماں کے نام

[نصائح]

مکتوب گرامی وارد ہوا، اللہ کا شکر ہے کہ اس خط سے محبتِ فقراء مفہوم ہوئی جو کہ در اصل سرمایۂ سعادت ہے ... ... آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :ــــ وھم قوم لا یشقی جلیسھم (یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین محروم و بدنصیب نہیں رہتا ہے) ــــ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ــــ فقراء مہاجرین کے ذریعہ فتح کی دعا اللہ تعالیٰ سے مانگا کرتے تھے ــــ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ :ــــ "بہت سے پراگندہ بال ایسے ہیں جو دروازوں سے تو دھکے دے کر نکال دیے جاتے ہیں لیکن اللہ کے نزدیک اتنے عزیز ہیں کہ اگر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اُن کی قسم کو پورا کر دیں۔"

سعادت آثارا! تم نے ایک فقرہ اپنے خط میں میرے متعلق یہ لکھا تھا :ــ "خداوند دو جہان" (مالکِ دوجہاں)۔ یاد رکھو یہ وہ صفت ہے جو حضرت واجب الوجود کے ساتھ مخصوص ہے، اس کی شان بہت بڑی ہے، عبدِ مملوک کسی چیز پر بھی قادر نہیں ــــ اس کی کیا مجال کہ کسی طریقے سے اپنے مالک کے ساتھ مشارکت ڈھونڈھے اور راہِ خداوندی پر دوڑے ــــ علی الخصوص عالمِ آخرت میں کہ وہاں مالکیت و ملکیت، کیا باعتبارِ حقیقت اور کیا باعتبارِ مجاز حضرتِ مالکِ یوم الدین (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مخصوص ہے ــــ حضرت حق جلّ مجدہٗ بروزِ قیامت ندا دیں گے :ـ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج کس کی بادشاہت ہے؟) ــــ اور خود ہی جواب میں فرمائیں گے :ـ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (یعنی آج اللہ واحد قہار کی بادشاہت و حکومت ہے) ــــ بندوں کو اس دن سوائے ہول و دہشت اور سوائے حسرت و ندامت کچھ متحقق و متصور نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس دن کی شدت اور غایت اضطرابِ خلائق کی خبر ان الفاظ میں دے رہا ہے :ــــ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (بیشک قیامت کا زلزلہ بڑا بھاری زلزلہ ہوگا جس دن دودھ پلانے والی دودھ پلانا بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی، اور تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ نشہ میں ہیں، حالانکہ وہ نشہ میں

نہ ہوں گے ولیکن اللہ کا عذاب ہی شدید ہے) ـــــــ ۵

درآں روز کز فعل پرسند و قول ۞ اولوالعزم را دل بہ لرزد زہول[1]

بجائے کہ دہشت برند انبیاء ۞ تو عذرِ گنہ را چہ داری بیا

بقیہ دو نصیحتیں یہ ہیں :ـــــــ

(۱) صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع نہایت ضروری ہے اس لیے کہ نجات اس کے بغیر محال ہے۔

(۲) زیبائشہائے دنیا کی طرف التفات نہ ہو اور اس کے وجود و عدم کا اعتبار بھی نہ کیا جائے، اس لیے کہ دنیا اللہ کے نزدیک مبغوض ہے، اللہ کے یہاں اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے پس یہی مناسب ہے کہ اس کا عدم اس کے وجود سے بہتر ہو ـــــ دنیا کی بے وفائی اور زوال پذیری کا قصہ مشہور ہے بلکہ آنکھوں دیکھا ہے، پس اُن دنیا داروں سے عبرت حاصل کرو جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی توفیق دے۔

مکتوب (۷۶) ـــــــ (مولانا) قلیج محمد خاں (اندجانی) کے نام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :ـ مَا اٰتٰکمُ الرسول فخذ وہ ومَا نھاکم عنہ فانتھوا (رسول جس چیز کو دیں اُس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو)۔ (اس آیت کے پیش نظر) مدارِ نجات دو باتوں پر ہوا :ـ (۱) اوامر کی بجاآوری۔ (۲) نواہی سے باز رہنا ـــــــ اور ان دونوں جزوں میں جزو اخیر زیادہ اہم ہے کہ ورع و تقویٰ اسی کا نام ہے ـــــ حدیث شریف میں ہے کہ :ـ آنحضرتؐ کے سامنے ایک شخص کی عبادت و ریاضت کا ذکر کیا گیا اور دوسرے شخص کے تقویٰ کا ـــ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :ـ تقویٰ کے برابر کوئی چیز نہیں ـــــــ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ :ـ تمھارے دین کا مدارِ کار تقویٰ اور پرہیزگاری ہے ـــ انسان کی

---

[1] جس روز ہر فعل و قول کی پرسش ہوگی اور جس روز اولوالعزم انبیاء بھی لرزاں ہوں گے تو اس روز اپنے گناہوں کا کیا عذر رکھتا ہے؟۔

فرشتوں پر جو فضیلت ہے وہ اسی جزءِ ثانی کی بناء پر ہے اور مدارج قرب کی ترقی بھی اسی جزو سے ہوتی ہے اس لیے کہ ملائکہ پہلے جزو میں شریک ہیں لیکن ان میں ترقی مفقود ہے پس رعایت جزء ثانی (ورع و تقویٰ) اسلام کے اعلیٰ ترین مقاصد میں سے ہے ـــــ اور اس جزو کی رعایت جس کا مدار، حرام باتوں سے بچنے پر ہے، پورے طریقے پر اس وقت میسر ہو سکتی ہے کہ فضول مباحات سے پرہیز کیا جائے اور مباحاتِ ضروریہ پر اکتفا کیا جائے اس لیے کہ ارتکاب مباحات کی لگام ڈھیلی چھوڑ دینا، امورِ مشتبہات تک پہونچا دے گا اور مشتبہ، حرام کے قریب ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔ من حام حول الحمیٰ یوشك ان یقع فیہ (جس نے چرایا اپنے جانوروں کو شاہی سبزہ زار کے آس پاس، قریب ہے کہ چرائے وہ اس کے اندر یعنی وہ جانور شاہی چراگاہ میں داخل ہو جائیں گے جو کہ ممنوع ہے) ـــــ پس کمالِ تقویٰ کے حصول کے لیے مباحات پر بقدرِ ضرورت اکتفا ضروری ہوا، اور وہ بھی ادائے وظائفِ بندگی کی نیت سے مشروط ہو کر ـــ ورنہ (بغیر نیت کے) اس قدر بھی وبال ہے اور قلیل بھی حکمِ کثیر رکھتا ہے ۔ اور چونکہ فضولِ مباحات سے پورے طریقے پر بچنا خصوصاً اس زمانہ میں بہت ہی کم ہے، لہذا ایسا تو ہو کہ محرمات سے اجتناب کو لازم کر کے حتی الامکان فضولِ مباحات کے دائرۂ ارتکاب کو تنگ تر کر دیا جائے اور فضولِ مباحات کے (کبھی کبھار) ارتکاب کے بعد ہمیشہ استغفار اور التجا و تضرع ہونا چاہیئے، ممکن ہے اس سے بھی وہی نتیجہ پیدا ہو جائے جو فضولِ مباحات سے کلیۃً پرہیز سے ہوتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک درویش کا قول ہے کہ مجھے عاصیوں کا انکسار عبادت گزاروں کی جد و جہد سے زیادہ پسند ہے ـــــ

محرمات سے بچنا دو قسم پر ہے :۔ ایک قسم حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہے، دوسری قسم حقوقِ عباد سے ۔ ان میں سے دوسری قسم کی رعایت بہت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ تو غنیِ مطلق اور ارحم الراحمین ہے اور بندے فقراء و محتاج ہیں اور بالذات بخیل و لئیم ـــــ (اس لیے ان کے حقوق کی ادائیگی ضرور ہونا چاہیئے) ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :ـــــ جس کسی پر اپنے بھائی کا کسی قسم کا کوئی حق ہو اُس کو چاہیئے کہ دنیا ہی میں اُس کو معاف کرا لے اُس دن کے آنے سے پہلے کہ اُس کے پاس کوئی دینار و درہم نہ ہوگا، اگر اس کے پاس کوئی عملِ صالح ہو گا تو اس حق کے بقدر اُس عمل کو

لے لیا جائے گا، اور اس کے پاس حسنات نہ ہوں گے تو حقدار کے گناہ لے کر اُس پر لاد دیے جائیں گے
—— آپؐ نے صحابہؓ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ :- جانتے ہو مفلس کون ہے ؟ صحابہؓ نے عرض کیا :-
ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ مال و متاع ! - فرمایا :- نہیں ! میری اُمّت کا
مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ (سب اعمالِ حسنہ) لے کر آیا —— لیکن
اِس حال میں کہ کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت دھری تھی، کسی کا مال غصب کر لیا تھا، کسی کا خون
بہا دیا تھا، کسی کو زدوکوب کیا تھا۔ پس ان سب آدمیوں کو اس شخص کے حسنات دیدیے جائیں گے
اور جب حسنات ختم ہو جائیں گے تو ان لوگوں کی خطائیں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی، پھر اُس کو
جہنّم میں جھونک دیا جائے گا ... .

آخر میں اس امر کا بھی شکریہ ادا کر دوں کہ آپ کے وجود سے بلدۂ معظمہ لاہور میں بہت سے
احکامِ شرعیہ اس نازک دور میں رواج پذیر ہیں اور آپ کے ذریعہ اس مقام پر تقویتِ دین اور
ترویجِ ملّت حاصل ہے —— یہ شہر لاہور فقیر کے نزدیک، تمام بلادِ ہندوستان کے لیے "قطب الارشاد"
جیسا ہے۔ اس شہر کی خیر و برکت تمام بلادِ ہندوستان میں جاری و ساری ہوتی ہے۔ اگر اس جگہ
دین کی ترویج و اشاعت ہے تو تمام مقامات پر ترویج و اشاعت متحقق ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا
ناصر و مؤید ہو —— آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ :- میری امت کا ایک
گروہ ہمیشہ مخالفانِ اسلام پر غالب اور دینِ حق پر قائم رہے گا —— وہ شخص جو اس کی امداد ترک
کرے گا اس کو نقصان نہ پہونچا سکے گا، یہاں تک کہ آئے گی قیامت، اور وہ گروہ اسی حال پر ہوگا
—— چونکہ آپ کو حضرت معرفت پناہی قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہؒ) سے رشتۂ محبّت تھا اِس لیے
یہ چند کلمات لکھے گئے، زیادہ لکھنا طول کا باعث ہے۔

مکتوب (۷۹) —————— جبّاری خاں کے نام ——

[شریعتِ غرّا جامع ہو تمام شرائع سابقہ کی]

... ... یہ امر ثابت اور مقرر شدہ ہے کہ حضرت محمّد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام
کمالاتِ اسمائی و صفاتی کے جامع ہیں اور بر سبیلِ اعتدال ان سب کمالات کے مظہر ہیں، اور جو
کتاب آپ پر نازل ہوئی ہے وہ اُن تمام کتبِ سماوی کا خلاصہ ہے جو انبیاء علیہم السّلام پر اُتریں۔

نیز جو شریعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی گئی وہ بھی تمام شرائعِ سابقہ کا زبدہ و خلاصہ ہے۔
جن اعمال کا یہ شریعتِ حقّہ مطالبہ کرتی ہے وہ اعمال پچھلی شریعتوں کے اعمال، بلکہ ملائکہ کے اعمال سے بھی منتخب ہیں، اس لیے کہ بعض ملائکہ فقط رکوع کے مامور ہیں اور بعض فقط سجدے کے، اور بعض محض قیام کے اور ایسے ہی امم سابقہ میں بعض امتیں صبح کی نماز کی مامور تھیں بعض دوسری نمازوں کی ——
اِس شریعت میں امم سابقہ اور ملائکہ مقربین کے اعمال کا خلاصہ منتخب کرکے ان منتخب اعمال کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اس شریعت کی تصدیق کرنا اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا درحقیقت تمام شرائع کی تصدیق کرنا اور تمام شرائع کے تقاضوں پر عمل کرنا ہے۔ ایسے ہی اس شریعت کی تکذیب اور اس پر عمل نہ کرنا بھی تمام شریعتوں کی تکذیب اور ان کے تقاضوں پر عمل پیرا نہ ہونا ہے ——
یہی حال ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انکار کا کہ ان کی رسالت کا منکر ہونا جمیع کمالاتِ اسمائی و صفاتی کا انکار کرنا ہے، اور ان کی تصدیق کرنا تمام کمالاتِ اسمائی و صفاتی کی تصدیق کرنا ہے، لہٰذا اس شریعت کا اور آنحضرت کا جھٹلانے والا، لامحالہ بدترین امم قرار دیا جائے گا۔ . . . . .

مکتوب (۸۰) —— میرزا فتح اللہ حکیم[1] کے نام

[اس بیان میں کہ تہتّر فرقوں میں فرقۂ اہلسنت و جماعت فرقۂ ناجیہ ہے]

. . . . (یوں تو) تہتّر فرقوں میں سے ہر فرقہ اتباعِ شریعت کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنی نجات پر یقین رکھتا ہے (خود قرآن میں ہے) كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (ہر گروہ اور پارٹی خوش ہے اُس چیز پر جو اُس کے پاس ہے) —— لیکن (نجات یافتہ ہونے کی) وہ دلیل و نشانی

---

[1] حکیم فتح اللہ شیرازی —— شیراز کے رہنے والے تھے، اکبر کے زمانہ میں ہندوستان آئے اور انعامات و اکرامات سے نوازے گئے، مدت تک ہندوستان میں مقیم رہ کر اپنے وطن کو چلے گئے اور شیراز ہی میں وفات پائی۔ کلام اللہ کی تفسیر بھی لکھی تھی۔ مفتی عبدالسلام لاہوری (جو کہ ملا عبدالسلام دیوی کے استاذ تھے) کے استاذ تھے ——
حسب قول مولف تاریخ جدولیہ شیعی مذہب تھے۔ بعد کو غالباً حضرت مجددؒ کی برکت سے اصلاحِ عقائد کرلی تھی —— اسی بناء پر مکتوب (۸۵) میں ان کو نمازِ پنجوقتہ باجماعت کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

(نزہتہ الخواطر جلد ۵ و تاریخ جدولیہ)

جس کو پیغمبرِ صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے یہ ہے کہ :۔ "فرقۂ ناجیہ وہ ہے جو اس طریقہ پر ہو جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں" یہ فرما دینا بظاہر کافی ہوتا کہ "جس طریقہ پر میں ہوں" مگر اصحابؓ کا ذکر بھی اپنے ساتھ فرمایا، اس کی وجہ یہ قرار دی جاسکتی ہے کہ سب جان لیں کہ میرا طریقہ وہی ہے جو میرے اصحاب کا ہے، لہٰذا طریقِ نجات صحابہؓ کی ہی اتباع کے ساتھ متعلق ہوگا ــــــ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی) ــــــ معلوم ہوا کہ اطاعتِ رسولؐ ہی عین اطاعتِ حق ہے آنحضرتؐ کی اطاعت کے خلاف جو کچھ ہے وہ اللہ کی نافرمانبرداری ہے ــــ جو لوگ اطاعتِ خدا کو اطاعتِ رسولؐ کا منافی و مخالف تصوّر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے کفر کی اطلاع اس طرح دیتا ہے :۔ یریدون ان یفرّقوا بین اللہ ورسلہٖ ویقولون نؤمن ببعضٍ ونکفر ببعضٍ ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلاً اولٰئک ھم الکٰفرون حقاً (وہ لوگ چاہتے ہیں کہ تفرقہ کریں اللہ کے درمیان اور اس کے پیغمبروں کے درمیان (اطاعت کے معاملے میں) اور وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں بعض پیغمبروں پر اور بعض کا ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راستہ (من مانا) نکال لیں وہ لوگ یقیناً حالتِ کفر میں ہیں) ۔

اسی طرح میں جس بارے میں لکھ رہا ہوں (اس کو سمجھو کہ) اتباعِ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرنا اور ساتھ ہی اتباعِ طریقِ اصحابؓ کی مخالفت کرنا یہ باطل دعویٰ ہے ــــــ بلکہ ایسی اتباع تو درحقیقت رسولؐ کی نافرمانی ہوگی، پس نجات کی اس صورت میں کیا گنجائش رہی ؟ ۔ ویحسبون انھم علٰی شیئٍ الا انھم ھم الکاذبون (وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم کسی حقیقت پر ہیں (مگر) آگاہ رہو کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں) ــــــ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے اتباعِ صحابۂ رسولؐ کو لازم قرار دیا ہے وہ فرقۂ اہلِ سنت وجماعت ہے ــــــ اللہ ان کی سعی کو کامیاب فرمائے ــــــ لہٰذا فرقۂ ناجیہ یہی ہوا ــــــ جو لوگ اصحابِ پیغمبر پر لعن طعن کرتے ہیں جیسے شیعہ اور خوارج ــــــ وہ خود صحابہ کی اتباع سے محروم ہیں۔ اور معتزلہ بیچارے تو اُن کے مقابلے میں نئی پیداوار ہیں ان کا پیشوا واصل بن عطا حضرت امام حسن بصریؒ کا شاگرد تھا، ایمان وکفر کے درمیان "واسطہ" ثابت کرنے کی وجہ سے استاد سے جدا ہوگیا۔ حضرت حسن بصریؒ نے اُس کے متعلق فرمایا تھا :۔ اعتزل عنّا یعنی واصل ہم سے جدا ہوگیا

(معتزلہ کی یہی وجہ تسمیہ ہے) ــــ بقیہ فرقوں کو بھی ان ہی پر قیاس کر لو ــــ صحابہؓ پر طعن کرنا درحقیقت پیغمبرؐ پر طعن کرنا ہے۔ جس نے رسولؐ کے صحابہؓ کی تعظیم و توقیر نہ کی وہ رسولؐ پر ایمان لایا ہی کب؟ ــــ اگر اصحاب نبیؐ میں کوئی خباثت تھی تو (نعوذ باللہ) یہ بات پیغمبرؐ تک پہونچے گی ــــ اللہ ہمیں ایسے بُرے اعتقاد سے بچائے ــــ علاوہ ازیں جو احکام شرعیہ قرآن و احادیث کی راہ سے ہم تک پہونچے ہیں وہ صحابہؓ کے توسط اور ذریعے سے ہی تو پہونچے ہیں۔ صحابہؓ قابلِ طعن ہوں گے تو انھوں نے جو چیزیں نقل کی ہیں وہ بھی قابلِ طعن ہوں گی، اور یہ بات کسی ایک کے ساتھ یا چند کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کل کے کل صحابہؓ عدالت، صدق اور تبلیغ میں مساوی ہیں ــــ پس ان میں سے کسی پر طعن و تبرّا کرنا دین پر طعن کرنا ہے۔ اللہ اس جرات بیجا سے پناہ میں رکھے ــــ اور اگر طعن و لعنت کرنے والے یوں کہیں کہ ہم بھی بعض اصحابؓ کی تابعداری کرتے ہیں، اور یہ کیا ضروری ہے کہ تمام اصحابؓ کے تابع ہوں، سب کی تابعداری ممکن بھی نہیں ہے، اس لیے کہ ان کی رایوں اور طریقوں میں اختلاف ہے ــــ ہم اس کا جواب یہ دوں گا کہ بعض صحابہؓ کی پیروی اُس وقت کارآمد ہو سکتی ہے جب کہ باقی صحابہؓ میں سے کسی کا انکار اُس کے ساتھ ساتھ نہ ہو، اور اگر کسی کا بھی انکار ہو تو کسی کی بھی تابعداری متحقق نہ ہوگی ــــ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ حضرت امیرؓ علی بن ابی طالبؓ نے خلفاءِ ثلٰثہؓ کی تعظیم و توقیر کی ہے اور اُن کو مقتدیٰ جان کر اُن سے بیعت کی ہے۔ لہٰذا خلفاءِ ثلٰثہؓ سے انکار کی صورت میں حضرتِ امیرؓ کی تابعداری کا دعویٰ محض غلط ہے، بلکہ خلفاءِ ثلٰثہؓ سے انکار فی الحقیقت حضرتِ امیرؓ سے انکار اور اُن کے اقوالِ صریح اور اُن کے اعمال کا رد کرنا ہے ــــ رہا احتمالِ تقیہ، سو وہ حضرت علی شیرِ خداؓ کے بارے میں کرنا سُبکیِ عقل کی بات ہے ــــ عقلِ صحیح ہرگز یہ بات تجویز نہیں کرتی کہ شیرِ خداؓ، باوجود کمالِ معرفت و شجاعت (تقریباً) تیس سال خلفاءِ ثلٰثہؓ کا بغض اپنے سینہ میں چھپائے رہیں، اور جو بات دل میں تھی اُس کے برخلاف ظاہر کریں، اور (نعوذ باللہ) منافقانہ انداز میں اُن سے ملتے جُلتے رہیں ــــ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلم کے اندر بھی اِس قسم کے نفاق کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا (چہ جائیکہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؓ)۔

غور کرو اس قسم کی باتوں سے حضرتِ امیرؓ کی طرف کس طرح مغلوبیت اور فریب دہی کی نسبت کی جا رہی ہے، اور اگر بفرضِ محال شیرِ خدا (حضرت علیؓ) کے بارے میں تقیہ تجویز کر بھی لیا جائے، تو اِس کا کیا جواب ہے کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ ثلٰثہؓ کی عزت و توقیر کی ہے اور شروع سے

آخر تک ان کو قابلِ عزت قرار دیتے رہے ہیں —— اس مقام پر تو "تقیہ" کی کچھ بھی گنجائش نہیں نکلتی۔ پیغمبرؐ پر تبلیغ واجب ہے، اُن کی شانِ اقدس تک "تقیہ" کو راستہ دینا زندیقیت کی منزل پر پہونچاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے: "اے رسول! آپ اُس بات کی تبلیغ کیجئے جو آپ پر نازل کی گئی ہے آپ کے رب کی طرف سے .. .. .. الخ"
یہ بات مُسلّم ہے کہ نبی کے قول و فعل کو خطا پر محمول کرنا جائز نہیں ہے ورنہ اس کی شریعت کے اندر خلل پیدا ہوتا ہے —— پس جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خلفاء کی تعظیم و توقیر ہی ظاہر ہوئی اس کے خلاف کوئی بات ظاہر نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم و توقیر کرنا خطا سے محفوظ تھا، اور یہ تعظیم و توقیر زوال پانے والی نہیں ہے غیر فانی ہے۔
اب میں اصلِ سخن کی طرف متوجہ ہو کر معترضین کے اعتراض کا جواب وضاحت سے دیتا ہوں کہ تمام صحابہؓ کی تابعداری اصولِ دین میں لازم ہے، اور صحابہؓ اصول میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں رکھتے تھے، اگر ان کا اختلاف ثابت ہے تو وہ فروع میں ہے —— اب جو بھی ان میں سے کسی پر طعن کرنے والا ہے، وہ سب کی تابعداری سے محروم ہے —— صحابہؓ آپس میں اصول کے اندر متفق ہیں، لیکن ان اکابرِ دین سے انکار کی نحوست خود منکرین کو اختلاف میں ڈال دیتی ہے اور اتفاق کے دائرے سے باہر لے آتی ہے، بلکہ کسی شخصیت کا انکار اس کی بات کے انکار تک پہونچا دیتا ہے —— دیکھو —— تمام صحابہؓ شریعت کے مبلّغ ہیں ان میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ ہم تک پہونچا ہے —— قرآن کو بھی ہر ایک صحابی سے ایک یا ایک سے زیادہ آیتیں لے کر جمع کیا گیا ہے، پس کسی ایک صحابی کا انکار اس آیت سے انکار ہے جو اُس سے پہونچی تھی —— اس سے واضح ہو گیا کہ منکرِ بعض صحابہؓ کے لیے جمیع شریعت پر عملدرآمد میسّر نہیں ہے اب نجات اور فلاح کہاں؟ —— اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:— افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم الا خزیٌ فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردّون الیٰ اشدّ العذاب (کیا تم بعض حصّہ کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو، پس تم میں سے جو کوئی ایسا کرتا ہے اُس کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ دنیا میں ذلّت اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب)۔ .. .. پس سوچنا چاہیئے کہ ان اکابر (صحابہؓ) کا انکار، قرآن کے انکار تک پہونچتا ہے۔ پناہ بخدا —— ایک شخص نے اہلِ تشیع کے ایک مجتہد سے سوال کیا کہ: "قرآن حضرت عثمانؓ

کا جمع کیا ہوا ہے اُس کے حق میں کیا اعتقاد رکھتے ہو؟" انھوں نے جواب دیا کہ :۔ "میں قرآن کے انکار میں مصلحت نہیں دیکھتا، اس کا انکار ہوا تو دین درہم برہم ہو جائے گا"۔۔۔۔۔ علاوہ ازیں ایک عقلِ سلیم رکھنے والا ہرگز یہ بات بھی جائز قرار نہیں دے سکتا ہے کہ اصحاب آں سرورؐ، آں سرور صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے دن ایک امرِ باطل پر اجتماع کرلیں ۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ رحلتِ رسولِ اکرمؐ کے وقت ۳۳ ہزار صحابہؓ حاضر تھے، انھوں نے اپنی رغبت اور خوشی سے حضرت صدیقِ اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، ان تمام کثیر التعداد صحابہؓ کا ضلالت و گمراہی پر جمع ہو جانا محالات سے ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :۔ "میری اُمّت سب کی سب ضلالت و گمراہی پر جمع نہیں ہوگی ۔۔۔۔۔ اور حضرت امیر علی کرم اللہ وجہہٗ سے جو توقف بیعت میں ابتداءً واقع ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ مشورے میں حضرت امیرؓ کو بلایا نہیں گیا تھا جیسا کہ حضرت امیرؓ نے فرمایا ہے کہ :۔ "ہم کو غصّہ صرف اس بات پر آیا تھا کہ ہم مشورے میں طلب نہیں کئے گئے، ویسے ہم جانتے ہیں کہ بیشک ابوبکرؓ ہم سب سے افضل و بہتر ہیں"۔ اور حضرتِ امیرؓ کا مشورے میں نہ بلانا بھی کسی مصلحت پر مبنی ہوگا۔ مثلاً اہلِ بیتِ نبویؐ کی تسلّی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمہ میں حضرت علیؓ کی موجودگی سے، اسی طرح کی اور مصلحتیں بھی ہو سکتی ہیں ۔۔۔۔۔ اور جو اختلاف درمیانِ اصحابؓ واقع ہوا ہے وہ ہوائے نفسانی کی بنا پر نہ تھا، اِس لیے کہ ان کے نفوس کا تزکیہ (آنحضرتؐ کے فیضِ صحبت سے) ہو چکا تھا۔ ان کے نفوس، نفوسِ مطمئنہ بن چکے تھے ۔۔۔۔۔ اُن کی خواہشات تابعِ شریعت ہو گئی تھیں ۔۔۔۔۔ اُن کا اختلاف "اجتہاد" پر، اور "اعلائے حق" پر مبنی تھا ۔۔۔۔۔ لہٰذا اُن میں جو خطا پر بھی تھا اُس کو بھی ایک درجہ ثواب کا اللہ کے یہاں حاصل ہے، اور جو حق پر تھا اُس کے لیے دو درجے ثواب کے ہیں ۔۔۔۔۔

پس زبان کو اُن کے بُرا بھلا کہنے سے باز رکھنا چاہیئے اور سب صحابہؓ کو نیکی سے یاد کرنا چاہیئے۔

مکتوب (۸۱) ۔۔۔۔۔ لالہ بیگ[۱] کے نام ۔۔۔۔۔

[ترغیب بر ترویجِ اسلام]

اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھاری حمیّتِ اسلامی میں ترقی عطا کرے ۔۔۔۔۔

غربتِ اسلام ایک صدی سے رونما ہے ۔۔۔۔۔ اہلِ کفر، بلادِ اسلام میں کھُلّم کھُلّا احکامِ کفر کے

[۱] ان کا باز بہادر اور جہانگیر قلی خاں خطاب تھا۔ جہانگیر کے اعاظم امراء میں سے تھے بسنہ ۱۰۱۶ھ میں بنگالہ میں (بقیہ صفحہ ۱۰۵ پر)

رائج ہونے پر بھی راضی نہیں ہیں بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ احکامِ اسلامیہ بالکلیہ زائل ہو جائیں اور "مسلمانان" اور "مسلمانی" کا کوئی نشان ظاہر نہ ہو — اور نوبت یہاں تک پہونچی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعارِ اسلام کا اظہار کرتا ہے تو قتل کر دیا جاتا ہے۔

.. .. .. (اب جہانگیر کی سلطنت کا آغاز ہے) اگر ابتداءِ بادشاہت میں مسلمانی رواج پا گئی اور مسلمانوں نے کوئی حیثیت پیدا کر لی تو فبہا، ورنہ توقف کی صورت میں مسلمانوں کا مسئلہ بڑا مشکل ہو جائے گا الغیاث الغیاث ثم الغیاث الغیاث — دیکھا چاہئے کون نصیبہ ور اِس سعادت سے سعادت مند ہوتا ہے، اور کون ساشاہباز اس دولت کو حاصل کرتا ہے۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ .. .. ..

مکتوب (۸۵) — میرزا فتح اللہ حکیم کے نام

[نمازِ باجماعت کی ترغیب میں]

.. .. .. آدمی کو جس طرح درستیِ اعتقاد کے بغیر چارہ نہیں، اعمالِ صالحہ کی ادائیگی کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے، اور جامع ترین عبادت اور مقرب ترین اطاعت نماز کا ادا کرنا ہے —

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: — الصلوٰۃ عماد الدین فمن اقامھا فقد اقام الدین ومن ترکھا فقد ھدم الدین (نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز کو قائم کیا اُس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو چھوڑا اُس نے دین کو ڈھا دیا) — اور جس کسی کو نماز کی مواظبت ویابندی نصیب ہوتی ہے اس کو فحشاء اور منکر سے بھی محفوظ رکھا جاتا ہے — انّ الصّلٰوۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر (بیشک نماز فحش اور بُری بات سے منع کرتی ہے) — یہ آیت میری بات کی تائید کر رہی ہے — اگر نماز بے حیائی اور بُرائی سے نہیں بچا رہی تو سمجھو کہ صورتِ نماز ہے حقیقتِ نماز نہیں ہے — مگر جس وقت تک حقیقت حاصل نہ ہو جائے صورت کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے — اگر کُل نہ مل سکے تو کُل کو چھوڑا بھی نہ جائے — اکرم الاکرمین (حق تعالیٰ) اگر

(۱۶۲ کا بقیہ حاشیہ) فوت ہوئے۔ تاریخ محمدی قلمی رضا لائبریری رامپور میں ۱۰۲۶ھ کے ماتحت ان کے متعلق یہ عبارت ہے:—

لالہ بیگ مخاطب بباز بہادر ثم بجہانگیر قلی خاں از اعاظم امرا و غلامانِ خاص جہانگیر بادشاہ۔ آخرہائے سال در بنگالہ فوت شد۔

صورتِ نماز ہی کا (حقیقت جیسا) اعتبار کر لے تو اُس کی شان سے یہ بھی بعید نہیں ـــــ پس تم پر لازم ہے کہ جماعت کے ساتھ اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز کو ادا کرو، اس لیے کہ یہ نماز سببِ نجات و فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :ـــ قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون (فلاح یاب و کامیاب ہو گئے وہ بندے جو کہ اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع کرنے والے ہیں)۔ .. ..

مکتوب (۸۹) ـــــــ میرزا علی جان کے نام ـــــ

[تعزیت]

.. .. .. آدمی کو کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے) کے بموجب موت سے مفر نہیں ـــــ اس شخص کی خوشحالی و خوش نصیبی یقینی ہے جس نے عمرِ دراز پا کر اعمالِ خیر کا زیادہ ذخیرہ جمع کیا ـــــ یہی موت ہے جس کے ذریعے مشتاقوں کو تسلی دیتے ہیں، اور اسی موت کو دوست کی دوست سے ملاقات کا وسیلہ بناتے ہیں ـــــ مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللهِ لَآتٍ (جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا آرزومند ہے پس بیشک اللہ کی ملاقات کا وقت آنیوالا ہے) ـــــ ہاں وہ پسماندگان اور باقی ماندگان جن کو ان واصلانِ حق کی صحبت سے دُوری ہو جائے ان کا حال خراب و اَبتر ہوتا ہے ـــــ تمھارے ولیِ نعمت کی شخصیت اس زمانہ میں بہت ہی غنیمت تھی ـــــ اب تم لوگوں پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دو، اور دعا و صدقہ سے ہر وقت ان کی مدد کرو ـــــ (حدیث میں ہے کہ) مرنے والا کسی ڈوبنے والے کی طرح، اپنے ماں باپ، بھائیوں اور دوستوں کی طرف دعاؤں کے سہارے کا انتظار کرتا ہے ـــــ یہ بھی چاہئے کہ ان کی موت سے اپنی موت کا دھیان ہو اور خود کو مرضیِ حق کے سپرد کر کے حیاتِ دنیا کو متاعِ فریب شمار کرو ـــــ اگر دنیا کے ٹھاٹ باٹ کی (اللہ کی نظر میں) کچھ بھی عزت ہوتی تو کفارِ بدکردار کو اس میں سے بال برابر بھی کچھ نہ دیا جاتا ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں ماسوٰی سے اعراض اور اپنی درگاہ کی طرف توجہ کی توفیق نصیب کرے بحرمۃ سید المرسلین .. .. ..

مکتوب (۹۲) ـــــــ شیخ کبیر کے نام ـــــــ

[اطمینانِ قلب، ذکر سے حاصل ہوتا ہے، نہ کہ نظر و استدلال سے]

.. .. أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (آگاہ ہو جاؤ کہ دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں) ـــــ (اس قولِ خداوندی کی رو سے) اطمینانِ قلب کی راہ ذکرِ اللہ ہے، نہ کہ

نظر و استدلال ۔ ۵

پائے استدلالیاں چوبیں بود[1]
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

ذکر کے ذریعہ، جنابِ قدس سے یک گونہ مناسبت ہو جاتی ہے۔ (بندۂ حقیر کو) اگرچہ (اُس جناب سے) کوئی مناسبت (فی الحقیقۃ) نہیں ——— ۶

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

لیکن ایک قسم کا علاقہ، ذاکر و مذکور کے درمیان ضرور ہو جاتا ہے جو سببِ محبت بن جاتا ہے ——— جب محبت غالب ہوئی تو اطمینان ہی اطمینان ہے، جب کام اطمینانِ قلب تک پہونچا تو دولتِ اُبدی اس کو نقد مل گئی ——— ۵

ذکر گو ذکر تا[2] ترا جان است
پاکیِ دل ز ذکرِ رحمٰن است

مکتوب (۹۳) ——— سکندر خاں لودی کے نام

[تمام اوقات ذکرِ الٰہی میں صرف کئے جائیں]

جماعت سے نمازِ پنجگانہ کی ادائیگی اور سننِ موکدہ کی ادائیگی کے بعد اپنے اوقات کو ذکرِ الٰہی میں مصروف رکھنا چاہئے ——— کھانے پینے، سونے اور (بلا ضرورت) آنے جانے میں ہی اُوقات کو مشغول نہ رکھا جائے ——— طریقہ ذکر تم کو تبلادیا گیا ہے اُسی طریقے پر ذکر کرو ——— اگر جمعیتِ قلب میں کمی محسوس ہوتی ہو تو اوّل اس کا سبب متعین کرنا چاہئے، بعد ازاں اُس سبب کی تلافی کی جائے ——— التجا اور تضرع و زاری کے ساتھ حضرتِ حق کی جانب متوجہ ہونا اور اُسی سے دفع ظلمت کو طلب کرنا چاہئے اور جس مُرشد سے ذکر سیکھا ہے اُس کو وسیلہ بنایا جائے ۔۔۔۔۔

——— والسلام ———

---

[1] نظر و استدلال والوں کا پاؤں لکڑی کا ہے اور لکڑی کا پاؤں بہت بودا ہوتا ہے۔

[2] جب تک تیری جان میں جان ہے ذکر کرتا رہ، اِس لیے کہ ذکرِ رحمٰن سے پاکیِ دل حاصل ہوتی ہے۔

مکتوب (۹۵) ـــــــــ خضر خاں لودی کے نام ـــــ

[تصحیح عقائد اور اعمالِ صالحہ کے بغیر چارہ نہیں]

.. .. .. جو چیز ضروری اور لابدی ہے وہ یہ ہے کہ اوّلاً عقائد کی تصحیح بمطابق اہل سنّت وجماعت ثانیاً، فرائض سنن، واجبات، مستحبات، حلال، حرام، مکروہ، اور مشتبہ کا علم حاصل کیا جائے۔ پھر احکام فقہیہ کے بموجب اعمال ادا کیے جائیں ـــــ اعتقاد وعمل کے ان دو بازوؤں کے میسّر آجانے کے بعد اگر توفیقِ خداوندی مدد فرمائے تو عالمِ حقیقت کی طرف پرواز ممکن ہے ـــــ اور جب تک یہ دو بازو حاصل نہیں، عالمِ حقیقت کی طرف پرواز اور عالمِ حقیقت تک پہونچنا محال ہے ـــــ ے

محال است سعدی کہ راہِ صفا[1]

تواں رفت جز درپئے مصطفٰی[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں متابعتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رکھے .. .. ..

ـــــ والسلام ـــــ

مکتوب (۹۶) ـــــــــ محمّد شریف کے نام ـــــ

[نصائح]

.. .. .. اے فرزند! آج جب کہ فرصت کا وقت ہے اور اسبابِ جمعیت سب حاصل ہیں (کارِ خیر میں) تاخیر اور ٹال مٹول کی گنجائش نہیں ہے۔ نوجوانی کے بہترین زمانہ کو بہترین اعمال میں یعنی طاعت و عبادتِ مولیٰ میں صرف کرنا چاہئے ـــــ محرّمات اور مشتبہاتِ شرعیہ سے پرہیز کر کے پانچ وقت کی نماز باجماعت اپنے اوپر لازم کرنا چاہئے ـــــ نصاب کی موجودگی میں زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی ضروریاتِ اسلام میں سے ہے، اس کو بھی رغبت بلکہ جذبۂ احسان مندی کے ساتھ ادا کیا جائے ـــــ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ کرم سے تمام دن رات میں (صرف) پانچ وقت ادائے عبادت کے لیے مقرر فرمائے ہیں اور مالِ نامی اور جنگل میں چرنے والے جانوروں میں سے چالیسواں حصّہ (تحقیقی یا تقریبی طور پر) فقراء کے لیے مقرر فرمایا ہے ـــــ اور مباحات کے تصرّف کا میدان وسیع کر دیا ہے ـــــ بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ رات دن کی ساٹھ گھڑیوں میں سے دو گھڑی بھی عبادتِ الٰہی

---

[1] اے سعدی یہ بات محال ہے کہ راہِ صفا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر طے کیا جاسکے۔

میں مصروف نہ ہوں، اور چالیس میں سے ایک حصّہ بھی فقراء کو نہ دیا جائے، اور "دائرۂ وسیعۂ مباحات" سے قدم باہر رکھ کر محرّمات اور مشتبہات میں گام زنی کی جائے ــــ ایامِ جوانی میں، کہ نفسِ امّارہ کے تسلط اور شیطانِ لعین کی حکومت کا زمانہ ہے ــــ عملِ قلیل کو اجرِ کثیر کے مقابلے میں قبول کیا جاتا ہے ــــ کل کو جب کہ بڑھاپے کی عمر آجائے گی، قوت میں کمی رونما ہوگی اور اسبابِ جمعیتِ قلب پراگندہ ہو جائیں گے اُس وقت سوائے ندامت اور پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا ــــ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کل کا موقع ہی نہ دیا جائے، اور ندامت و پشیمانی جو کہ ایک قسم کی توبہ ہے میسّر نہ ہو سکے ــــ عذاب اَبدی اور عقوبت سرمدی، جس کی خبر پیغمبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، اور نافرمانی کرنے والوں کو اس سے ڈرایا ہے ــــ سامنے ہے ــــ شیطان آج "کریم پروردگار" کا فریب دیکر سُستی میں ڈال رہا ہے اور عفوِ خداوندی کو بہانہ بنا کر ارتکابِ معاصی کرا رہا ہے ــــ خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ دنیا محلِّ آزمائش ہے یہاں دوست اور دشمن دونوں کو ملا جُلا رکھا گیا ہے۔ دونوں کو "مشمولِ رحمت" بنایا گیا ہے ــــ (ارشادِ باری تعالیٰ) رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے) سے اس کا پتہ چل رہا ہے (مگر) قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جُدا کر دیں گے ــــ آیۂ کریمہ:۔ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (اے مجرمو! آج کے دن جُدا ہو جاؤ) اس بات کا پتہ دے رہی ہے ــــ قیامت میں "قرعۂ رحمت"، "بنامِ دوستاں" آئے گا، اور دشمنوں کو مطلقاً محروم وملعون کر دیا جائے گا ــــ فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ (یقیناً میں اپنی رحمتِ کاملہ حصّہ میں کردوں گا اُن ہی بندوں کے جو کفر و معاصی سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں) ــــ یہ آیتِ کریمہ، حقیقت کو واضح کر رہی ہے ــــ الحاصل ــــ کرم و رحمت کو آخرت میں ابرار و نیکوکار اہلِ اسلام کے ساتھ مخصوص رکھا ہے ــــ یہ ضرور ہے کہ ایمان والوں کے لیے خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں رحمتِ خداوندی سے حصّہ ہے، اگرچہ (اپنے اعمالِ بد کی پاداش میں) ایک زمانۂ دراز تک عذابِ دوزخ کو بھگت کر نجات پائیں ــــ لیکن ظلمتِ معاصی اور احکامِ سماوی سے (مطلق و مسلسل) بے پرواہی، نورِ ایمان کو سلامت لے جانے کا موقع کب دیتی ہے؟ ــــ علماء نے فرمایا ہے کہ: صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک، اور کبیرہ پر اصرار کفر تک پہونچا دیتا ہے ــــ پناہ بخدا ــــ اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات کی توفیق عنایت

فرمائے ــــــ بحرمتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والسلام ــــــ

مکتوب (۹۸) ــــــ عبدالقادر پسر شیخ زکریا کے نام

[خوش خلقی کی ترغیب میں]

۔ ۔ ۔ ۔ چند احادیث نبوی جو تذکیر و وعظ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں ــــــ لکھی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان احادیث کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے ــــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ لطف و نرمی کرنے والا ہے اور وہ لطف و نرمی کو پسند کرتا ہے ــــــ اور وہ نرمی پر جو عطا فرماتا ہے وہ سختی و درشتی پر اور نرمی کے علاوہ کسی چیز پر نہیں دیتا ــــــ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے ۔ اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ :۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا :۔ اے عائشہؓ ! اپنے اوپر نرمی کو لازم کر لو ، سختی و درشتی اور گفتگو میں حد سے تجاوز کرنے سے باز رہو ــــــ بیشک نرمی جس چیز میں پائی جاتی ہے اس کو آراستہ کر دیتی ہے اور جس چیز میں سے نکال لیجاتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے ــــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ :۔ جو شخص نرمی سے محروم کر دیا گیا وہ نیکی سے محروم کر دیا جاتا ہے ــــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ :۔ میرے نزدیک تم میں زیادہ محبوب وہ ہے جو اخلاق میں زیادہ اچھا ہے ــــــ اور یہ بھی فرمایا کہ :۔ جس کسی کو نرمی و ملائمت کا حصّہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی نیکی دے دی گئی ــــــ اور یہ بھی فرمایا کہ :۔ حیا، ایمان کی شاخ ہے اور ایمان والا بہشت میں جائے گا ــــــ بے حیائی اور بیہودہ گوئی بدی کی بات ہے، اور بدی والا جہنّم میں جائے گا ــــــ بے شک و شبہ خداوند کریم حد سے گزرنے والے بیہودہ گو کو دشمن رکھتا ہے ــــــ کیا میں تمھیں خبر نہ دوں کہ کون ہے وہ جو آتش دوزخ پر حرام ہے اور آتش دوزخ اس پر حرام ہے ؟ ــــــ (سنو !) ہر اس شخص پر آتش دوزخ حرام ہے جو آہستہ رو، نرم طبع، لطف و مہربانی کی وجہ سے لوگوں سے نزدیک اور نرم خو ہے ــــــ مسلمان (نرمی کے مواقع میں) نرم طبع اور مطیع ہوتے ہیں اس اونٹ کی طرح جس کی ناک میں مہار ڈالدی گئی ہو ، اس اونٹ کو جب کھینچا جاتا ہے مطیع ہو کر کھنچ جاتا ہے، اور جب کسی پتھر پر بٹھاتے ہیں بیٹھ جاتا ہے ــــــ اور جو شخص غصّہ کو پی جائے حالانکہ غصّہ کے مطابق عملدرآمد کی قوت رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن تمام اوّلین اور آخرین کے مجمع میں بلائے گا اور اس کو اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کرے ــــــ ایک شخص نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ـــــ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے؟ ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ـ "غصہ مت کرنا" ـــــ اس شخص نے پھر کئی بار یہی عرض کیا کہ: مجھے نصیحت کیجئے آپ نے ہر مرتبہ یہی ارشاد فرمایا کہ:ـ "غصہ مت کرنا" ـــــ آپ نے فرمایا:ـ کیا میں تمھیں اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ (سنو!) ہر ضعیف و حقیر سمجھا جانے والا شخص مگر (عند اللہ اس مرتبے کا) کہ جب وہ اللہ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اُس کی قسم کو پورا کر دے ـــــ فرمایا کہ کیا میں خبر نہ دوں اہل دوزخ کی؟ ـ (سنو) ہر وہ شخص جو سخت مزاج، سخت گو، جھگڑالو اور متکبر ہے ـــــ (آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ) جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اگر وہ کھڑا ہے پس اُس کو بیٹھ جانا چاہیئے۔ اس طریقے سے اگر غصہ چلا جائے تو بہتر ہے ورنہ کروٹ کے بل لیٹ جائے ـــــ فرمایا کہ:ـ غصہ کرنا ایمان کو اس طرح تباہ و برباد کر دیتا ہے جس طرح ایلوا، شہد کو خراب کر دیتا ہے ـــــ فرمایا:ـ جس کسی نے اللہ کے واسطے تواضع اختیار کی، اللہ نے اس کو اونچا کر دیا، پس وہ تواضع و انکساری کرنے والا اپنے نزدیک حقیر ہے مگر لوگوں کی آنکھوں میں عظیم ہوتا ہے، اور جس کسی نے تکبر اختیار کیا اللہ نے اُس کو حقیر و پست کر دیا، پس وہ لوگوں کی آنکھوں میں حقیر ہے، اور اپنے نزدیک بڑا بنا ہوا ہے حتیٰ کہ لوگوں کی نظروں میں وہ کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے ـــــ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:ـ اے پروردگار! تیرے نزدیک تیرے بندوں میں عزیز ترین کون ہے؟ ـــــ فرمایا:ـ وہ شخص جس کو سزا دینے پر قدرت ہو اور معاف کر دے (بیہقی) ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ:ـ جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب ڈھانپ لے گا، اور جو کوئی اپنے غصہ کو پی جائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس سے اپنے عذاب کو دور رکھے گا، اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے عذر خواہی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائے گا ـــــ یہ بھی فرمایا کہ:ـ جس کسی پر اپنے بھائی کا کوئی حق ہو، مثلاً کسی کی ہتک عزت کی ہو، یا کچھ اور بے انصافی و حق تلفی کی ہو، تو اس کو چاہیئے کہ آج ہی اس حق کو معاف کرائے ـــــ اس وقت سے پہلے جبکہ اس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں گے، اگر اس کے پاس اعمال صالحہ ہوں گے تو ان میں سے اس ظلم کے بقدر لے لیا جائے گا، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اُس ظالم پر ڈال دیا جائے گا ـــــ نیز فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے:ـ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ ـــــ صحابہؓ نے عرض کیا کہ:ـ مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و متاع نہ ہو ـــــ فرمایا:ـ میری اُمت میں

مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ (سب کچھ اعمالِ خیر) لے کر آئے گا، مگر اس حال میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی تھی، کسی پر تہمت دھری تھی، کسی کا مال ناحق کھالیا تھا، کسی کا خون بہایا تھا، اور کسی کو مارا پیٹا تھا ـــــ پس ان مظلوموں میں سے ہر ایک کو ظالم کے حسنات دیدیے جائیں گے، اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور ابھی پورے طریقے پر ادائیگی حقوق نہیں ہوئی تو ان مظلوموں کے گناہ لیے جائیں گے اور وہ گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس ظالم کو جہنّم میں جھونک دیا جائے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لکھا کہ:ـــــ مجھے کوئی وصیت لکھ کر بھیجیے؟ ـــــ حضرت عائشہؓ نے ارقام فرمایا: ـــــ سلام ہو تم پر۔ بعد سلام کے واضح ہو، میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ:۔ جس کسی نے لوگوں کی ناراضگی کا خیال نہ رکھتے ہوئے اللہ کی خوشنودی کو طلب کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی کارسازی کرے گا اور لوگوں کی ناراضگی و روگردانی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ اور جس کسی نے لوگوں کی خوشنودی طلب کی اور اللہ کی ناراضگی کا خیال نہ کیا تو پھر اللہ اس کو لوگوں کے سپرد کردے گا (مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مدد سے محروم کرکے اُسی جیسے محتاج لوگوں کے سپرد فرمادے گا) ـــــ والسّلام علیک۔"

جنابِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے صحیح فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے جن کی خبر مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے.. .. ..

ان احادیث کا مطلب سمجھ کر کوشش کرو کہ ان احادیث کے مطالبے اور تقاضے پر عمل میسّر ہوجائے ـــــ "عقلِ دُور اندیش" کو بروئے کار لانا چاہیئے ـــــ دنیا کی ظاہری تروتازگی پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیئے ـــــ اگر دنیا میں (حقیقی) عزّت و آبرو ہوتی تو کفارِ دنیا دار ہی سب سے زیادہ عزّت مآب ہوتے ـــــ دنیا کے ظاہری حال پر فریفتہ ہونا بیوقوفی کی نشانی ہے "فرصتِ چند روزہ" کو غنیمت سمجھتے ہوئے خدائے عزّوجل کی مرضیات میں کوشاں رہنا چاہیئے ـــــ اور اللہ کی مخلوق پر احسان کرنا چاہیئے ـــــ اللہ کے حکم کی تعظیم اور مخلوقِ خدا پر احسان وشفقت، یہ دونوں چیزیں نجاتِ اخروی کے لیے "اصلِ عظیم" ہیں ـــــ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ مطابقِ حقیقت ہے (نعوذ باللہ) خواہ مخواہ کی باتیں نہیں ہیں ـــــ خوابِ خرگوش کب تک طاری رہے گی؟ اس کا انجام رسوائی اور بے نوائی ہے اور رسوائی و بے نوائی بھی کیسی کچھ (جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا) ـــــ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے :۔ "کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم عبث پیدا کئے گئے ہو اور تم کو ہماری طرف لوٹ کر آنا نہیں ہے"
—— ہر چند میں جانتا ہوں کہ تمھارا زمانہ اس قسم کی باتوں کے سُننے کا تقاضہ نہیں کرتا —— آغازِ جوانی ہے
پھر تنعماتِ دنیاوی سب میسر ہیں اور لوگوں پر حکومت و تسلط بھی حاصل ہے —— لیکن تمھارے حال پر
جو شفقت ہے وہ شفقت اِس (ناصحانہ) گفتگو کا باعث بن رہی ہے —— ابھی کچھ نہیں گیا ——
وقتِ توبہ موجود ہے —— اطلاع کرنا ضروری تھی —— ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

مکتوب (۱۰۰) —— مُلّا حسن کشمیری کے نام۔

[ایک سوال کے جواب میں]

... . التفات نامۂ گرامی نے مشرف کیا، از روئے کرم جو کچھ آپ نے ارقام فرمایا تھا، وہ واضح ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبدالکریم یمنی نے کہا ہے کہ :۔ "حق تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے"۔

مخدوما! فقیر کو اس قسم کی باتیں سُننے کی بالکل طاقت نہیں ہے میری رگِ فاروقیت (ایسی باتوں سے) بے اختیار جوش میں آجاتی ہے اور تاویل و توجیہ کا موقع نہیں دیتی۔ چاہے ایسی باتیں شیخ کبیر یمنیؒ کی ہوں یا شیخ اکبر شامیؒ کی —— ہمیں تو کلام محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہے، نہ کہ محی الدین عربیؒ، صدرالدین قونویؒ، اور عبدالرزاق کاشیؒ کا کلام —— ہم کو نص (قرآن و حدیث) چاہیئے، نہ کہ فص (فصوص الحکم کا کوئی باب)۔ فتوحاتِ مدنیہ (احادیثِ نبویہ) نے ہم کو "فتوحاتِ مکیہ" (تصنیف شیخ اکبرؒ) سے بے نیاز کر دیا ہے —— حق تعالیٰ نے خود اپنے کو علمِ غیب کے ساتھ موصوف کیا ہے اور خود کو عالم الغیب فرمایا ہے لہٰذا اس سے علم غیب کی نفی کرنا بہت ہی قبیح بات ہے اور فی الحقیقت یہ حق تعالیٰ کی (یک گونہ) تکذیب ہے —— غیب کے کچھ اور معنی بیان کرنا بھی اس قول کی قباحت دور نہیں کرتا۔

... . منصور نے اگر انا الحق کہا، یا حضرت بایزید بسطامیؒ نے سبحانی کہا، تو وہ اپنے قول میں غلبۂ حال کی بنا پر معذور و مغلوب ہیں —— لیکن وہ بات جو تم نے دریافت کی ہے "احوال" سے نہیں ہے، اس کا تعلق علم سے ہے۔ ... . اس قول میں کوئی عذر معتبر نہیں، اور اس مقام میں کوئی تاویل مقبول نہیں —— سُکر والوں کے کلام کی تاویل کیجاتی ہے اور اس کو ظاہر سے پھیرا جاتا ہے نہ کسی اور کے کلام کو —— اگر اس کلام کے متکلم کا مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ ملامتِ خلق حاصل ہو اور

لوگ اس سے متنفر ہوں، تو یہ بات بھی قبیح ہے ـــــ ملامتِ خلق حاصل کرنے کے لیے تو اور بہت سے راستے ہیں ـــ یہ کیا ضرور ہے کہ کوئی اپنے آپ کو سرحدِ کفر تک پہونچائے (اور پھر ملامت مول لے)۔

مکتوب (۱۰۲) ـــــ مُلّا مُظفّر کے نام ـــــ

[اس بیان میں کہ سودی قرض لینے میں فقط قدرِ زائد ہی حرام نہیں، بلکہ کُل رقم حرام ہے]

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ـــــ تم نے ایک دن یہ کہا تھا کہ سود فقط زیادتی کا نام ہے ـــــ مثلاً دس ٹکوں کے عوض جو بارہ ٹکے دیے جائیں اُس میں دو ٹکے کی زیادتی ہی حرام ہے ـــــ جب کتب فقہیہ کی طرف رجوع کیا گیا تو ظاہر ہوا کہ شریعت میں ہر وہ معاملہ جس میں زیادتی ہے وہ رِبا ہے، پس یہ (سودی قرضے کا) معاملہ ضرور حرام ہو گا، اور حرام کے ذریعے جو کچھ حاصل کیا جائے گا وہ بھی حرام ہو گا، لہذا وہ دس ٹکے بھی رِبا اور حرام ہوں گے ـــــ کتاب جامع الرموز اور روایات کتاب ابراہیم شاہی کے بھیجنے سے مقصود اسی معنیٰ کا اظہار تھا ـــــ باقی رہی احتیاج کی بات، سو مخدوم من! حرمتِ سود تو نصِ قطعی سے ثابت ہوئی ہے اور محتاج و غیر محتاج سب کو شامل ہے ـــــ یہاں پر محتاج کی تخصیص کر لینا اس حکمِ قطعی کے منسوخ قرار دینے کا مرادف ہے ـــــ رہی روایتِ قنیہ وہ اس درجہ کی نہیں کہ حکمِ قطعی کو منسوخ کر ڈالے ـــــ مولانا جمال لاہوری جو علماءِ لاہور میں بڑے درجے کے عالم ہیں فرماتے تھے کہ بہت سی روایاتِ قنیہ اعتماد کے قابل نہیں ہیں اور کتبِ معتبرہ کے مخالف ہیں ـــــ اور اگر اس روایت کو تھوڑی دیر کے لیے صحیح مان بھی لیا جائے تو احتیاج کو اضطرار و مخمصہ کی منزل میں اُتارنا چاہیے تاکہ اس حکمِ قطعی کا مخصص یہ دوسری آیت ہو جائے :ـــ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ الآیہ (جو شخص بھوک سے لاچار ہو جائے درآنحالیکہ کسی گناہ کی طرف مائل نہ ہو پس بخشنے والا خدا مہربان ہے) کیونکہ از روئے قوت، آیت ہی آیت کے برابر ہو سکتی ہے ... ... اور اگر محتاج کو عام کر دیا جائے (اضطرار کی قید نہ لگائی جائے) پھر تو کوئی صورت بھی حُرمتِ رِبا کی نہ نکل سکے گی، اس لیے کہ جو بھی (اپنی جیب سے) زیادہ روپیہ دینا قبول کرتا ہے اس کی علت کوئی نہ کوئی احتیاج ضرور ہوتی ہے، بے ضرورت کون اپنے ضرر و نقصان کا مرتکب ہوتا ہے ایسی صورت میں اللہ کے نازل کردہ حکم کا کوئی فائدہ مرتب نہ ہو گا ... ... اور اگر علیٰ سبیل فرض المحال، عمومِ احتیاج کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اس سودی روپئے سے کھانا پکانا اور لوگوں کو کھلانا

داخلِ احتیاج ہرگز نہیں ہے کوئی ضرورت اس سے متعلق نہیں ہے ـــــ ترکۂ میّت میں احتیاجِ میّت کو کفن تک محدود رکھا ہے، اور ایصالِ ثواب کے لیے کھانا پکانا داخلِ احتیاجِ میّت نہیں رکھا، حالانکہ میّت کو صدقے کی بہت زیادہ احتیاج ہے ـــــ صورتِ متنازع فیہ میں غور کرو کہ قرض لینے والے سودی قرضے کے محتاج (درحقیقت) ہیں یا نہیں ؟ اور احتیاج کی صورت میں وہ کھانا جو وہ کسی جماعت کے لیے پکاتے ہیں اُس جماعت کو بھی وہ کھانا حلال ہے یا نہیں ؟ جتھے داری اور پیشۂ سپاہ گری کو حیلۂ احتیاج بنانا، اور سودی روپیہ اس بنا پر لے کر اس کو جائز و حلال جاننا دینداری سے بعید ہے ـــــ چاہیئے کہ شیوۂ امر معروف و نہی منکر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُس جماعت کو جو اس بلا میں (سودی قرضہ لینے میں) مبتلا ہے منع اور مذکورہ حیلے کی غلطی سے آگاہ کیا جائے ـــــ کیوں کوئی ایسا پیشہ اختیار کیا جائے جس میں اس قسم کی ممنوع باتوں کا ارتکاب کرنا پڑے ـــــ معیشت کی صورتیں اور بہت سی ہیں سپاہ گری پر ہی معاش موقوف نہیں ہے ـــــ چونکہ تم صاحبِ صلاح و تقویٰ ہو اس لیے تم کو وہ روایت بھیجی گئی، جس کی رو سے کھانے میں حلال و طیّب کا خیال رکھنا ضروری ہے ـــــ تم نے لکھا تھا کہ اس زمانہ میں کوئی چیز "بے شبہ" والی نہیں ہے، ٹھیک ہے، لیکن جہاں تک ہو سکے شبہ سے بچنا تو چاہیئے ... ... حلال کو حلال جاننا اور حرام کو حرام جاننا ضروری چیز ہے، اس کا انکار کفر تک پہونچاتا ہے ـــــ ظنیات میں ایسا نہیں ہے بہت سے امور حنفیہ کے نزدیک مباح ہیں اور شافعیہ اس کو مباح نہیں جانتے اور اس کا برعکس بھی ہے ـــــ پس جس مسئلے میں گفتگو ہے اس میں اگر کوئی مشکوک محتاج کے لیے سودی قرضہ کے حلال ہونے میں (حکمِ نصِ قطعی کو پیشِ نظر رکھ کر) توقف و تامّل کرے تو اس کی تضلیل نہیں کرنا چاہیئے اور اس کو مجبور نہ کیا جائے کہ وہ حلّت کا قائل ہو جائے ـــــ بلکہ صحت و صواب اسی کی جانب راجح و تیقّن ہے (جو سودی قرضے کی حرمت کا قائل ہے) اور اس کا مخالف خطرے میں ہے ـــــ تمھارے دوستوں میں سے بعض نے بیان کیا ہے کہ ایک دن مولانا عبدالفتاح نے تمھارے سامنے کہا کہ: "اگر بے سود قرض مل سکے تو بہتر ہے سودی قرض کوئی کیوں لیتا ہے ؟" تم نے (یہ سُن کر) اُن کو ڈانٹا اور کہا کہ: "حلال سے انکار کرتے ہو!" مخدوما! اس قسم کی باتیں حلالِ قطعی میں تو گنجائش رکھتی ہیں مگر یہ سودی قرضہ (بالفرض تمھارے خیال کے مطابق احتیاج کے حیلہ سے) اگر حلال بھی ہو تب بھی شک نہیں کہ اس کا ترک، اولیٰ ہے ـــــ اہلِ تقویٰ "رخصت" کا حکم نہیں کرتے "عزیمت" کی طرف رہنمائی کرتے ہیں ـــــ مفتیانِ لاہور نے

(اس مسئلے میں) احتیاج کو دخل دے کر حلّت کا حکم دے دیا ہے ـــــ احتیاج کا میدان تو بڑا وسیع ہے، اگر وسعت دی جائے گی تو کوئی سود، سود نہیں رہے گا، اور حرمتِ ربا کا حکم ـــــ (نعوذ باللہ) عبث قرار پا جائے گا جیسا کہ اوپر گزر چکا ـــــ لیکن اس قدر تو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ دوسروں کو کھانا کھلانا احتیاج کی کون سی قسم ہے جو قرض لینے والے کو لاحق ہوتی ہے؟ ـــــ بہرحال و بہر تقدیر قنیہ کی روایت بھی محتاج کے لیے سودی قرضہ لینے کو جائز قرار دیتی ہے، نہ کہ دوسرے کو ـــــ اور اگر کوئی کہے کہ شاید کسی محتاج نے اس کھانے کو کفارۂ یمین یا کفارۂ ظہار یا کفارۂ صوم کی نیت سے پکایا ہو اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس کفارے کی ادائیگی کا محتاج ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اگر (کوئی محتاج، کفارہ میں مساکین کو) کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا تو (شریعت کا حکم یہ ہے کہ) وہ روزہ رکھے، نہ یہ کہ سودی قرض لے (اور کھانا کھلائے) اور اگر اسی قسم کی اور کوئی احتیاج بھی نکل آئے تو تھوڑی سی توجہ سے بہ برکتِ تقویٰ وہ احتیاج (بغیر سودی قرض کے) دُور ہو جائے گی (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے): ـــــ مَن یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَل لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اُس کے لیے کوئی مُخلَص نکالے گا اور ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں کا وہ گمان بھی نہیں رکھتا) .. .. .. والسّلام علیکم وعلیٰ من اتبع الھدیٰ ـــــ

مکتوب (۱۰۳) ـــــ شیخ فرید بخاریؒ کے نام

[سرہند میں قاضی کے تقرر کے بارے میں]

حق سُبحانہٗ وتعالیٰ باعافیت رکھے ـــــ عافیت بھی وہ مانگتا ہوں جس کے لیے ایک بزرگ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے کہ: ـــــ اے اللہ! عافیت کا کوئی دن نصیب فرما! ـــــ ایک شخص نے ان بزرگ سے دریافت کیا کہ: ـــــ آپ جس (اچھی) حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں کیا یہ "عافیت" نہیں؟ ـــــ انھوں نے جواب دیا کہ: ـــــ "میرا مقصودِ دُعا یہ ہے کہ کوئی ایک دن ہی ایسا میسّر آجائے کہ صبح سے شام تک اللہ کی کوئی نافرمانی مجھ سے سرزد نہ ہو" ـــــ مدّت سے سرہند میں کوئی قاضی مقرر نہیں کیا گیا ہے جس کی وجہ سے بعض احکامِ شرعیہ کے اجراء میں مشکل پیش آرہی ہے .. .. ..

مکتوب (۱۰۴) ـــــ قاضیانِ قصبہ مستکن کے نام

[تعزیت]

مغفرت پناہی (مرحوم) کے انتقال سے جو مصیبت پہونچی ہے ہر چند کہ وہ بہت ہی شدید ہے

لیکن مقامِ بندگی کے پیشِ نظر فعلِ مولیٰ سے راضی ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں ـــــ (آدمی کو) دنیا میں رہنے کے لیے نہیں لایا گیا (نیک)، کام کرنے کے لیے لایا گیا ہے ـــــ لہٰذا کام کرنا چاہئے ـــــ اور جو کوئی کام کرکے دنیا سے رخصت ہوا اُس کے لیے کوئی خوف نہیں ہے، ایسا شخص (در اصل) بادشاہ ہے ـــــ

"موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب تک پہونچاتا ہے" ـــــ یہ مقولۂ صوفیاء ایسے ہی (کامیاب) شخص کے حق میں ثابت ہے ـــــ غم مرنے کا نہیں ہے بلکہ مرنے والے کی فکر ہوتی ہے کہ اُس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا ـــــ دعا، استغفار اور صدقہ سے میّت کی امداد کرنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ـــــ میّت قبر میں فریاد خواہ کی طرح ہوتی ہے اور اُس دعا کی منتظر رہتی ہے جو اُس کو باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہونچے ـــــ جب دعا پہونچتی ہے تو میّت کیلئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہوتی ہے ـــــ بیشک اللہ تعالیٰ زندوں کی دعا سے مُردوں پر پہاڑوں کی مانند رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ بیشک، مرنے والوں کے لیے زندوں کا خاص تحفہ اُن کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ہے .. ..

مکتوب (۱۰۵) ـــــ حکیم عبد القادر کے نام ـــ

| امراضِ قلبیہ کے ازالے کی تاکید میں |

اطباء کے نزدیک یہ بات مُسلّم ہے کہ مریض جب تک مرض سے صحت یاب نہ ہو، کوئی غذا اُس کو سود مند نہیں ہے، چاہے مُرغِ بریاں ہی کیوں نہ ہو، بلکہ ایسی صورت میں غذا مرض کو تقویت دیتی ہے ـــــ ع

"ہر چہ گیرد علّتی علّت شود"

لہٰذا اوّل مرض کے دُور کرنے کی فکر کرتے ہیں، بعد ازاں مناسب غذاؤں سے آہستہ آہستہ اصلی قوت کی طرف لاتے ہیں ـــــ پس جس وقت تک کوئی آدمی مرضِ قلبی میں مبتلا ہے (جس کی طرف "فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ" الآیۃ میں اشارہ ہے) اس کی کوئی عبادت اور کوئی طاعت نفع مند نہیں ہے بلکہ مضر ہے ـــــ "بعض قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے" ـ یہ مشہور حدیث ہے ـــــ "بعض روزے دار ایسے ہیں کہ اُن کے روزوں کا نتیجہ سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ نہیں"۔ یہ بھی صحیح حدیث ہے ـــــ امراضِ قلبیہ کے اطباء (مشائخ کرامؒ) بھی اولاً مرضِ قلبیہ کے دُور کرنے کا حکم کرتے ہیں .. ..پس "علماءِ اولی الالباب" اور "حکماءِ ذوی الابصار" پر امرضِ قلبی کے دُور کرنے کی فکر لازم ہے ـ ع ـــــ "درخانہ اگر کس است یک حرف بس است"

مکتوب (۱۰۷) ــــــــــ محمد صادق کشمیری کے نام

[چند سوالوں کے جوابات]

.. .. .. تمھارا پہلا سوال یہ تھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اولیاءِ متقدمین سے کرامات و خوارق بہت ظاہر ہوتے تھے اور موجودہ زمانہ کے بزرگوں سے کم ظاہر ہوتے ہیں؟ - اگر اس سوال کا مقصد اس زمانہ کے بزرگوں کی نفی ہے ــــ ان کے خوارق کی کمی کی وجہ سے ــــ جیسا کہ مضمونِ عبارت سے واضح ہے تو اللہ تعالیٰ شیطان کی (پُرفریب) آرائشوں سے پناہ میں رکھے ــــ (دیکھو) ظہورِ کرامات نہ تو ارکانِ ولایت سے ہے، نہ شرائطِ ولایت سے ــــ بخلاف معجزۂ نبی کے کہ وہ شرائطِ مقامِ نبوت سے ہے ــــ ویسے کرامات کا ظہور اولیاء اللہ سے بہت کچھ ہے .. .. لیکن کثرتِ ظہورِ کرامات، افضلیت کی دلیل نہیں ہے ــــ افضلیت کے لیے درجاتِ قربِ الٰہی کا اعتبار ہے ــــ ہو سکتا ہے کہ ایک "ولیِ اقرب" سے ظہورِ خوارق کم ہو، اور ایک "ولیِ ابعد" سے زیادہ ــــ چنانچہ اس امت کے اولیاء سے جو کرامات ظاہر ہوئی ہیں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کا سواں حصہ بھی ظاہر نہیں ہوا، حالانکہ اولیاء میں بڑے سے بڑا ولی کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو بھی نہیں پہونچ سکتا ــــ فقط ظہورِ کرامات و خوارق پر نظر رکھنا کوتاہ نظری کی بات ہے، اور "استعدادِ تقلیدی" میں کمی کی علامت ہے ــــ فیوضِ نبوت و ولایت کو قبول کرنے کے لائق وہ لوگ ہیں جن کی قوتِ نظر پر "استعدادِ تقلیدی" کا غلبہ ہے ــــ

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ قوتِ استعدادِ تقلیدی کی بنا پر ــــ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں ــــ دلیل کے محتاج نہیں ہوئے ــــ اور ابوجہل لعین قصورِ استعدادِ تقلیدی کی وجہ سے ــــ باوجود بہت سی آیاتِ بینہ اور معجزاتِ غالبہ کے ــــ تصدیقِ نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہو سکا ــــ حضرت حق سبحانہٗ ان بے دولتوں (استعدادِ تقلیدی سے محروموں) کے بارے میں فرماتے ہیں: ــــ وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (اگر یہ کفار دیکھیں سارے معجزے تب بھی اُن پر ایمان نہ لائیں، یہاں تک کہ جب تمھارے پاس تم سے بحث کرنے کو آتے ہیں تو یہ کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن اور کچھ بھی نہیں، صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں) ــــ

علاوہ ازیں اکثر اولیاءِ متقدمین سے ظہورِ خوارق تمام عمر میں پانچ چھ مرتبہ سے زیادہ منقول نہیں ــــ

حضرت جنید بغدادیؒ ـــــ سید الطائفہ ہیں ـــــ میں نہیں کہہ سکتا کہ اُن سے دس کرامات بھی نقل ہوئی ہوں ـــــ حضرت حق جل مجدہٗ نے اپنے کلیم (حضرت موسیٰ علیہ السّلام) کے متعلق ان الفاظ میں خبر دی ہے :- وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (ہم نے موسیٰ کو نو نمایاں معجزے عطا کئے)۔

سوال دوم یہ تھا کہ :- طالبانِ صادق کے کشف و شہود میں القاءِ شیطان کو دخل ہے یا نہیں؟ اگر دخل ہے تو پھر کشفِ شیطانی کی کیفیت کس طرح واضح ہوگی، اور اگر کشف میں القاءِ شیطان کا دخل نہیں ہے تو پھر الہامات میں جو بعض غلطیاں ہوتی ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ ـــــ اس کا جواب یہ ہے ـــــ وَاللہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب ـــــ کہ کوئی بھی القاءِ شیطانی سے محفوظ نہیں ہے، جب کہ انبیاءؑ میں یہ متصور و متحقق ہے تو پھر اولیاء میں تو بدرجۂ اولیٰ ہوگا ـــــ طالبِ صادق بیچارہ کس شمار میں ہے ـــــ ہاں یہ ضرور ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کو اس القاء پر تنبیہ کر دیتے ہیں اور باطل کو حق سے جُدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ آیت اسی حقیقت پر دلالت کر رہی ہے۔

فَيَنْسَخُ اللہُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللہُ آيَاتِهِ (پس اللہ مٹا دیتا ہے اس بات کو جو وسوسۂ شیطانی سے تعلق رکھتی ہے پھر اللہ محکم و مضبوط کر دیتا ہے اپنی آیات کو) ـــــ اولیاء کیلئے یہ ضروری نہیں کہ اُن کو وسوسۂ شیطانی پر تنبہ ہو ہی جائے ـــــ ولی تو نبی کا تابعدار ہوتا ہے وہ جو بات نبی کے قول و فعل کے خلاف پائے گا اس کو خود رد کر دے گا اور اس بات کو باطل سمجھے گا ـــــ ہاں ایسی صورت میں جس میں شریعتِ نبی ساکت ہے اور اس مسئلے میں اثبات و نفی کا کوئی حکم شریعت میں نہ ہو تو حق و باطل کا امتیاز یقینی طور پر مشکل ہوتا ہے اس لیے کہ الہام کا تعلق ظن سے ہے لیکن اس عدمِ امتیاز کی صورت میں بھی ولی کی ولایت میں کوئی نقص نہیں آتا کیونکہ ادائیگیِ شریعت اور اتباعِ نبی، نجاتِ دارین کی مستقل ضامن ہے۔ ... ... یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ غلطیِ کشف فقط القاءِ شیطانی پر موقوف نہیں ہے بلکہ قوتِ متخیلہ بس اکثر احکام غیر صادقہ بھی ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں ـ شیطان کا وہاں کوئی دخل ہی نہیں ہوتا ـــــ اسی قبیل سے ہے یہ کہ خواب میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں اور بعض ایسے احکام اخذ کر لیتے ہیں کہ درحقیقت اُن احکام کے خلاف کرنا ضروری ہوتا ہے ـــــ یہاں القاءِ شیطانی تو متصور نہیں اس لیے کہ علماء کا مختار قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں شیطان کسی طرح متشکل نہیں ہو سکتا، پس اس صورت میں سوائے تصرفِ متخیلہ کے کہ غیر واقع کو واقع کر کے دکھا دیتی ہے اور کچھ نہیں ہوگا۔

سوال سوم یہ تھا کہ :- جب تصرفِ کرامات اور تاثیراتِ استدراج دیکھنے میں یکساں ہیں تو مبتدی

کیسے پہچانے کہ یہ شخص ولی صاحب کرامت ہے، اور یہ شخص محض مدعی اور صاحب استدراج ہے؟ ـــــ اس کا جواب یہ ہے ـــــ واللہ اعلم بالصواب ـــــ کہ طالب مبتدی کے پاس اس کا فرق کرنے کیلئے دلیلِ واضح موجود ہے اور وہ اس کا وجدانِ صحیح ہے ـــــ اگر اپنے دل کو اس کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ پائے گا جان لے گا کہ وہ ولی صاحبِ کرامات ہے اور اگر اس کے برخلاف محسوس کرے گا تو معلوم کرے گا کہ وہ صاحبِ استدراج ہے ـــــ یہ حقیقت اگر پوشیدہ ہوتی ہے تو عوام الناس پر پوشیدہ ہوتی ہے نہ کہ طالبوں پر ـــــ اور عوام پر اس حقیقت کا پوشیدہ رہنا نزدِ خواص معتبر نہیں ہے، کیونکہ اس کا سبب مرضِ قلبی اور غشاوۂ بصری ہے ـــــ عوام سے تو بہت سی ایسی باتیں پردۂ خفا میں ہیں کہ ان کا جاننا اس فرق کے جاننے سے بھی زیادہ ضروری ہے ...

یہ بھی معلوم رہنا چاہئے کہ خوارق فقط احیاء وامانت میں منحصر نہیں ہیں، علوم و معارفِ الٰہایہ بھی بزرگ ترین نشانیوں اور بلندترین کرامتوں میں سے ہیں، اسی بنا پر معجزۂ قرآنی باقی تمام معجزات سے اقویٰ وابقیٰ ہے ......

مکتوب (۱۰۸) ـــــ میاں سیّد احمد بجواڑی کے نام

[نبوت، ولایت سے افضل ہے]

...... بعض مشائخ نے حالتِ سُکر میں کہا ہے کہ: "ولایت، نبوت سے فضل ہے"۔ اور بعض نے اس ولایت سے ولایتِ نبی مُراد لی ہے تاکہ نبی پر ولی کی افضلیت کا وہم رفع ہو جائے ـــــ لیکن فی الحقیقت بات برعکس ہے (یعنی نبوت افضل ہے ولایت سے) اس لیے کہ نبوتِ نبی اس کی ولایت سے افضل ہوتی ہے ـــــ مقامِ ولایت میں، ولی تنگیٔ سینہ کی بنا پر مخلوق کی طرف توجہ نہیں کر سکتا، اور مقامِ نبوت میں انتہائی کشادگیٔ سینہ کی وجہ سے نہ تو، توجہ حق، مانع توجہ خلق ہوتی ہے، اور نہ توجۂ خلق، مانعِ توجہ حق ـــــ نبوت میں یہ نہیں ہے کہ صِرف مخلوق کی طرف رُخ ہو، اور اس بنا پر ولایت کو جو "رو بحق" رکھتی ہے ـــــ اُس پر ترجیح دے دی جائے ـــــ پناہ بخدا ـــــ فقط "رو بخلق" ہونا مرتبۂ عوام ہے ـــــ شانِ نبوت اس سے بہت ارفع واعلیٰ ہے ـــــ اس معنیٰ کو سمجھنا اربابِ سُکر کے لیے دشوار ہے ـــــ مستقیم الاحوال اکابر اس معرفت سے ممتاز ہیں ......

مکتوب (۱۱۲) ـــــ شیخ عبدالجلیل[۱] تھانیسری ثم جونپوری کے نام

[عقائد اہلِ سنت وجماعت ضروری ہیں احوال ومواجید ضروری نہیں]

---

[۱] عبدالجلیل ابن شمس الدین ابن نور الدین الصدیقی ـــــ آپ کا اونچے درجہ کے علماء میں شمار تھا، اپنے والد سے (بقیہ صفحہ ۱۲۱ پر)

حق سبحانہ، ہم مفلسوں کو اہلِ حق کے (اہلِ سنت وجماعت کے) عقائد سے نواز کر اعمالِ پسندیدہ کی توفیق مرحمت فرمائے، اور وہ احوال جو اِن اعمال کے ثمرات ہیں عطا فرما کر کلیتہً اپنی جانب کشش مرحمت فرمائے۔ ؏

کار این است وغیر ایں ہمہ ہیچ

جو احوال و مواجید اس فرقۂ ناجیہ (اہلِ سنت وجماعت) کے معتقدات کے بغیر میسر ہوں اُن کو ہم استدراج کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھتے، ان میں خرابی ہی خرابی ہے — البتہ اس فرقۂ ناجیہ کی اتباع کے ساتھ ساتھ جو عطا کردیں اُس کے لیے ہم شکر بجالاتے ہیں — اگر عقائدِ صحیحہ عنایت کردیے جائیں اور کچھ بھی احوال و مواجید نہ دیے جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہم اس پر راضی ہیں — بعض مشائخ قدس اللہ اسرارہم سے جو غلبۂ حال اور سُکر کی وجہ سے اہلِ حق کی رائے کے خلاف علوم و معارف ظاہر ہوئے ہیں، چونکہ وہ باتیں کشف پر مبنی ہیں، اس لیے وہ معذور ہیں، اُمید ہے کہ بروزِ قیامت اُن سے کچھ مواخذہ نہ ہوگا — وہ حضرات، مجتہدِ مُخطی کا حکم رکھتے ہیں کہ اس کی خطا بھی ایک اجر رکھتی ہے — لیکن حق، بجانب علمائے اہلِ حق ہے — اللہ اُن کی سعی کو مشکور کرے — اِس لیے کہ ان کے علوم، مشکوٰۃِ نبوت سے ماخوذ ہیں جو وحیِ قطعی سے تائید حاصل کئے ہوئے ہیں اور ان بعض حضرات صوفیاء کی دلیل کشف و الہام ہے (اور ظاہر ہے کہ) کشف و الہام میں خطا کو دخل ہو سکتا ہے — کشف و الہام کے صحیح ہونے کے لیے علماءِ اہلِ سنت کے علوم، کسوٹی ہیں (کشف و الہام ان علوم کے مطابق ہیں تو صحیح ہیں) اگر سرِ مو مخالف ہیں تو دائرۂ صحت سے باہر ہیں۔ . . . . .

(صفحہ ۱۲۰ کا بقیہ حاشیہ) علم حاصل کیا تھا در علامہ محمود بن محمد جونپوریؒ صاحب شمس بازغہ سے اور شیخ محمد رشید بن مصطفٰے عثمانی جونپوریؒ سے بھی استفادہ کیا تھا — بعد فراغت، درس و افادہ میں مشغول ہوگئے — طریقت میں شیخ عبد الجلیل لکھنویؒ اور شیخ عبد الحق دہلویؒ سے بیعت تھے۔ تمام عمر قناعت کے ساتھ تدریس میں گزار دی۔ ۸ر شوال ۱۰۷۶ھ میں جونپور میں انتقال ہوا، اور وہیں دفن ہوئے — کمافی تجلی نور — (ماخوذ از نزہتہ الخواطر۔ جلد ۵)

اگر مکتوب الیہ یہی بزرگ ہیں تو ان کو سرنامہ میں جونپوری لکھنے سے پہلے تھانیسری لکھنے کی وجہ نہ معلوم ہو سکی — ان کے والد مولانا شمس الدینؒ بھی تھانیسر میں نہیں بلکہ موضع بروتہ مضاف جونپور میں پیدا ہوئے تھے، سکونتی حیثیت سے بھی تھانیسر سے کوئی تعلق ان کا یا ان کے والد کا معلوم نہیں ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب —

مکتوب (۱۱۴) ـــــــــ صوفی قربان کے نام ـــــــ

[متابعت سنّت کی ترغیب میں]

حق سبحانہ وتعالیٰ ہم مفلسانِ بے سروسامان کو سیدالاوّلین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی دولتِ اتباع سے مشرّف کرے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ ہی کے طفیل میں اپنے کمالاتِ اسمائی وصفاتی کو ظہور میں لایا ہے، اور اُس نے آنحضرتؐ کو بہترینِ جمیع کائنات بنا کر پیدا کیا ہے علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ـــــ اللہ تعالیٰ متابعتِ سنّتِ رسولؐ پر استقامت نصیب فرمائے ـــــ اس متابعتِ مرضیہ کا ایک ذرّہ تمام "تلذّذاتِ دنیاوی" اور "تنعماتِ اُخروی" سے کہیں زیادہ بہتر ہے ـــــ فضیلت، متابعتِ سنّت کے ساتھ متعلق ہے، اور بزرگی احکام شریعتِ محمدیؐ سے مربوط ہے ـــــ مثلاً دوپہر کا سونا اگر اتباعِ سنت کی رو سے واقع ہو تو کروڑوں راتوں کی اُن شب بیداریوں سے افضل و اعلیٰ ہے جو متابعت کے ساتھ نہ ہوں ـــــ اسی طرح عید الفطر کے دن روزہ نہ رکھنا، کہ شریعتِ مصطفویؐ نے اسی کا حکم فرمایا ہے، ابدالآباد تک مسلسل ایسے روزے رکھنے سے افضل ہے جو شریعت سے ماخوذ نہ ہوں ـــــ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن نمازِ فجر جماعت کے ساتھ ادا کر کے مقتدیوں پر نظر ڈالی تو ایک شخص کو نہ پایا ـــــ اُس کے متعلق دریافت فرمایا ـــــ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ شخص تمام رات عبادت کرتا ہے شاید اس وقت آنکھ لگ گئی ہو ـــــ امیرالمومنینؓ نے فرمایا کہ:- اگر وہ تمام رات سوتا اور صبح کی نماز جماعت سے ادا کر لیتا تو (تمام رات جاگ کر نفلی عبادت سے) بہتر ہوتا ـــــ

اہلِ باطل نے ریاضات و مجاہدات بہت کچھ کئے ہیں لیکن چونکہ وہ موافقِ سنت نہیں ہیں اس لیے بے وقعت ہیں ـــــ اگر کوئی اجر اُن ریاضاتِ شاقّہ پر مرتب بھی ہوتا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ دنیا کا کچھ نفع ہوتا ہے ـــــ تمام دنیا ہی کون سی حیثیت رکھتی ہے کہ اُس کے تھوڑے سے منافع کا اعتبار کیا جائے ـــــ ان لوگوں کی مثال خاکروب کی سی ہے کہ اُس کی محنت سب سے زیادہ ہوتی ہے اور اُجرت سب سے کم ـــــ تابعینِ شریعت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ الماس کے ذریعہ جواہر نفیسہ میں کاریگری کرنے والے، کہ ان کا کام کم اور اُجرت بہت زیادہ ہوتی ہے ـــــ (موافقِ سنّت) ایک ساعت کا عمل، ہو سکتا ہے کہ اجر میں ایک لاکھ برس کے نیک عمل کے برابر ہو ـــــ وجہ یہ ہے کہ جو عمل بموافقتِ شریعت واقع ہوتا ہے وہ پسندیدہ حق تعالیٰ ہوتا ہے اور خلافِ شریعت عمل، ناپسندیدۂ حق ہے ـــــ پس غیر پسندیدگی کی صورت میں ثواب کی کیا امید ہو سکتی ہے بلکہ سزا کا ڈر ہوتا ہے ـــــ اِس حقیقت کی عالمِ مجاز میں بھی نظیر موجود ہے، تھوڑی سی توجہ سے بات بخوبی سمجھ میں

آجاتی ہے ۔۔ ۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام سعادتوں کا سرمایہ، متابعتِ سنت ہے، اور تمام فسادات کا ہیولیٰ مخالفتِ سنت وشریعت ہے ـــــ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو متابعتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رکھے ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

مکتوب (۱۲۰) ـــــ میر محمد نعمان بدخشی[1] کے نام

[ترغیبِ صحبتِ اربابِ جمعیت میں]

شاید کہ میر صاحب ہم کو بھول گئے کہ کبھی سلام و پیام سے بھی یاد نہیں کرتے ـــــ مُہلتِ عمر کم ہے ـــــ اس کو اہم ترین کام میں صَرف کرنا چاہئیے ـــــ اور وہ صحبتِ اربابِ جمعیت ہے ـــــ صحبتِ نیک سے بہتر کوئی چیز نہیں ـــــ دیکھو اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحبت ہی کی وجہ سے انبیاء علیہم السّلام کے علاوہ سب سے افضل ہیں ـــــ چاہے وہ اویس قرنیؒ یا عمر ابن عبد العزیزؒ ہی کیوں نہ ہوں ـــــ حالانکہ یہ دونوں بزرگ نہایت درجات اور غایتِ کمالات کو پہونچے ہوئے تھے مگر صحبتِ نبویؐ سے مشرّف نہ تھے ـــــ بیشک صحبتِ نبویؐ کی برکت سے حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاءِ اجتہادی

---

[1] آپ کے والد کا نام سید شمس الدین یحییٰ تھا میر بزرگ کے نام سے مشہور تھے، اور مشاہیر بدخشاں و ماوراء النہر میں شمار کئے جاتے تھے ـــــ ان کا مولد و مدفن "کشم" ہے، جو کہ بدخشاں کے مضافات سے ہے ـــــ آپ (میر محمد نعمانؒ) ۹۷۶ھ میں سمرقند کے اندر پیدا ہوئے ـــــ حضرت امام اعظم نعمان بن ثابتؒ کے منامی ارشاد کے مطابق آپ کا نام ان کے نام پر نعمان رکھا گیا ـــــ آپ میں بچپن ہی سے آثارِ درویشی نمایاں تھے ـــــ آغازِ شباب میں امیر عبید اللہ بلخی نقشبندیؒ کے پاس بلخ پہونچ کر فیض حاصل کیا۔ بعدہٗ ہندوستان تشریف لائے اور بعض درویشوں سے اذکار کی تعلیم حاصل کی حتیٰ کہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ کی خدمت میں دہلی آئے اور طریقۂ نقشبندیہ میں منسلک ہو گئے ـــــ حضرت خواجہؒ نے جب حضرت مجدد الف ثانیؒ کو بیعت وارشاد کی اجازت دی اور اپنی حیات ہی میں اپنے تمام اصحاب کو آپ کے سپرد کر دیا، تو میر محمد نعمانؒ سے بھی فرمایا کہ "ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھنا" ـــــ حضرت خواجہؒ کے وصال کے بعد حضرت مجددؒ ان کو اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کر کے سرہند لے گئے ـــــ مدتوں سرہند میں مقیم رہ کر دولتِ خلافت سے سرفراز ہوئے ـــــ آپ کو برہان پور بھیجا گیا ـــــ عرصہ تک برہان پور رہے پھر آگرہ آ گئے، وہیں ۱۸ صفر المظفر ۱۰۵۸ھ کو وفات پائی۔

(ماخوذ از زبدۃ المقامات و تذکرۃ العابدین)

اویس قرنیؒ اور عمر ابن عبد العزیزؒ کے صواب سے بہتر ہے، اور حضرت عمرو ابن العاصؓ کا سہو اِن دونوں کے صحو سے اچھا ہے، اس لیے کہ صحابہؓ کا ایمان بہ برکتِ صحبتِ اقدس، شہودی ہو گیا تھا ـــــ دیدارِ رسولؐ حضورِ فرشتہ، شہودِ وحی اور معائنۂ معجزات کی بنا پر ـــــ صحابہؓ کے علاوہ یہ کمالات جو کہ تمام کمالات کی اصل ہیں ـــــ اوروں کو حاصل نہیں ـــــ اگر اویس قرنیؒ فضیلتِ صحبتِ نبویؐ کو اس حیثیت کے ساتھ جان جاتے تو صحبتِ نبویؐ سے اُن کے لیے کوئی امر مانع نہ ہوتا، اور اس فضیلت پر وہ کسی چیز کو ترجیح نہ دیتے "اللہ اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے" ـــــ ؎

سکندر را نمی بخشند آبے[1] ⁂ بزور و زر میسر نیست ایں کار

اے اللہ! اگرچہ تو نے ہم کو صحابہؓ کے زمانہ میں پیدا نہیں کیا، مگر ہم کو قیامت میں اُن کے ہی زمرے میں محشور کرنا ـــــ بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ....

مکتوب (۱۲۳) ـــــ مولانا طاہر بدخشیؒ[2] کے نام

[اس بیان میں کہ جو نفلی عبادت کسی فرض کو فوت کر دے وہ لایعنی میں داخل ہے، اگرچہ وہ نفلی حج ہی کیوں نہ ہو ـــــ]

---

[1] سکندر کو آبِ حیات نہیں بخشتے، یہ کام زور و زر سے میسر نہیں ہوتا۔

[2] شروع میں آپ فوج میں ملازم تھے ـــــ ایک مُبارک خواب سے متاثر ہو کر فوج کی ملازمت ترک کر کے وادیِ درویشی میں قدم رکھا اور مرشدِ کامل کی تلاش میں سرگرداں ہوئے۔ ایک شیخِ وقت کی خدمت میں پہونچے تو انھوں نے فرمایا کہ: تم نقشبندی معلوم ہوتے ہو، اور دہلی و لاہور کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ آپ ہندوستان کے لیے چل کھڑے ہوئے۔ اس زمانہ میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا عام شہرہ تھا اس لیے دہلی کا قصد کیا، لیکن قسمت کی بات کہ آپ کے دہلی پہونچنے کے چند دن پہلے حضرت خواجہؒ وصال فرما چکے تھے ـــــ ہادیِ توفیق نے آپ کو حضرت خواجہؒ کے جانشینِ حقیقی حضرت مجددؒ کی خدمت میں پہونچا دیا چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور کافی عرصہ خانقاہِ سرہند میں قیام کر کے فیوض و برکات حاصل کئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تعلیم طریقت کی اجازت دینے کے بعد جونپور روانہ کیا ـــــ جونپور ہی میں ۱۰۴۰ھ میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے ـــــ (زبدۃ المقامات و نزہۃ الخواطر جلد ۵)

اے برادر! حدیث میں آیا ہے کہ بندے سے اللہ کی روگردانی کی علامت، بندے کا لایعنی میں مشغول ہونا ہے ـــــ کسی نفل میں اس طرح مشغول ہونا کہ اس سے کسی فرض سے روگردانی ہوتی ہو لایعنی میں داخل ہے ـــــ لہٰذا انسان پر اپنے حالات کی تفتیش لازم ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس کا اشتغال کس چیز میں ہے، نفل میں یا فرض میں ـــــ ایک نفلی حج کے لیے کئی ممنوعات کا مرتکب ہونا کیا درست ہوگا؟ اچھی طرح غور کریں صاحب عقل کو اشارہ کافی ہوتا ہے ـــــ والسلام علیکم وعلیٰ رفقائکم......

مکتوب (۱۲۷) ـــــ مُلّا صفر احمد رومیؒ کے نام

[اس بیان میں کہ خدمتِ والدین ہر چند حسنات میں سے ہے
لیکن وصول مطلوب حقیقی کے مقابلے میں کچھ نہیں ـــــ]

مکتوبِ مرغوب پہونچا ـــــ تم نے یہاں آنے کے بارے میں توقف کا عذر (خدمتِ والدین) پیش کیا ہے ـــــ وہ صحیح ہے، اور اِس سلسلہ میں جو بھی زیادہ سے زیادہ ہو سکے کرنا چاہئے، اور اپنے آپ کو ان کی زیادہ خدمت کرنے کے بعد بھی کوتاہ عمل سمجھنا چاہئے ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ـــــ "ہم نے حکم دیا انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا، اس کی ماں نے اس کو بدشواری اپنے شکم میں اُٹھایا ہے اور بدشواری اس کو جنا ہے" ـــــ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ـــــ "میری شکر گزاری کر اور اپنے والدین کی بھی شکر گزاری کر" ـــــ لیکن اس تمام اہمیت کے باوجود اس بات کا بھی یقین ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ مطلبِ حقیقی تک پہونچنے کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے...... ـه

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است ؞ گر شکر خوردن بود جاں کندن است

اللہ تعالیٰ کا حق، تمام خلائق کے حقوق پر مقدم ہے ـــــ خلائق کی خدمت بھی اللہ ہی کے حکم کی بجا آوری ہے ورنہ کس کی مجال تھی کہ اللہ کی اطاعت کے سوا دوسرے کی خدمت میں مشغول ہوتا ـــــ پس مخلوق کی خدمات حکمِ خداوندی کی بنا پر منجملۂ خدماتِ حق ہیں ـــــ لیکن خدمت خدمت میں فرق ہوتا ہے ـــــ (ایک معنیٰ کر) کھیتی کرنے والے اور ہل چلانے والے بھی خدمتِ بادشاہی کرتے ہیں ـــــ لیکن "خدمتِ مقربان" کا اور ہی مقام ہے ـــــ اس موقع پر زراعت و کاشتکاری کا نام لینا بھی سخت بُرا ہے ـــــ ہر کام کی اُجرت اس کام کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے ـــــ کاشتکار تمام دن ہل چلانے کے بعد تھوڑی سی اُجرت حاصل کرتا ہے اور مقربِ شاہی ایک ساعت میں لاکھوں روپیوں کا مستحق ہو جاتا ہے ـــــ اور اسکے باوجود

ان لاکھوں سے اس کو تعلق خاطر نہیں ہوتا، وہ بدستور پابندِ شاہ ہی رہتا ہے اور بس۔۔ ۔۔ ۔۔ والسلام

مکتوب (۱۲۸) ——— خواجہ محمد مقیم کے نام

[بلند ہمتی کی ترغیب]

خواجہ محمد مقیم "دُور افتادگان" کو فراموش نہ کریں اور اُن کو اپنے سے دُور نہ جانیں۔ المرءُ مع من احبّ (آدمی جس سے محبت کرتا ہے اُسی کے ساتھ ہوتا ہے) ——— مقصودِ تحریر یہ ہے کہ ——— راہِ سلوک، انتہائی طویل راہ ہے نیز مقصود، انتہائی بلندی پر ہے، اور ہمتیں انتہا درجے کی کوتاہ ہیں ——— (اس راہ میں) درمیانی منزلیں جو آتی ہیں وہ مانندِ "سرابِ مطلب نما" ہیں ——— پناہ بخدا ——— انسان درمیان کو انتہا سمجھ کر غیر مقصد کو مقصد سمجھ بیٹھتا ہے، اور "چوں" کو "بیچوں" تصوّر کرتا ہے (بالآخر) مطلبِ حقیقی تک پہونچنے سے رہ جاتا ہے ——— ہمت کو بلند رکھنا چاہیئے۔ کسی "حاصل" پر قناعت نہ کرکے (قربِ خدا کو) وراء الوراء میں ڈھونڈھنا چاہیئے ——— اس قسم کی ہمت کا حاصل ہونا شیخ مقتدا کی توجہ سے وابستہ ہے، اور اس کی توجہ مرید مقتدی کی محبت اور اخلاص کے بقدر ہوتی ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

مکتوب (۱۳۲) ——— مولانا محمد صدیق[1] بدخشی کے نام

[صحبتِ اربابِ دولت سے اجتناب اور صحبتِ فقراء کی ترغیب میں]

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ

---

[1] آپ کشم (علاقہ بدخشاں) کے رہنے والے تھے۔ ایامِ جوانی میں ہندوستان تشریف لائے، چونکہ شعر و شاعری میں دستگاہ رکھتے تھے، اس لیے عبدالرحیم خانخاناں کی صحبت اختیار کی، اسی زمانہ میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے بیعت ہو کر سلسلۂ نقشبندیہ میں منسلک ہو گئے ——— جوشِ جوانی کے ساتھ شعر گوئی کے شغلہ نے آپ کو حضرت خواجہؒ کی زندگی میں ترقیِ روحانی حاصل کرنے کا موقع نہیں دیا۔ حضرت خواجہؒ کے وصال کے بعد آپ حضرت مجددؒ کی خدمت میں آئے اور کامیاب ہوئے ——— آپ حضرت مجددؒ کے خلفاء میں سے ہیں ——— آپ ہی نے مبداء و معاد کو حضرت مجددؒ کی بیاضِ خاص سے نقل کر کے جمع کیا ہے ——— آپ کے نام حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کثیر تعداد میں ہیں ——— ۱۰۵۱ھ میں دہلی کے اندر وفات پائی، اور مقبرہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ میں دفن ہوئے ———

(ماخوذ از زبدۃ المقامات و نزہۃ الخواطر جلد ۵)

اے برادر! بظاہر تم صحبتِ فقراء سے دل تنگ ہو گئے ہو کہ مجلسِ اغنیاء کو اختیار کر لیا ہے ــــــ تم نے یہ بہت بُرا کیا ہے ــــــ اگر آج تمھاری آنکھ بند ہے تو کل کو بروزِ قیامت آنکھ کھُل جائے گی اور سوائے ندامت کے کچھ فائدہ نہ ہوگا ــــــ خبر کرنا شرط ہے۔

اے بوالہوس (انسان) تیرا معاملہ دو حال سے خالی نہیں ہے مجلسِ اغنیاء میں، جمعیتِ دل دیں یا نہ دیں ــــــ اگر جمعیتِ دل دیں تو بُرا ہے اور اگر نہ دیں تو یہ اُس سے بُرا ہے، جمعیتِ دل دے دیں تو یہ استدراج ہے ــــــ پناہ بخدا ــــــ اور اگر نہ دیں تو خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق ہے ــــــ (سنو) فقراء کے دروازہ کی خاکروبی، اغنیاء کے یہاں کی صدر نشینی سے بہتر ہے ــــــ یہ بات آج تمھاری عقل میں آئے یا نہ آئے ــــــ آخر کار سمجھ میں آجائے گی اور اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا ــــــ تم کو عمدہ کھانوں کی آرزو اور لباسِ فاخر کی تمنّا نے اس بلا میں لا ڈالا ہے ــــــ ابھی کچھ نہیں گیا ہے ــــــ اصلی کام کی فکر کرو اور جو چیز حق تعالیٰ (کے قرب) سے روکے اس کو دشمن سمجھ کر اس سے بھاگو اور پرہیز کرو ــــــ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ [(راہِ خدا سے روکنے والی) تمھاری بیویاں اور تمھاری اولاد تمھارے دشمن ہیں ان سے پرہیز کرو] یہ نصِ قاطع ہے ــــــ مجھے حقوقِ صحبت نے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ تم کو نصیحت کی جائے اب تم اس پر عمل کرو یا نہ کرو (تمھیں اختیار ہے) ــــــ تمھاری زیادہ طلبی کو دیکھ کر میں پہلے ہی سے سمجھتا تھا کہ اس طرح فقیری پر استقامت دشوار ہے ــــــ ؎

وَقَدْ کَانَ مَا خِفْتُ اَنْ یَکُوْنَا ٭ اِنَّا اِلَی اللہِ رَاجِعُوْنَا

(یعنی متحقق ہو گیا وہ جس سے میں ڈرتا تھا ــــــ بیشک ہم سب اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں) ــــــ

والسّلام علٰی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

میں تمھاری فطرت و استعداد سے اچھی توقع رکھتا تھا مگر تم نے جوہرِ نفیس کو گندگی میں ڈال دیا ــــــ

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ــــــ

مکتوب (۱۳۴) ــــــ مولانا محمّد صدّیق بدخشیؒ کے نام

[کارِ نیک میں تاخیر نہ ہونا چاہیئے]

حضرتِ حق تعالیٰ مدارجِ قرب بے اندازہ عنایت فرمائے ــــــ بحرمۃ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محبّت آثارا! اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ (وقت کاٹنے والی تلوار ہے) [مقولۂ صوفیا ہے] معلوم نہیں

کل تک مہلت دیں یا نہ دیں، اُمرِ اہم کو آج کر لینا چاہیئے اور غیر اہم کو کل پر ٹالنا چاہیئے ___ عقل کا حکم یہی ہے ___ عقلِ معاش کا نہیں بلکہ عقلِ معاد کا حکم ___ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے .. .. ..

مکتوب (۱۳۶) ___ مولانا محمد صدیق بدخشیؒ کے نام

[تحصیل مطلوب حقیقی میں تاخیر نہ کی جائے]

مکتوب مرغوب پہونچا ___ چونکہ قاصد (رمضان کے) عشرۂ متبرکہ کے آخر میں پہونچا تھا، لہذا رمضان کے گزر جانے کے بعد جواب لکھا۔ (عبد الرحیم) خانخاناں اور خواجہ عبد اللہ کے خطوط کے جوابات بھی لکھ کر بھیجے گئے ہیں ___ تم اُن کو بھی پڑھ لو گے ___ اس مرتبہ تمہارا لشکر میں جانا فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا ___ نہ معلوم کیا حکمت و راز ہے۔ ___ والامر عند اللہ سبحانہ ___ حضرت حق سُبحانہٗ نے کمالِ کرم سے تم کو روزی عطا فرمائی ہے اُسی کو غنیمت جان کر اپنے اصلی کام کی فکر کرو .. .. ..

مکتوب (۱۳۷) ___ حاجی خضر[له] افغان کے نام۔

[نماز کی عظمتِ شان کے بیان میں]

مکتوب مرغوب پہونچا ___ مضمون واضح ہوا ___ عبادت میں لذّت یابی اور اس کی ادائیگی میں کلفت کا نہ ہونا اللہ کے بڑے انعامات میں سے ہے ___ خصوصاً ادائے صلوٰۃ میں مذکورہ بالا بات غیر منتہی کو میسّر نہیں ہے ___ علی الخصوص ادائے صلوٰۃ فرض میں ___ اس لیے کہ ابتداء میں (غیر منتہی کو بھی کسی قدر) صلوٰۃ نافلہ کی ادائیگی سے لذت یاب کر دیا جاتا ہے، لیکن "نہایت النہایت" میں یہ نسبت فرائض سے متعلق ہو جاتی ہے .. .. منتہی کے نزدیک ادائے فرض بڑی اہم چیز ہوتی ہے ___ ؎

"ایں کار دولت است کنوں تا کرا رسد"

[له] آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص خلفاء میں سے ہیں ___ کثیر التعداد اشخاص آپ کے فیوض سے متمتع ہوئے ___ اکثر راتوں کو گریہ وزاری کرنا آپ کا مشغلہ تھا ___ مسکین طبع اور منکسر المزاج تھے ___ تلاوت و اذکار اور نوافل میں آپ کے اوقات مشغول رہتے تھے۔ قصبۂ بہلول پور میں جو کہ مضافات سرہند سے ہے سکونت رکھتے تھے ___ آپ نے ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی ___ (زبدۃ المقامات و خزینۃ الاصفیاء)

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ وہ لذت جو عین ادائے صلوٰۃ میں حاصل ہوتی ہے نفس کا اُس میں کچھ حصّہ نہیں ہے۔
اس لذت یابی کے عالم میں نفس نالہ وفغاں کے اندر مشغول ہوتا ہے ـــــ سُبحان اللہ (نماز کا بھی) کیا مرتبہ ہے۔

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا (ارباب نعمت کو انکی نعمتیں مُبارک ہوں)

ہم جیسے بوالہوسوں کو تو اِس قسم کی باتیں بیان کرنا ہی بساغنیمت ہے۔

بارے بہ ہیچ خاطر خود شاد می کنم

یہ بھی واضح ہو کہ دنیا میں نماز کا وہ درجہ ہے جو آخرت میں دیدارِ باری تعالیٰ کا ہے ـــــ دنیا میں نہایتِ قربِ نماز کے اندر ہے، اور آخرت میں نہایتِ قربِ اللہ کے دیدار کے وقت ہوگا ـــــ اور یہ بھی جان لو کہ تمام عبادات نماز کے لیے وسیلہ ہیں، اور نماز مقاصد میں سے ہے .... والسلام والاکرام

مکتوب (۱۳۸) ـــــ شیخ بہاء الدین سرہندیؒ کے نام

[مذمّتِ دنیا میں]

فرزند ارشد! اس مبغوضہ دنیا سے خوش نہ ہوں، اور جناب قُدس میں دوام توجہ کے سرمایہ کو ہاتھ سے نہ دیں ـــــ (انسان کو) اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ وہ کیا چیز فروخت کر رہا ہے اور کیا خرید رہا ہے ـــــ آخرت کو دنیا کا عوض قرار دینا اور حق تعالیٰ سے روگردانی کر کے مخلوق میں پھنس جانا اول نمبر کی بیوقوفی کی بات ہے ـــــ دنیا اور آخرت کا جمع کرنا، جمعِ اضداد کے قبیل سے ہے ...... ان دونوں ضدوں میں سے جس کسی ایک کو چاہے اختیار کرلے ..... (مگر خوب سمجھ لے کہ) عذابِ آخرت اَبدی ہے، اور متاعِ دنیا قلیل ہے ـــــ دنیا مبغوضۂ حق تعالیٰ ہے، اور آخرت اللہ کی پسندیدہ ہے ـــــ

عش مَا شئت فانك ميّت ❊ والزم مَا شئت فانك مفارقه

(زندہ رہ جتنا چاہے ـــــ تجھے موت ضرور آنی ہے ـــــ جس چیز کو جی چاہے اُس کو لازم پکڑلے ـــــ تجھ کو اُس چیز سے مفارقت ضروری ہے) ـــــ زن و فرزند کی فکر کو چھوڑ کر اُن کی تدبیر و کارسازی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیئے، خود کو مُردہ تصور کرنا اور تمام امور کو اللہ کے حوالے کرنا چاہیئے ـــــ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ـــــ نصِّ قاطع ہے ـــــ اس کو کئی مرتبہ سُنا ہوگا ـــــ خوابِ خرگوش کب تک؟ ـــــ ہوش میں آنا ضروری ہے ـــــ اہلِ دنیا کی صحبت اور اُن سے اختلاط سمِّ قاتل ہے ـــــ اس سمِّ قاتل کا مارا ہوا موتِ اَبدی میں گرفتار رہے گا ..... اُمراء کے دسترخوان کا

لقمۂ چرب، مرضِ قلبی کو بڑھاتا ہے ــــ الحذر، الحذر، الحذر! ـــــ ؎

من آنچہ شرطِ بلاغ است باتو می گویم ؛ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

اہلِ دنیا کی صحبت سے اس سے بھی زیادہ بھاگو جتنا شیر سے بھاگتے ہو، اِس لیے کہ شیر پھاڑے گا تو زیادہ سے زیادہ موتِ دنیوی واقع ہو جائے گی جو آخرت میں مفید ہے، لیکن اختلاطِ ملوک ہلاکِ اَبدی اور خسارۂ سرمدی کا باعث ہے ـــ اُن کی صحبت سے بچو، اُن کے لقمہ سے پرہیز کرو، اُن کی محبّت اور اُن کی رویت سے حذر کرو۔

بات جو اتنے اہتمام سے کہی جارہی ہے وہ اِس بنا پر ہے کہ میں جانتا ہوں کہ لقمۂ چرب اور صحبتِ ناجنس نے آں فرزند کے دل کو وعظ و نصیحت کے سمجھنے سے دُور کر دیا ہو گا، وہ صرف ایک یا دو باتوں سے متاثر نہ ہو گا ـــ مکرر الحذر، الحذر اُمراء کی صحبت سے، اور الحذر الحذر اُن کی رویت سے ـــ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو اُس بات سے محفوظ رکھے جس سے ہمارا اور تمہارا رب راضی نہ ہو ـــ بحرمۃ سیّد البشر صلے اللہ علیہ وسلم ......

مکتوب (۱۳۹) ـــــ جعفر بیگ کے نام ـــــ

[جو لوگ اہل اللہ پر طعن کرتے ہیں، اُن کی ہجو و مذمّت کرنا شرعًا جائز ہے]

التفات نامۂ گرامی نے مشرّف کیا ـــ اللہ تم کو سلامت رکھے کہ احوالِ فقراء کا خیال رکھتے ہو، اور حضور و غیبت کو یکساں سمجھتے ہو۔

مخدوما! ـــ کفارِ قریش نے جب اپنی انتہائی بدبختی کے باعث اہلِ اسلام کی ہجو و مذمّت میں مبالغہ کیا، تو حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض شعرائے اسلام کو حکم دیا کہ کفارِ نگونسار کی ہجو کریں۔ (چنانچہ کفار کی مذمّت کرنے والے) وہ شاعر (حضرت حسّانؓ) آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو منبر پر بیٹھتے تھے اور کفار کی ہجو میں برملا اشعار پڑھتے تھے ـــ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ :- روح القدس ان کے ساتھ ہے، جب تک یہ ہجو کفار کریں ـــ ملامت و ایذائے خلق "مغتنماتِ عشق" سے ہیں ـــ اے اللہ! ہم کو اہلِ عشق سے بنا دے ـــ بحرمۃ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ......

مکتوب (۱۴۰) ـــــ محمّد معصوم کابلیؒ کے نام۔

[رنج و محنت، لوازمِ محبّت سے ہیں]

محبّت آثارا! ـــ رنج و محنت لوازمِ محبّت سے ہیں ـــ فقر، اختیار کرنے کیلئے درد و غم لابُد ہے۔ ؎

غرض از عشق توام چاشنیِ درد و غم است ؛ ورنہ زیرِ فلک اسبابِ تنعم چہ کم است

دوستِ حقیقی پراگندگی چاہتا ہے، تاکہ اُس کے غیر سے کلیۃً انقطاع حاصل ہو جائے ـــــــ مقامِ عشق میں، بے آرامی میں آرام، سوز میں ساز، بیقراری میں قرار اور جراحت میں راحت ہے ـــــــ اس مقام میں فراغت طلب کرنا، خود کو محنت میں ڈالنا ہے ـــــــ اپنے آپ کو پورے طریقے سے محبوبِ حقیقی کے سپرد کر دینا چاہیئے ـــــــ جو کچھ بھی اُس کی طرف سے آئے انتہائی رضامندی کے ساتھ اُس کو قبول کیا جائے ـــــــ چیں بجبیں نہ ہونا چاہیئے یہی طریقۂ زندگی ہے ـــــــ جہاں تک ہو سکے استقامت اختیار کرو ... ... تمہاری مشغولیتِ باطن اچھی حالت میں تھی، لیکن وہ مشغولیت قوی ہونے سے پہلے ہی ضعیف ہو گئی ـــــــ خیر غم نہیں ہے، اگر ان تردّدات سے تھوڑی سی خاطر جمع کر لیں، تو پہلے سے بہتر حالت ہو جائے گی ـــــــ والسلام ... ...

مکتوب (۱۴۱) ـــــــ مولانا محمد قلیج (لاہوری) کے نام

[محبّت و اخلاص بڑے درجے کی چیزیں ہیں ـــــــ]

حضرت حق سُبحانہ وتعالیٰ ترقیات نصیب کرے ـــــــ بحرمۃ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ـــــــ احوالِ قلبی کے متعلق کبھی نہ لکھا کہ کیا صورت ہے، اس سلسلہ میں کچھ لکھتے رہا کرو، کیونکہ یہ امر "موجبِ توجہ غائبانہ" ہوتا ہے ـــــــ محبّت و اخلاص راہِ سلوک میں خاص مقام رکھتے ہیں ـــــــ اگر اس وقت ترقی مفہوم و محسوس نہیں ہوتی تو کچھ غم نہیں ہے ـــــــ جب اخلاص پر استقامت ہے تو اُمید ہے کہ برسوں کا کام گھنٹوں میں حاصل ہو جائے گا ـــــــ والسلام ... ...

مکتوب (۱۴۲) ـــــــ مُلّا عبدالغفور (سمرقندی) کے نام

مکتوب شریف جو ازروئے التفات ارسال کیا تھا، پہونچا ـــــــ فقراء سے محبّت اور اس گروہ کی طرف توجہ، اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے ـــــــ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس پر مستقیم رکھے ... ... جو طریقہ تم نے اخذ کیا تھا، اور جو کیفیت اُس سے حاصل ہوئی تھی (اب اُس کا کیا حال ہے؟) اس کے متعلق کچھ ذکر نہیں کیا ـــــــ خدا نہ کرے کہ اس میں کوئی فتور آیا ہو ـــــــ ہ

یک چشم[1] زدن خیالِ او پیشِ نظر ☆ بہتر ز وصالِ خوبرویاں ہمہ عمر

... ... جب کچھ لکھا کریں تو پہلے احوالِ باطن لکھا کریں، اس لیے کہ احوالِ ظاہر بے احوالِ باطنی مرتبۂ اعتبار

---

[1] تھوڑی دیر کے لیے محبوبِ حقیقی کا خیال کرنا، تمام عمر "وصالِ خوبرویاں" سے بہتر ہے۔

سے ساقط ہوتے ہیں ـــــــــــــــــ ۴

از ہرچہ میرود سخن دوست خوشتر است

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو متابعتِ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رکھے ـــــــــــــ ۶

کار این است وغیر ایں ہمہ ہیچ

مکتوب (۱۴۳) ـــــــــــــــــ مولانا شمس کے نام

[عالم جوانی کو لہو ولعب میں صرف نہ کیا جائے]

محبِ فقراء مولانا شمس کو خدا توفیق دے کہ موسم جوانی کو غنیمت جان کر اس کو لہو ولعب میں صرف نہ کریں، ورنہ آخر کار سوائے ندامت و پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا، اور وہ ندامت و پشیمانی کچھ بھی فائدہ نہ دے گی ـــــ خبر شرط ہے ـــــ پانچ وقت کی نماز با جماعت ادا کریں ـــــ حلال و حرام میں امتیاز کریں ـــــ نجاتِ اُخروی متابعتِ صاحبِ شریعت ہی میں ہے ـــــ صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ لذّاتِ فانیہ اور تنعّماتِ ہلکہ منظورِ نظر نہ رہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ہی توفیقِ خیر دینے والا ہے ... ...

مکتوب (۱۴۶) ـــــــــــــــــ شرف الدین حسین (بدخشی) کے نام

[نصیحت]

مکتوب شرف الدین حسین موصول ہوا ـــــ اللہ کا شکر ہے کہ سعادتِ یادِ فقراء سے سعادت مند ہیں ـــــ جو سبق کہ حاصل کیا تھا اُس کی تکرار سے اپنا وقت معمور رکھیں، وقتِ فرصت کو ضائع نہ کریں ـــــ ایسا نہ ہو کہ فانی کرّ و فر راہِ راست سے بھٹکا دے، اور زائل ہونے والا طمطراق بے حلاوت کر دے ـــــــــ ۵

ہمہ اندر زمن بتو این است ٭ کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

کیا اچھی ہے یہ نعمت کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عنفوانِ شباب میں توفیقِ توبہ نصیب فرما دے، اور اُس پر استقامت بخشے ـــــ کہا جا سکتا ہے کہ تمام دنیا کی نعمتیں اس ایک نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے ایک دریائے عمیق کے مقابلہ میں شبنم ـــــ یہ نعمت، موجب رضائے الٰہی ہے، اور رضائے الٰہی تمام دنیوی اور اخروی نعمتوں میں اونچا مقام رکھتی ہے ـــــ ورضوان من اللہ اکبر (اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے) ـــــ

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوات والتسلیمات اتمھا واکملھا ... ...

مکتوب (۱۴۸) ——— مُلّا محمّد صادق (کابلی) کے نام

[نصیحت]

دو مکتوب پے در پے پہونچے ——— مکتوبِ اوّل نے حصول و سیرابی کی اطلاع اور مکتوبِ ثانی نے تشنگی و بے حاصلی کی خبر دی ——— الحمدللہ ——— اعتبار خاتمہ اور آخری حالت کا ہے ——— جو شخص سیراب ہو جائے وہ بے حاصل ہے، اور جس نے خود کو بے حاصل جانا وہ واصل ہے ——— تم سے بار بار کہا گیا ہے کہ روحانیتِ مشائخ اور ان کی امدادات سے دھوکے میں نہ پڑ جانا۔ درحقیقت مشائخ کی وہ صورتیں شیخ مقتدا کے لطائف ہوتے ہیں کہ وہ لطائف اُن کی صورتوں میں ظہور پذیر ہو جاتے ہیں ——— قبلۂ توجہ کے لیے وحدت شرط ہے ——— توجہ کو پراگندہ کرنا موجبِ زیاں کاری ہے ——— پناہ بخدا ——— دوسری بات جس کو مکرر اور تاکید کے ساتھ ہم نے تم سے کہا ہے یہ ہے کہ کام مختصر رکھو تاکہ جلدی سرانجام پا جائے ——— اُمرِ ضروری کو چھوڑ کر غیر ضروری اور بے فائدہ کام میں مشغول ہونا عقلِ دُور اندیش سے بہت بعید ہے ——— لیکن تم تو اپنی رائے کے معتقد ہو، کسی کی بات تمہارے اوپر بہت کم اثر کرتی ہے ——— (خیر) تم جانو ——— ؏

"بر رسولاں بلاغ باشد و بس"

مکتوب (۱۴۹) ——— مُلّا محمّد صادق (کابلی) کے نام

[ہر چند مسبب الاسباب نے اشیاء کو اسباب پر مرتب کیا ہے
لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ سببِ معیّن ہی پر نظر جمائی جائے۔]

تعجب کی بات ہے کہ اخوی مولانا محمّد صادق نے خود کو کلیۃً عالمِ اسباب کے اوپر چھوڑ رکھا ہے ہر چند مسبب الاسباب تعالیٰ و تقدس نے اشیاء کو اسباب پر مترتب فرمایا ہے، لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ نظر سببِ معیّن پر رکھی جائے ——— ؏

گر درے بستہ شد اے دل دگرے بکشایند

اِس قسم کی کوتاہ نظری (آخرت سے) بے مناسبتی کی خواہاں ہوتی ہے ——— تم جیسے لوگوں سے یہ بات بہت ہی قبیح ہے ——— کچھ دیر اپنے حال پر غور کرنا اور اس بُرائی کو سمجھنا چاہیئے ——— لباسِ فقراء میں رہ کر اللہ کی ناپسندیدہ دنیا کی تحصیل میں یہ تلاش و جستجو بہت ہی بُری بات ہے ——— تعجب ہے کہ اس مکروہ (دنیا) کو تمہاری نظر میں کس قدر عمدہ کر دیا گیا ہے ——— امورِ ضروریہ کی تحصیل میں بقدرِ ضرورت کوشش کرنا چاہیئے

تمام ہمّت کو اسی (دنیا طلبی) میں صَرف کر دینا اور پوری عمر اس کے پیچھے گھُلا دینا محض بیوقوفی ہے ــــ یہ مہلتِ چند روزہ بہت غنیمت ہے ــــ ہزار افسوس! اگر اس کو کوئی بے فائدہ کاموں میں صَرف کر دے ــــ نجر شرط ہی ــــ ع

"بر رسولاں بلاغ باشد و بس"

لوگوں کے بُرا بھلا کہنے سے ملول نہ ہونا، جن باتوں کی تمھاری طرف نسبت کرتے ہیں جبکہ وہ تمھارے اندر نہیں ہیں تو کوئی غم کی بات نہیں ــــ کس قدر عظیم دولت ہے یہ کہ لوگ کسی کو بُرا جانیں اور وہ فی الحقیقت اچھا ہو ــــ البتہ اگر اس کا برعکس ہو (یعنی لوگ اچھا جانیں اور درحقیقت بُرا ہو) تو یہ بات محلِّ خطر ہے۔ ۔۔ ۔۔ والسّلام۔

مکتوب (۱۵۰) ــــــــــ خواجہ محمّد قاسم کے نام

[نصیحت]

خواجہ محمّد قاسم کا التفات نامہ موصول ہو کر موجب فرحت ہوا ــــ اوضاعِ دنیوی کی پراگندگی اور احوالِ صوری کے تفرق سے دل تنگ نہ ہوں، یہ باتیں دل تنگ ہونے کے لائق نہیں ہیں، اس لیے کہ یہ دُنیا فنا کے محل میں ہے ــــ اللہ کی مرضیات میں زندگی بسر کرنا چاہیئے ــــ پھر چاہے تنگی ہو یا فراخی ــــ سوائے ذاتِ واجب الوجود کے اور کوئی اِس قابل نہیں کہ اس کو مطلوب بنایا جائے ــــ خصوصاً تم جیسے (عالی حوصلہ) "مردم عزیز" کے لیے (یہ امر تو بہت ہی ضروری ہے) ــــ پھر بھی اگر کسی خدمت یا کسی کام کی طرف مجھے اشارہ کریں تو میں جذبۂ احسان مندی کے ساتھ اس کے بارے میں سعی کروں گا۔ ۔۔ ۔۔ والسلام۔

مکتوب (۱۵۲) ــــــــــ سیادت پناہ شیخ فریدؒ کے نام

[اطاعتِ رسُولؐ عین اطاعتِ حق ہے]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ــــ من یطع الرّسُول فقد اطاع اللہ (جو رسُول کی اطاعت کرتا ہے بلاشبہ وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے) ــــ (اس ارشاد میں) اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسُول کو عین اپنی اطاعت قرار دیا ہے ــــ معلوم ہوا کہ وہ اطاعتِ خدا ہی نہیں جو اطاعتِ رسُول کے بغیر ہو ــــ اس حقیقت کو موکد کرنے کے لیے کلمۂ قد لایا گیا، تاکہ کوئی نادان ان دونوں اطاعتوں میں جُدائی اور تفرقہ پیدا نہ کر سکے ــــ اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے سکے ــــ جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ــــ "یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا" (جو لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُسکے رسُولوں کے

درمیان تفرقہ کریں، اور جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں بعض پر، اور نا معتقد ہوتے ہیں بعض کے، اور وہ چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راہ اختیار کرلیں، وہ لوگ یقیناً کافر ہیں) ـــــ ہاں بعض مشائخ کبار قدس اللہ اسرارہم نے سُکر اور غلبۂ حال کی بنا پر ایسی باتیں کہی ہیں جو اِن دو اطاعتوں کے بارے میں تفرقے کی اطلاع اور ایک کی محبت کو دوسرے کی محبت پر ترجیح دینے کی خبر دیتی ہیں ـــــ مثلاً یہ ایک حکایت نقل کی جاتی ہے کہ :ـــــ

سلطان محمود غزنوی اپنے ایام بادشاہت میں "خرقان" کے پاس اُترے، اور اپنی فرودگاہ سے اپنے وکلاء کو شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی خدمت میں بھیجا اور التماس کیا کہ حضرت شیخؒ اس کی (سلطان غزنوی کی) ملاقات کو آئیں اور اپنے وکیلوں سے کہدیا تھا کہ اگر شیخ کی طرف سے میری ملاقات میں تأمل و توقف محسوس کریں، تو یہ آیۂ کریمہ پڑھ دیں :ـــــ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو) ـــــ چنانچہ جب وکلاء نے شیخ خرقانیؒ کی طرف سے ملاقاتِ شاہ میں توقف محسوس کیا، تو یہ آیت پڑھ دی۔ شیخؒ نے جواب دیا کہ :ـــــ "میں اطیعوا اللہ میں اتنا گرفتار ہوں کہ شرمندۂ اطیعوا الرسول ہوں، اطاعتِ اولی الامر تو اس سے آگے کی بات ہے ـــــ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ خرقانیؒ نے اطاعتِ حق کو اطاعتِ رسولؐ کا غیر جانا ـــــ یہ بات (غلبۂ سُکر کی بنا پر ہے اور) استقامت سے دُور ہے ـــــ مشائخ مستقیم الاحوال اِس قسم کی باتوں سے بچتے ہیں اور شریعت، طریقت اور حقیقت کے تمام مدارج میں اطاعتِ حق کو اطاعتِ رسولؐ ہی میں مضمر جانتے ہیں ـــــ اس اطاعتِ حق کو جو اطاعتِ رسولؐ کے مخالف ہو، عین ضلالت سمجھتے ہیں ـــــ

اسی طرح یہ حکایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ :ـــــ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کی مجلس منعقد تھی، ساداتِ خراسان کے ایک سیّد بھی اُس مجلس میں بیٹھے تھے، اتنے میں ایک مجذوبِ مغلوب الحال اُس مجلس میں آیا، حضرت شیخ ابوسعیدؒ نے اُس مجذوب کو اُس سید پر (بسلسلۂ تعظیم) ترجیح دی۔ سیّد کو یہ بات ناگوار گزری، تو شیخ نے فرمایا کہ :ـــ آپ کی تعظیم بواسطۂ محبتِ رسولؐ ہے، اور اس مجذوب کی تعظیم بواسطۂ محبّتِ حق ہے ـــــ اِس قسم کا تفرقہ بھی اکابرِ مستقیم الاحوال تجویز نہیں کرتے ـــــ وہ محبّتِ رسولؐ پر غلبۂ محبّتِ حق کو، سُکرِ حال کے قبیل سے سمجھتے ہیں ـــــ اور زائد بات جانتے ہیں ـــــ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مقامِ کمال میں جو کہ مرتبۂ ولایت ہے، محبّتِ حق سبحانہٗ غالب ہوتی ہے، اور مقامِ تکمیل میں جو کہ مقامِ نبوت سے ہے۔۔۔ محبّتِ رسولؐ غالب ہوتی ہے ـــــ

اللہ تعالیٰ ہم کو اطاعتِ رسولؐ پر (جو کہ عین اطاعتِ حق ہے) ثابت قدم رکھے ـــــ والسّلام ۔۔ ۔۔

مکتوب (۱۵۳) ـــــــــــ شیخ مزمّل[۱] کے نام

[نصیحت]

اللہ کا شکر ہے کہ وہ اپنے طالبوں کو اپنی طلب میں بیقرار و بے آرام رکھتا ہے، اور اس بے آرامی میں اُس آرام سے نجات بخشتا ہے جو اُس کے غیر کے ساتھ میسّر ہو۔ مگر (سالک کو) پوری آزادی، اغیار کی غلامی سے اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب فنائے کلّی سے مشرّف ہو، نقوشِ ماسویٰ کو آئینۂ دل سے بالکل محو کردے، کسی چیز سے علمی و حُبّی تعلق نہ رہے، اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اُس کا کوئی مقصود و مطلوب نہ ہو ــــــ اس کے بغیر ایسا ہے جیسا کہ درخت خاردار میں اُلجھنا ـــــ (انسان) ہر چند (ماسویٰ) سے اپنی بے تعلقی کا گمان رکھے، مگر محض گمان شناختِ حقیقت میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا ـــــ ع

ایں کارِ دولت است کنوں تا کرا رسد

جو شخص احوال و مقامات میں گرفتار ہے، وہ بھی "گرفتارِ غیر" ہے، اور باتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تمہاری غریب الوطنی کا زمانہ واقعی طویل ہوگیا ـــــ فرصت کو غنیمت جانو ـــــ احباب اگر اہل ہو چکے ہیں تو اجازت میں کیوں توقف ہو، اور اگر نا اہل ہیں تو اجازت کی کیا ضرورت ہے (ابھی توقف کرنا چاہیئے) اللہ کی مرضی کو ملحوظ رکھنا چاہیئے ـــــ اہلِ دنیا راضی ہوں یا نہ ہوں ـــــ اُن کی ناراضگی کا کچھ اعتبار نہیں ہے ـــ ع ـــــــــ "طفیلِ دوست باشد ہر چہ باشد"

---

[۱] آپ حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے قدیم اور مقبول ترین مریدوں میں سے ہیں۔ سفر و حضر میں اکثر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہتے۔ حُسنِ اخلاق اور مکارم اوصاف میں یگانہ اور انکسار و ایثار میں منفرد تھے۔ حضرتؒ کی تربیت سے ان کو جو کمالات حاصل ہوئے اُن کا تذکرہ حضرتؒ نے اپنے بعض اُن مکاتیب میں کیا ہے جو اپنے پیر و مرشدؒ کی خدمت میں روانہ کئے ہیں ـــــ سالہا سال فیضِ صحبت سے مستفیض ہونے کے بعد تعلیم طریقت کے مجاز ہوئے۔

آپ کی رفعتِ مرتبہ کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت مجدّدؒ نے ایک مکتوب میں آپ کی صحبت کو مغتنم اور آپ کے وجود کو کبریتِ احمر سے زیادہ عزیز قرار دیا ہے ـــــ آپ نے ۱۰۲۶ھ میں اپنے مرشدؒ کی حیات ہی میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔ حضرتؒ کو آپ کی وفات کا بہت صدمہ ہوا، اور آپ کی رُوح کو دُعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب سے شادکام فرمایا۔

(ماخوذ از زبدۃ المقامات)

فقط حق تعالیٰ کو مقصود سمجھنا چاہیئے ۔ اس نقطہ پر جو جمع ہو جائے جمع ہو جائے، نہ جمع ہو نہ ہو ـــــــــ ؏

رخسارِ من اینجا و تو در گُل نگری

ـــــــــ والسّلام ... ...

مکتوب (۱۵۴) ـــــــ میاں شیخ مزمّل کے نام

[اسرارِ خودی و رموزِ بیخودی]

اللہ تعالیٰ اپنی معیت میں رکھے، ایک لحظہ بھی اپنے غیر کے حوالہ نہ کرے ـــــ اے اللہ! ہم کو یک چشم زدن بلکہ اُس سے کم وقت میں بھی ہمارے نفسوں کے سپرد نہ کرنا، ورنہ ہم ہلاک ہو جائیں گے ۔

(انسان پر) جو بھی مصیبت ہے وہ خواہشاتِ نفس میں گرفتاری کے باعث ہے ۔ جب خود پرستی سے آزاد ہوا، ماسویٰ کی گرفتاری سے بھی آزاد ہو گیا ـــــ اگر کوئی بت پرستی کرتا ہے تو وہ بھی فی الحقیقت خود کو ہی پوجتا ہے ـــــ قرآن مجید میں ہے ـــــ افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ (کیا آپ نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنالیا) ـــــ ؏

از خود چو گزشتی ہمہ عیش است و خوشی

... ... جس طرح اپنی خودی سے گزرنا ضروری ہے، اپنے وجود میں سیر کرنا بھی لازم ہے، کیونکہ "یافت" اسی جگہ ہے، اپنے سے باہر "یافت" نہیں ـــــ ؎

با تو در زیرِ گلیم است ہر چہ ہست[1] ⁂ ہیچو نابینا مبر ہر سوئے دست

"سیرِ آفاقی" "بُعد در بُعد" ہے ۔ اور "سیرِ انفسی" "قُرب در قُرب" ـــــ اگر شہود ہے تو اپنے میں، اگر معرفت ہے تو اپنے میں، اگر حیرت ہے تو اپنے میں ـــــ "بیرونِ خود"، کوئی "قدم گاہ" نہیں ہے ـــــ بات کہاں سے کہاں پہونچ گئی، ایسا نہ ہو کہ کوئی بیوقوف اِس کلام سے حلول یا اتحاد والی بات سمجھ بیٹھے ، اور ورطۂ گمراہی میں گر جائے ـــــ ؏

"اینجا حلول کفر بود اتحاد ہم"

یہ مقام جب تک حاصل نہ ہو اس کا تفکر ممنوع ہے ـــــ اللہ تعالیٰ ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] جو کچھ بھی ہے وہ تیرے کمبل کے نیچے تیرے ساتھ ہے تو نابینا کی طرح ہر طرف کو ہاتھ نہ بڑھا ۔

طریقۂ مرضیہ پر استقامت نصیب کرے۔

اپنے حالات لکھتے رہا کرو ـــــــ اس (خط وکتابت) کو مرشد و مرید کے درمیان محبت پیدا کرنے میں بڑا دخل ہے ـــــ علائقِ صوریہ کے ہوتے ہوئے بھی آزاد رہو، اور ان علائق کے وجود وعدم کو مساوی جانو ـــــــــــ والسلام ... ...

مکتوب (۱۵۵) ـــــــ میاں شیخ مزمّل کے نام

[نصیحت]

حق سبحانہ اپنے ساتھ رکھے ـــــــ ع

بعد[1] از خدائے ہر چہ پرستند ہیچ نیست ⁂ بے دولت است آنکہ بہ ہیچ اختیار کرد

ماہ جمادی الاولیٰ کے آغاز میں جمعہ کے دن "حضرتِ دہلی" کی زیارت سے مشرف ہوا ـــــــ محمد صادق (میرا لڑکا) بھی میرے ہمراہ ہے ـــــ اگر خدا نے چاہا تو چند روز دہلی میں رہ کر جلد متوجۂ وطن ہو جاؤں گا ... ...

بیچارہ انسان کہاں جائے، وہ تو اپنی پیشانی کے بال حق تعالیٰ کے ہاتھ میں رکھتا ہے:ـــــ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (کوئی زمین پر چلنے والا نہیں، مگر حق تعالیٰ اس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوئے ہے، بیشک میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے) ـــــ گریز کا موقع ہی کہاں ہے؟ مگر یہ کہ خود:ـــــ فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ (اللہ کی طرف رجوع کرو) فرمایا ہے ـــــ لہٰذا لامحالہ اُسی کی طرف رجوع کیا جائے ـــــ بہرحال اصل کو اصل جان کر، اور فرع کو طفیلی قرار دے کر اصل کی جانب متوجہ ہونا چاہیے ـــــــ ع

ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن است ⁂ گر شکر خوردن بود جاں کندن است

مکتوب (۱۵۶) ـــــــ میاں شیخ مزمّل کے نام

[اہل اللہ کی صحبت کی ترغیب میں]

جو مکتوب قاضی زادہ جالندھر کے ہاتھ بھیجا تھا انھوں نے مجھے دہلی میں پہونچا دیا ـــــ الحمد للہ کہ محبتِ فقراء

---

[1] اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کو پوجتے ہیں اُسکی کوئی حیثیت نہیں، بڑا بدقسمت ہے وہ شخص جس نے ہیچ کو اختیار کیا۔

نقد وقت رکھتے ہو ــــ المرء مع من احب کی رو سے تم فقراء کے ساتھ ہی ہو ــــ ماہِ رجب (جس میں تم نے آنے کا وعدہ کیا ہے) بحسب زمان تو قریب ہے لیکن (درحقیقت) بہت دُور ہے ــــ ؎

فراقِ دوست اگر اندک است اندک نیست ٭ درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است[1]

مگر چونکہ تم نے یہ تجویز (ماہِ رجب میں آنے کی) اپنے اربابِ حقوق کی رعایت کی بنا پر کی ہے لہٰذا ایسا ہی کرو ــــ فقیر بھی رجب تک شاید یہاں (دہلی) رہے گا ــــ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب . . . . . .

بہرحال، عمرِ چند روزہ کو فقراء کے ساتھ گزارنا چاہیئے ــــ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اُس کی مرضی کو چاہتے ہیں) ــــ یہ خود نصِ قاطع ہے ــــ یہ حکمِ حق سُبحانہٗ نے اپنے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو دیا ہے۔

ایک درویش فرماتے ہیں: ــــ "الٰہی! تونے یہ کیا عجیب معاملہ اپنے دوستوں کے بارے میں برتا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا تجھ کو پایا، اور جب تک تجھے نہ پایا اُن کو نہ پہچانا" ــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں اس طائفۂ علیہ کی محبت نصیب کرے ــــ والسّلام . . . . . .

مکتوب (۱۵۷) ــــ حکیم عبد الوهاب کے نام

[درویشوں کے پاس جانے کے آداب، تصحیحِ عقائد کی تاکید]

تم دو مرتبہ (ہمارے یہاں) آئے، اور جلدی جلدی چلے گئے ــــ اس کا موقع ہی نہ ملا کہ ہماری طرف سے کماحقہ حقوقِ صحبت کو ادا کیا جاتا ــــ ملاقات سے مقصود "افادہ" یا "استفادہ" ہے ــــ اگر کوئی مجلس ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

اہل اللہ کے پاس خالی ہو کر آنا چاہیئے تاکہ بھر کر واپس جائے، اور اپنی ناداری و مفلسی کا اظہار اُن کے سامنے کرنا چاہیئے تاکہ اُنھیں اُس پر رحم آ جائے اور راہِ فیض کشادہ ہو ــــ سیراب ہو کر آنا اور سیراب ہو کر جانا اس میں کوئی لُطف نہیں ــــ سیراب اور بھرا ہوا ہو کر آنا کسی نہ کسی مرض کی وجہ سے ہوتا ہے،

---

[1] دوست کی جُدائی اگر تھوڑی سی بھی ہو تو وہ تھوڑی نہیں ہے، آنکھ کے اندر اگر آدھا بال ہے وہ بھی بہت ہے۔

اور (درویشوں سے) یہ استغنا سرکشی کے سوا کچھ بھی نہیں ـــــ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "اوّل نیازِ خستہ بعد ازاں توجہ خاطرِ شکستہ" ـــــ یعنی پہلے اہل اللہ کے سامنے نیازمندی کا اظہار ہو اُس کے بعد اُن کی طرف سے خاطرِ شکستہ کے درست کرنے کی تدبیر ہوگی ـــــ پس توجہ حاصل کرنے کے لیے طالب کی نیازمندی و عاجزی شرط ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سعادت آثارا! ـــــ (اوّلاً) ۔ ۔ ۔ ۔ جو کچھ ہم پر اور تم پر لازم ہے وہ تصحیح عقائد ہے بمقتضائے کتاب و سنّت ـــــ اُس طور پر جس طور پر علمائے اہلِ حق نے کتاب و سنت سے اُن عقائد کو سمجھا ہے اور اخذ کیا ہے ۔ اگر عقائد علمائے حق کے فہم کے مطابق نہ ہوں تو ہمارے تمہارے سمجھنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے یوں تو ہر بدعتی اور گمراہ شخص اپنے احکام باطلہ کو کتاب و سنّت سے ہی خیال کرتا ہے اور وہیں سے اخذ کرتا ہے حالانکہ اُس کا گمان حق کی شناخت کے لیے کچھ بھی نافع نہیں ۔

دوسری بات ۔ ۔ ۔ ۔ احکامِ شرعیہ کا علم ہے ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی حلال و حرام اور فرض و واجب کا علم ـــــ تیسری بات ۔ ۔ ۔ ۔ اس علم کے مطابق عمل کرنا ہے ـــــ چوتھی بات ۔ ۔ ۔ ۔ تصفیہ و تزکیۂ نفس ہے جو صوفیاءِ کرام کے ساتھ مخصوص ہے ـــــ پس جب تک تصحیح عقائد نہ کرلی جائے گی احکام شرعیہ کا علم فائدہ نہ دے گا، اور جب تک یہ دونوں (یعنی تصحیح عقائد و علم احکام شرعیہ) متحقق نہ ہو جائیں کوئی عمل نافع نہ ہوگا، اور جب تک یہ تینوں باتیں میسر نہ آجائیں حصولِ تصفیہ و تزکیہ محال ہے ـــــ ان چہار رکن اور ان کے مکمّلات (مثلاً سنّت (وغیرہ) کہ فرض کی تکمیل کرتی ہے) کے بعد جو کچھ ہے وہ فضول اور دائرۂ لایعنی میں داخل ہے۔

حدیث شریف میں ہے : ـــــ "من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ" ـــــ یعنی آدمی کے حُسنِ اسلام سے ہے یہ بات کہ وہ لایعنی کو ترک کردے ـــــ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مکتوب (۱۵۹) ـــــ شرف الدین حسین (بدخشی) کے نام

[تعزیت میں]

اگرچہ آلام و مصائب بظاہر تلخ اور جسم کو تکلیف دینے والے ہوتے ہیں لیکن بباطن شیریں اور "لذّت بخشِ رُوح" ہیں ـــــ جسم و رُوح آپس میں نقیض و ضد ہیں، ایک کی تکلیف دوسرے کے لیے لذّت ہوتی ہے ـــــ جو پست فطرت ان دونوں نقیضوں میں اور ان کے لوازم میں تمیز نہیں کرسکتا، وہ

بحث سے خارج ہے اور لائقِ مخاطبت نہیں ہے ــــ اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (یہ لوگ چوپاؤں کی مانند ہیں، بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ) ــــ ؎

آگہ از خویشتن چو نیست جنیں[۱] ⁂ چہ خبر دارد از چناں و چنیں

جس کی رُوح نیچے اُتر کر مرتبۂ جسم میں آجائے ... ... وہ اس نکتہ کو کیا سمجھ سکے گا جب تک رُوح اپنے اصلی ٹھکانے کی طرف رجعت نہ کرے گی ... ... اس معرفت کا جمال جلوہ گر نہ ہوگا ــــ یہ دولت وابستہ ہے اُس موت کے ساتھ جو اجلِ مسمیٰ کے آنے سے پہلے صورت پذیر ہوتی ہے ــــ مشائخ طریقت قدس اللہ اَسرارہم اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں ــــ ؎

خاک شو خاک[۲] تا بروید گُل ⁂ کہ بجز خاک نیست مظہرِ کُل

اور جو مَرنے سے پہلے مقامِ فنا کو نہ پہونچا اُس کو مصیبت زدہ سمجھنا چاہیئے اور اس کی ماتم پُرسی کرنا چاہیئے ... ...

تمہارے والد مرحوم کی خبر وفات ــــ جو کہ نیکنامی کے ساتھ مشہور تھے اور امر معروف و نہی منکر کا بڑا اہتمام رکھتے تھے ــــ تمام مسلمانوں کے لیے موجبِ رنج و غم ہوگئی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن ــــ

آں فرزند! شیوۂ صبر کو اختیار کر کے "پیش رفتگاں" کی صدقہ، دُعا، اور استغفار سے امداد و اعانت کریں، کیونکہ مُردوں کو زندوں کی امداد (ایصالِ ثواب) کی بہت ضرورت ہے (آگے اِس مضمون کی حدیث ہے) ــــ

باقی نصیحت یہ ہے کہ ذکر ہمیشہ کرتے رہو، فکر (دین) کو لازم رکھو ــــ مہلت تھوڑی سی ہے، بہتر ہے کہ اس کو ضروری کاموں میں صرف کیا جائے ــــ والسّلام ... ...

مکتوب (۱۶۲) ــــ خواجہ محمد صدّیق (بدخشی) کے نام

[فضیلت ماہِ مُبارک رمضان اور اُس کی قرآن سے مناسبت]

باسمہٖ سُبحانہٗ ــــ شانِ کلام ربانی، جو کہ منجملۂ "شیونات ذاتیہ" ہے ــــ تمام کمالاتِ ذاتی اور شیوناتِ صفاتی کی جامع ہے ــــ جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہوا ہے ــــ اور ماہ مبارک رمضان "جامع جمیع خیرات و برکات" ہے ــــ اور جو خیر و برکت بھی ہے وہ "حضرت ذات" کی طرف سے عطا کی ہوئی ہے

---

[۱] جو بچہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں ہے اور اپنے وجود سے بھی واقف نہیں ہے وہ چناں اور چنیں کو کیا جانے؟ ۔

[۲] تو خاک ہو جا خاک تاکہ پھول پیدا ہوں، خاک کے علاوہ کوئی چیز مظہر کل نہیں ہے ۔

اور اُسی کی تنیوات کا نتیجہ ہے .. ... پس اس ماہِ مبارک کی تمام خیرات و برکات اُن کمالاتِ ذاتیہ کا نتیجہ ہیں جن کی جامع شانِ کلام ربانی ہے، اور قرآن مجید اُس "شانِ جامع" کا "حاصلِ تمام حقیقت" ہے۔ اسی لیے اس ماہِ مبارک کو قرآن مجید کے ساتھ مناسبتِ تام ہے ـــــ قرآن "جامع جمیع کمالات" اور یہ مہینہ "جامع جمیع خیرات" ہے ـــــ اس ماہ کے خیرات، قرآن کے کمالات کے ہی نتائج و ثمرات ہیں ـــــ یہی مناسبت اس مہینہ میں نزولِ قرآن کا باعث ہوئی ـــــ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ	رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں
اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔	قرآن اُتارا گیا. .. ..

اور شبِ قدر اس مہینہ کا خلاصہ اور لبِ لباب ہے .. .. پس جو شخص یہ مہینہ "جمعیت" کے ساتھ گزارے گا اور اس کی خیرات و برکات سے بہرہ اندوز ہو گا وہ تمام سال جمعیت سے گزارے گا اور خیر و برکت سے مالامال ہو گا ـــــ اللہ تعالیٰ ہم کو اس ماہِ مبارک کے خیرات و برکات میسّر کرے، اور اس میں سے بڑا حصّہ نصیب کرے ـــــ والسلام .. ..

مکتوب (۱۶۳) ـــــ شیخ فرید بخاریؒ کے نام

[اسلام و کفر، اور دنیا و آخرت، ضدِ یکدیگر ہیں]

اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے ہم پر انعام کیا، اسلام کی جانب رہنمائی فرمائی اور ہمیں اُمّتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں پیدا کیا ـــــ نقدِ سعادتِ کونین، حفظِ اتباعِ سیدِ کونینؐ کے ساتھ وابستہ ہے، اور آپؐ کی اتّباع، احکامِ اسلامیہ کے بجالانے اور رسومِ کفریہ کے دفع کرنے کی صورت میں مضمر ہے ـــــ اِس لیے کہ اسلام و کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں ـــــ ایک کا اثبات دوسرے کے رفع کا موجب ہے ـــــ ان دونوں ضدوں کا جمع کرنا محال ہے ـــــ ان میں سے ایک کو عزّت دینا دوسرے کی خواری کو متلزم ہے ـــــ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ :- جب تک تم میں سے کوئی دیوانہ نہ بن جائے مسلمانی کو نہیں پہونچے گا۔ دیوانگی سے مراد یہ ہے کہ اعلائے کلمۂ اسلام کی خاطر اپنے نفع و ضرر کا خیال چھوڑ دے ـــــ مسلمانی کے ہوتے جو ہو وہ ہو، جو نہ ہو نہ ہو ـــــ جب مسلمانی ہے تو رضائے خدا اور رضائے حبیبِ خدا بھی حاصل ہے ـــــ مولیٰ کی رضا سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے ـــــ رضینا باللّٰہ سبحانہ ربًّا و بالاسلام دینًا و بمحمّدٍ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نبیًّا و رسولًا (ہم راضی ہوئے اللہ کے رب ہونے، اسلام کے

دین ہونے، اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی و رسول ہونے پر) ـــــــ ۶ ـــــــ

"ہم بریئم بدا بریم یا رب"

بحرمۃ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ـــــــ

جس طرح اسلام ضدِّ کفر ہے اُسی طرح آخرت بھی ضدِّ دنیا ہے ـــــ دنیا اور آخرت بھی جمع نہیں ہوتے ـــــ ترکِ دنیا دو قسم پر ہے :ـــــ ایک قسم یہ ہے کہ دنیا کی تمام مباحات کو ترک کر دیا جائے، یہ قسم بہت اُونچی قسم ترکِ دنیا کی ہے .. .. اور دوسری قسم یہ ہے کہ (صرف) محرمات و مشتبہات سے پرہیز کیا جائے، اور امورِ مباحہ سے فائدہ حاصل کیا جائے، یہ قسم بھی خصوصیت کے ساتھ اِس زمانہ میں بہت عزیز الوجود ہے ـــــ ۵

آسماں، نسبت بہ عرش آمد فرود ⁂ ورنہ بس عالیست پیشِ خاکِ تود

پس (مردوں کو) ضروری ہے کہ سونے چاندی اور ریشم کے پہننے سے اور اُن چیزوں سے جن کو شریعتِ مصطفویہ نے حرام قرار دیا ہے ـــــ اجتناب کیا جائے ـــــ سونے چاندی کے برتن اگر محض آرائش و زیبائش کے لیے ہوں تو البتہ گنجائش ہے، لیکن ان برتنوں کا استعمال کھانے پینے کے لیے کرنا، سونے چاندی کی خوشبودانی اور سُرمہ دانی بنانا اور اُن کو استعمال کرنا مرد و عورت دونوں کے لیے حرام ہے۔

الغرض حق سُبحانہ وتعالیٰ نے دائرۂ امورِ مُباحہ کو بہت وسیع کر دیا ہے، اور امورِ مُحرمہ کے مقابلہ میں امورِ مباحہ سے فائدہ اُٹھانے میں کہیں زیادہ لذّت و راحت ہے ـــــ علاوہ ازیں مباحات میں رضائے حق بھی ہے اور محرمات میں عدم رضائے حق ہے عقلِ سلیم کبھی اِس بات کو جائز قرار نہیں دے گی کہ کوئی شخص ایسی لذت کے لیے جو ناپائدار ہے اپنے مولیٰ کی ناراضگی مول لے ـــــ حالانکہ اِس حرام لذّت کے مقابلہ میں مباح لذت بھی اللہ نے تجویز فرمادی ہے ـــــ اللہ ہمیں اور آپ کو متابعتِ شریعت نصیب کرے۔

حرام و حلال کے بارے میں ہمیشہ علمائے دیندار کی طرف رجوع کیا کریں، اور اُن سے استفسار کر کے ان کے فتوے کے بموجب عمل کریں، کیونکہ راہِ نجات شریعت ہی ہے، اور شریعت کے برخلاف جو کچھ ہے وہ باطل اور بے اعتبار ہے ـــــ فما ذا بعد الحق الّا الضلال۔

والسلام اوّلاً و آخراً ـــــ .. .. ..

مکتوب (۱۶۴) ـــــ حافظ بہاء الدین (سرھندیؒ) کے نام

[فیضِ حق سُبحانہ علی الدوام سب عوام و خواص پر ہے]

فیضِ حق سُبحانہ وتعالیٰ از قسمِ اموال واولاد و از قسمِ ہدایت وارشاد تمام خواص وعوام اور کرام ولئام پر علی الدوام وبے تفرقہ ہے ـــــ اگر تفاوت ہے تو بندے کی طرف سے بعض فیوض کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے سبب ہے ـــــ وَمَاظلمهم الله ولٰكن كانوا انفسهم يظلمون (اللہ نے اُن کفار پر ظلم نہیں کیا، وہ ہی اپنے نفسوں پر ظلم نہیں کرتے ہیں) ـــــ آفتاب گرما، دھوبی اور کپڑے پر یکساں چمکتا ہے لیکن دھوبی کا چہرہ سیاہ اور کپڑا سفید ہو جاتا ہے ـــــ عدمِ قبول اِس بنا پر ہوتا ہے کہ جناب قدس سے اعراض ہے، اور جو اعراض کرتا ہے اُس کے لیے نعمت سے محرومی ضروری ہے ـــــ اِس موقع پر کوئی یہ نہ کہہ بیٹھے کہ بہت سے اعراض کرنے والے ایسے ہیں کہ تنعماتِ دنیاوی کے ساتھ ممتاز ہیں اور ان کا اعراض سبب محرومی نہیں بنا ہے ـــــ واضح رہے کہ یہ ایک قسم کا عذاب ہے جو بصورتِ نعمت بطریق استدراج ظاہر کیا جاتا ہے اعراض کرنے والے کی تباہی کے لیے ـــــ تاکہ اعراض وضلالت میں برابر منہمک رہے ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ـــــ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (کیا وہ منکرین ومعرضین یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو کچھ اُن کو دیے جا رہے ہیں مال اور اولاد سے تو اُن کے حق میں اچھائی کی سعی کر رہے ہیں ـــــ بلکہ وہ جانتے ہی نہیں) ـــــ پس دنیا اور تنعماتِ دنیا خدا سے اعراض کے ہوتے عین خرابی اور بربادی ہیں ـــــ الحذر، الحذر ـــــ

ـــــ والسّلام اوّلاً وآخراً ـــــ

مکتوب (۱۶۵) ـــــ سیادت پناہ شیخ فرید (بخاریؒ) کے نام

[اتباعِ شریعت کی ترغیب میں]

اللہ تعالیٰ آپ کو نبی اُمّی قرشی الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراثِ معنوی سے مشرف کرے، جیسا کہ اُس نے میراثِ صوری سے مشرف کیا ہے ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میراثِ صوری عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے اور میراثِ معنوی عالمِ امر سے ہے، کہ وہاں سراسر ایمان ومعرفت اور رشد وہدایت ہے ـــــ میراثِ صوری کی نعمتِ عظمیٰ کا شکر یہ ہے کہ میراثِ معنوی سے مزیّن ہو جائیں، اور میراثِ معنوی سے مزیّن ہونا بغیر کمالِ اتباعِ مصطفویؐ کے میسّر نہیں ہو سکتا، لہٰذا آپ پر اتباعِ رسولؐ اور اطاعتِ رسولؐ ـــــ اوامر ونواہی کے اندر لازم وواجب ہے ـــــ کمالِ متابعت، کمالِ محبّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرع ہے ـــــ ع

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ هَوَاهُ مُطِيْعٌ ـــــ (محب جس سے محبّت کرتا ہے اس کا تابع ہوتا ہی)

اور کمالِ محبّت کی علامت یہ ہے کہ اعداءِ آں سرورؐ سے کمالِ بغض اور مخالفانِ شریعت سے اظہارِ عداوت ہو۔ محبّت میں سُستی کی کوئی گنجائش نہیں ــــ محب، دیوانۂ محبوب ہوتا ہے ــــ تابِ مخالفت نہیں رکھتا، اور مخالفانِ محبوب سے کسی طرح صلح نہیں کرتا ــــ دو متباین محبّتیں جمع نہیں ہو سکتیں ــــ جمع ضدّین کو محال کہا گیا ہے ــــ اچھی طرح غور کرنا چاہئے ــــ ابھی کام ہاتھ سے نہیں گیا ہے ــــ گزرے ہوئے زمانہ کی تلافی کی جا سکتی ہے ــــ کل کو جبکہ کام ہاتھ سے جاتا رہے گا سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا ــــ ؎

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت ؛ کہ باکہ باختہ عشق در شبِ دیجور

متاعِ دنیا، فریب در فریب ہے ــــ اور معاملہ اُخروی ابدی اسی پر مرتّب ہے ــــ زندگانیِ چندروزہ اگر سیّدِ اوّلین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں بسر کی جائے تو اُمیدِ نجاتِ ابدی ہے، ورنہ کوئی عملِ خیر ہو اُن کی متابعت کے بغیر ہیچ در ہیچ ہے ــــ ؎

محمدؐ[1] عربی کا بروئے ہر دو سرا است ؛ کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او

متابعتِ رسُولؐ کی دولتِ عظمیٰ کا حصول ــــ دنیا کو کلیۃً ترک کر دینے پر موقوف نہیں ہے ــــ کہ دشوار معلوم ہو ــــ بلکہ اگر زکوٰۃِ مفروضہ مثلاً ادا کی جاتی ہے تو یہ بھی عدمِ وصولِ مضرت کے لحاظ سے ترکِ کُل ہی کا حکم رکھتی ہے ــــ اِس لیے کہ جس مال کی زکوٰۃ دے دی گئی ہے وہ مال ضرر و نقصان سے نکل گیا ــــ پس مالِ دنیاوی کے ضرر کا علاج اُس مال سے زکوٰۃ کا نکالنا ہے ــــ اگرچہ ترکِ کلّی اوّل و افضل ہے، مگر ادائیگیِ زکوٰۃ بھی کامِ ترکِ کلّی کا ہی کرتی ہے ــــ ؎

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ؛ ورنہ بس عالیست پیشِ خاکِ تود

لہٰذا لازم ہے کہ تمام تر ہمّت احکامِ شریعہ کی ادائیگی میں صرف کی جائے اور اہلِ شریعت علماء و صلحاء کی تعظیم و توقیر ملحوظ رہے ــــ ترویجِ شریعت میں کوشش کرنا اور اہلِ بدعت کو ذلیل و خوار رکھنا ضروری ہے:-

"من وقّر صاحبَ بدعۃٍ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام" (جس نے بدعتی کی توقیر کی، اُس نے اسلام کے ڈھانے میں اعانت کی) ــــ وہ اہلِ کفر و باطل جو کہ دشمنانِ خدا اور دشمنانِ رسُولِ خدا ہیں ــــ اُن سے دشمنی رکھنا اور اُن کی ذلّت و خواری میں سعی کرنا چاہئے ۔۔ ۔۔ ۔۔ وہ راستہ جو آپ کے جدِّ بزرگوار

---

[1] حضرت محمدؐ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ دونوں جہان کیلئے سرمایۂ آبرو ہیں اگر کوئی اُنکے در کی خاک نہیں ہوا تو اُسکے سر پر خاک۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہونچاتا ہے یہی ہے ـــــ اگر یہ راہ نہ چلی گئی تو اُن تک پہونچنا دشوار ہے ۔

کیف الوصول الیٰ سعاد و دونہا ﴿ قلل الجبالِ و دُونَھُنّ خیوف

(یعنی محبوب تک کس طرح پہونچ ہو، جبکہ اس کے ورے پہاڑوں کی چوٹیاں حائل ہیں، اور اُن سے پہلے موتیں اور ہولناکیاں ہیں) ـــــ اس سے زیادہ کیا بات کو طول دوں ـــــ

اندکے پیشِ تو گفتم غمِ دل ترسیدم ﴿ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

مکتوب (۱۶۶) ـــــ مولانا محمدؔ امین کے نام ـــــ

[نصیحت]

مخدوما! ـــــ کب تک اپنے نفس کے منافع کے لیے سرگرم رہا جائے گا؟ ـــــ خود کو اور سب مخلوق کو مُردہ اور بےحس و حرکت سمجھنا چاہئے ـــــ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ (یقیناً آپ اے رسولؐ وصال پائیں گے اور بیشک یہ لوگ بھی انتقال کریں گے) ـــــ یہ نصِّ قاطع ہے۔

علاوہ ازیں اس تھوڑی سی فرصت میں، مرضِ قلبی کے دُور کرنے کی فکر ـــــ ذکرِ کثیر کے ذریعہ اور علّتِ معنوی کا علاج ربِّ جلیل کی یاد سے کرنا اہم مقاصد میں سے ہے ـــــ جو دل "گرفتارِ غیر" ہے اُس سے خیر کی کیا توقع ہوسکتی ہے۔ جو رُوح دنیا کی طرف مائل ہو اُس سے تو نفسِ امّارہ بہتر ہے ـــــ اللہ کے یہاں سلامتیِ قلب اور خلاصیِ رُوح مطلوب ہے ـــــ اور ہم کوتاہ اندیش سراسر "اسبابِ گرفتاریِ رُوح و قلب" کی تحصیل میں مبتلا ہیں ـــــ ہیہات ہیہات ـــــ کیا کیا جائے ـــــ وماظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون۔

دوسری بات یہ ہے کہ اپنے ضعف کی طرف سے اندیشہ نہ کریں، انشاء اللہ تعالیٰ ضعف صحت و عافیت سے بدل جائے گا ـــــ ہمارا دل اس طرف سے بالکل مطمئن ہے ـــــ جامۂ فقراء طلب کیا گیا تھا لہٰذا ایک پیراہن بھیجا گیا ہے اُس کو پہنو اور اُس کے (عمدہ) نتائج و ثمرات کے منتظر رہو ـــــ والسلام . . . . . .

مکتوب (۱۶۷) ـــــ ھِردے رام کے نام ـــــ

[عبادتِ پروردگار کی ترغیب، اور معبودانِ باطل کی عبادت سے اجتناب کے بیان میں]

تمھارے دو خط موصول ہوئے، دونوں سے محبّتِ فقراء اور اس گروہ سے التجا کا جذبہ مفہوم ہوا . . . . . . کیا عجیب نعمت ہے یہ کہ کسی کو اس دولت سے نواز دیں ـــــ

من انچہ شرطِ بلاغ است با تو می گویم ﴿ تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

جاننا چاہیئے کہ ہمارا اور تمھارا پروردگار، بلکہ تمام کائنات کا ـــــ خواہ آسمان ہو یا زمین، خواہ علیّین ہو یا سجّین ـ
پروردگار ایک ہے ـــــ جو "بیچون و بیچگونہ" ہے ـــــ وہ مثل و مانند سے منزّہ اور شکل و مثال سے مُبرّا ہے۔
اُس کے حق میں پدری اور فرزندی کی نسبت محال ہے ـــــ ہم کفوی و ہم مثلی کو اس کی جناب میں کوئی گنجائش نہیں۔
اتحاد و حلول کا شائبہ بھی اس کی شان میں قبیح ہے ـــــ کسی چیز میں پوشیدہ ہو کر بیٹھ جانے اور کسی چیز میں اُتر جانے
کا گمان بھی اُس کے بارے میں بُرا ہے ـــــ وہ زمانی بھی نہیں، اِس لیے کہ زمانہ اس کا مخلوق ہے ـــــ وہ
مکانی بھی نہیں، اِس لیے کہ مکان اُس کا پیدا کردہ ہے ـــــ اس کے وجود کے لیے کوئی نقطۂ آغاز نہیں، اور اس کی بقا
کے لیے کوئی نہایت نہیں ـــــ جو کچھ خیر و کمال ہے اس کے لیے ثابت ہے، اور جو کچھ نقص و زوال ہے وہ اُس سے
دُور ہے ـــــ پس مستحقِ عبادت اور سزاوارِ پرستش وہی ہوگا ۔۔ ۔۔ ۔۔ ہمارے پیغمبر علیہم الصلوات والتسلیمات
جو تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار گزرے ہیں، سب نے مخلوق کو خالق کی عبادت کی دعوت و ترغیب دی ہے، اور
غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا ہے۔ وہ خود کو بندۂ عاجز سمجھ کر عظمتِ باری تعالیٰ سے ہمیشہ ترساں و لرزاں رہے ہیں۔
ان پیغمبروں نے مخلوقِ خدا کو جس چیز سے منع کیا ہے، خود کو بھی بر وجہِ اتم و اکمل اُس چیز سے باز رکھا ہے ـ
وہ اپنے آپ کو مثل اور تمام انسانوں کے بشر کہتے تھے ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

مکتوب (۱۷۰) ـــــ شیخ نور کے نام ـــــ

[آدمی کو جس طرح فرمانبرداریِ اوامر و نواہیِ حق تعالیٰ
ضروری ہے، اُسی طرح ادائیگیِ حقوقِ مخلوق بھی ضروری ہے]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ـــــ اے برادرِ ارشد! جس طرح آدمی کو اوامر
و نواہیِ حق تعالیٰ کی فرمانبرداری ضروری ہے، ادائے حقوقِ مخلوق کا اہتمام اور مخلوق کے ساتھ غم خواری کا معاملہ کرنا
بھی ضروری ہے ـــــ (بعض عارفین کا قول ہے کہ) اللہ کے حکم کی تعظیم ہونی چاہیئے، اور مخلوقِ خدا پر شفقت ـ
یہ قول بھی ان دونوں حقوق کی ادائیگی کا بیان ہے اور ان دونوں چیزوں کی رعایت پر دلالت کر رہا ہے ـــــ پس
دونوں میں سے ایک پر اقتصار کوتاہی کی بات ہے، اور کُل کو چھوڑ کر جز و پر اکتفا کرنا "کمالیت" سے دُور ہے ـــــ
لہٰذا حقوقِ مخلوقِ خدا کو ادا کرنا بھی ضروری ہوا، اور مخلوق کے ساتھ حُسنِ معاشرت بھی لازمی چیز ہوئی ـــــ
مخلوق سے بے التفاتی اور لاپرواہی مناسب نہیں ہے ـــــ ؎

ہر کہ عاشق شد[1] اگرچہ نازنینِ عالم است ۞ نازکی کے راست آید بار می باید کشید

---

[1] جو شخص عاشق ہو، وہ اگرچہ نازنینِ عالم ہی کیوں نہ ہو، اب اُس کے لیے نازک مزاجی درست نہیں ہے، اُس کو ناز اٹھانا چاہیئے۔ ۱۲

تم چونکہ ہمارے یہاں مدتوں رہ کر مواعظ اور نصائح سُنتے ہوئے ہو، اِس لیے طولِ سخن سے روگردانی کرکے چند فقروں کو کافی سمجھا گیا ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں شریعتِ مصطفویہ پر ثابت قدم رکھے ۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

مکتوب (۱۷۱) ـــــ مُلّا طاہر (بدخشی) کے نام ـــــ

[نصیحت]

الحمد للہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین وآلہ الطّاہرین ۔

ہم فقیروں پر جو باتیں لازم ہیں، وہ حسبِ ذیل ہیں : ـــــ

(۱) دوامِ افتقار و انکسار و تضرع و التجا ۔

(۲) ادائے وظائفِ عبودیت ۔

(۳) محافظتِ حدودِ شرعیہ ۔

(۴) متابعتِ سُنّتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام ۔

(۵) تصحیحِ نیّت ۔

(۶) باطن کو ماسویٰ سے آزاد کرنا، اور ظاہر کو طاعات میں مشغول رکھنا ۔

(۷) اپنے عیوب اور گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ ۔

(۸) خوفِ انتقامِ علّام الغیوب ۔

(۹) اپنے حسنات کو چاہے وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں کم سمجھنا ۔

(۱۰) اپنے گناہوں کو چاہے وہ کم کیوں نہ ہوں زیادہ جاننا ۔

(۱۱) اپنی شہرت اور قبولیتِ مخلوق سے ترساں و لرزاں رہنا ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ : ـــــ آدمی کی بُرائی کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی طرف (اس کی شہرت کی بِنا پر) انگلیاں اٹھائی جائیں، دین کے بارے میں یا دنیا کے، مگر جس کو اللہ محفوظ رکھے وہ اِس بُرائی سے محفوظ ہے ۔

(۱۲) اپنے افعال اور اپنی نیتوں کو متّہم کرنا، اگرچہ وہ مثلِ صبحِ رُوشن ہوں ۔

(۱۳) اپنے احوال و مواجید کی طرف توجہ نہ کرنا، اگرچہ وہ صحیح اور مطابق ہی کیوں نہ ہوں ۔

(۱۴) محض تائیدِ دین، تقویتِ ملّت اور ترویجِ شریعت و دعوتِ حق کی کوشش پر بھروسہ کر بیٹھنا کیونکہ تائیدِ دین کبھی کبھی کافر و فاجر سے بھی ہو جایا کرتی ہے ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

اللہ تعالیٰ (کبھی) رجل فاجر سے بھی اس دین کی تائید کرا لیتا ہے۔

(۱۵) جب مرید کی آمد طلب کے ساتھ اور مشغولیِ باطن کے ارادے سے ہو، تو اس کے آنے پر انتہائی خائف ہونا چاہیے کہ کہیں اِس پیری مریدی کے راستے سے اس پیر کی بربادی مقدر نہ ہو اور یہ امر اُس کے لیے استدراج نہ ہو جائے ــــــ اگر بالفرض کسی مرید کی آمد پر خوشی اور سُرور محسوس کریں، تو اُس خوشی کو کفر و شرک کی طرح بُرا جانیں اور اس کا تدارک ندامت و استغفار سے اس قدر کریں کہ اُس خوشی کا اثر باقی نہ رہے، بلکہ اُس خوشی کی جگہ خوف و حُزن لے لے۔

(۱۶) (اپنے خلفاء کو) اچھی طرح تاکید کریں کہ مالِ مرید اور اُس کے منافع دنیوی میں اُن کو لالچ نہ پیدا ہونے پائے، کیونکہ یہ بات رُشد و ہدایت میں رکاوٹ ڈالنے والی ہے، اور باعثِ خرابیِ پیر ہے ــــــ خداوند کریم کے یہاں تو دینِ خالص کا مطالبہ ہے (خود فرماتا ہے) الا للہ الدین الخالص (آگاہ ہو کہ اللہ کے لیے خالص عبادت مقصود ہے) اُس جناب میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۱۷) یہ بھی جانیں کہ جو (معمولی) ظلمت و کدورت دل پہ طاری ہوتی ہے اُس کا ازالہ توبہ و استغفار اور ندامت و التجا کے ذریعہ بہترین طریقے پر آسانی سے ہو سکتا ہے، لیکن جو ظلمت و کدورت، محبتِ دنیائے دنی کے راستہ سے دل پر چھا جاتی ہے وہ دل کو گدلا اور پلید کر دیتی ہے، اُس کے دُور کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کہ: ــــ "دنیا کی محبت ہر بُرائی کی جڑ ہے"۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو محبتِ دنیا، محبتِ اربابِ دنیا اور اختلاط و مصاحبتِ اہلِ دنیا سے نجات دے ــــ دنیا کی محبت اور اربابِ دنیا کی صحبت سمِّ قاتل، مرضِ مہلک، بلائے عظیم اور بیماریِ عمیم ہے ــــ باقی باتیں عند الملاقات ہوں گی ......

مکتوب (۱۷۴) ــــــ خواجہ محمد اشرف (کابلی) کے نام

[نصیحت]

مکتوب مرغوب موصول ہوا ــــ چونکہ وہ محبتِ فقراء اور اس گروہ سے التماس و درخواست کی اطلاع دینے والا تھا، اس لیے موجبِ فرحت ہوا ــــ المرء مع من احب ــــ لیکن یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اس راہ کے دیوانے فقط اتنی معیت سے تسلی نہیں پاتے، اور اس "بُعدِ قرب نما" سے تسکین نہیں حاصل کرتے، وہ تو ایسا قرب ڈھونڈتے ہیں جو بُعد نما نہ ہو، اور وہ وصل تلاش کرتے ہیں جو مانندِ ہجر نہ ہو ــــ اس راہ کے دیوانے

تاخیر کو جائز قرار نہیں دیتے اور معطّل رہنے کو قبیح و مکروہ سمجھتے ہیں ــــ وہ وقت کو بیہودہ ملمع سازیوں میں صَرف اور سَرمایۂ عمر کو لاطائل مکروہات میں ضائع نہیں کرتے ــــ وہ عمدہ چیز کو چھوڑ کر خراب چیز کی طرف مائل نہیں ہوتے اور پسندیدۂ حق سے ہٹ کر معتوبِ حق کی طرف التفات نہیں کرتے ــــ وہ لقمہ ہائے چرب و شیریں کے عوض اپنے کو فروخت نہیں کرتے، اور جامہ ہائے باریک و زیبا کے لیے کسی رئیس کو خطِ غلامی نہیں لکھتے ــــ اُن کو اِس بات سے شرم آتی ہے کہ تختِ شاہی (دل) کو تعلقاتِ دنیادی کی نجاستوں سے آلودہ کریں، اور ملکیتِ خداوندی میں لات و عزّیٰ کو شریک کریں۔

اے برادر! ــــ اِس راہ میں دینِ خالص کو طلب کیا جاتا ہے ــــ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ــــ اِس راہ کے لوگ "شرکت" کا کوئی غبار تجویز نہیں کرتے ــــ (قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے) لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (اگر تو نے شرک کیا تو ضرور بالضرور تیرا عمل نابود و ضائع ہو جائے گا) ــــ کچھ دیر اپنے حال کا جائزہ لینا چاہئیے، اگر "دینِ خالص" میسّر ہو گیا ہے تو زہے قسمت، ورنہ علاجِ حادثہ پیش از وقوع کرنا چاہئیے۔

جو واقعہ تم نے لکھا تھا، وہ جن کا اثر تھا اور اُسی کا تصرّفِ باطل ــــ طالبین پر اُس کے اِس قسم کے تصرّفات بہت کچھ واقع ہوا کرتے ہیں ــــ غم کی بات نہیں ہے ــــ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (بیشک شیطان کا مکر ضعیف ہے) ــــ اگر پھر اِس قسم کا واقعہ ظاہر ہو تو "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" پڑھ کر اس کا دفعیہ کریں ــــ والسّلام اوّلاً و آخراً ... ...

مکتوب (۱۷۶) ــــ مولانا محمّد صدّیق کے نام ــــ

[راہِ سلوک میں محافظتِ اوقات ضروری چیز ہے]

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے) انسان کے حُسنِ اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ ضروری باتوں میں مشغول ہو اور غیر ضروری سے اعراض کرے ــــ پس اپنے اوقات کی محافظت بہت ضروری ہے تاکہ غلط امور میں اوقات ضائع نہ ہوں ــــ "شعر خوانی" اور "قصّہ پردازی" کو نصیبِ دشمناں قرار دے کر حفاظتِ نسبتِ باطن میں مشغول رہنا چاہیے ــــ اِس راہ میں "اجتماعِ یاراں" برائے جمعیتِ باطن ہوا کرتا ہے نہ کہ پراگندگیِ قلب کے لیے ــــ اسی جمعیتِ باطن کے پیشِ نظر انجمن کو خلوت پر ترجیح دی گئی ہے، اور اجتماع سے جمعیت کو ڈھونڈھا گیا ہے ــــ وہ اجتماع جو "سببِ تفرقہ" ہو جائے، اُس سے اجتناب لازم ہے ــــ

اِس طرح زندگانی بسر کرنا چاہیے کہ کسی جماعت کو اس شخص کی صحبت سے جمعیتِ قلب حاصل ہو جائے، نہ یہ کہ لوگوں کو پراگندگیٔ قلب میں مبتلا کر دے ـــــ اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے، اور زیادہ بولنے کی بجائے سکوت اختیار کیا جائے ـــــ یہ وقتِ مشاعرہ نہیں ہے، نہ زیادہ گوئی کا وقت ہے ـــــ ؎

"چہ وقتِ مدرسہ و بحثِ کشف و کشّاف است"

ـــــ والسّلام اوّلاً و آخراً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مکتوب (۱۷۸) ـــــ مرزا مظفرؔ کے نام ـــــ

[متابعتِ نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ترغیب میں]

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو لوگ خود اخلاقِ نبویہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے آراستہ ہیں اُن کے لیے کیا احتیاج ہے اِس اَمر کی، کہ کوئی شخص اُن کی رہنمائی احسان و حُسنِ معاشرت کی طرف کرے ـــــ بلکہ ممکن ہے یہ رہنمائی و دلالت سُوءِ اَدب میں داخل ہو جائے ـــــ (پھر بھی یہ چند سطریں لکھی جاتی ہیں) ـــــ

مکرّما! ـــــ احسان ہر ایک پر کرنا محمود ہے، علی الخصوص اُن لوگوں پر جو قرب اور پڑوس رکھتے ہوں ـــــ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگیٔ حقوقِ ہمسایہ کے بارے میں اِس قدر تاکید فرمائی ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اُس تاکید سے یہ گمان ہو گیا تھا کہ شاید ہمسایوں کو آپ میراث بھی دلائیں گے ۔ ؎

چوں چنیں با یکدگر ہمسایہ ایم ؎ تو چو خورشیدی و ما چوں سایہ ایم
چہ بُود اے مایۂ بے مائگاں ؎ گر نگہ داری حقِ ہمسائگاں

ـــــ والسّلام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مکتوب (۱۷۹) ـــــ میر عبد اللہ بن میر محمد نعمان کے نام

[نصیحت]

فرزندی اعزّی کو اُن کے نام کے مطابق توفیق عطا ہو ـــــ موسمِ جوانی کو غنیمت جان کر تحصیلِ علومِ شرعیہ میں اور اُن علوم کے مطابق عمل میں مشغول رہیں، اور اِس بات کا اہتمام کریں کہ یہ عمرِ گرامی لایعنی اور لاطائل امور میں

لہ جب تیرا اور تیرا باہم گر تعلق خورشید اور سایے کا سا ہے تو پھر اے بے نواؤں کے سرمایۂ امید اگر تو ہمسائگی کے حقوق کو ملحوظ رکھے، تو کیا مضائقہ کی بات ہے ۔

صرف نہ ہونے پائے اور لہو ولعب میں ضائع نہ ہو۔

دوسری بات یہ لکھنا ہے کہ تمھارے والد بزرگوار (میر محمد نعمان) انشاء اللہ تعالیٰ چند روز کے بعد تم لوگوں کے پاس آئیں گے، اُن کے گھر پہونچنے تک اُن کے متعلقین کی خبر گیری کرتے رہیں ——— والسلام......

مکتوب (۱۸۳) ——— مُلّا معصوم (کابلی) کے نام ———

[نصیحت]

حضرتِ حق سُبحانہ وتعالیٰ جادۂ شریعتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر استقامت نصیب فرما کر کُلّیۃً اپنی جنابِ قدس کی جانب متوجہ کردے ——— اُمید ہے کہ تعلقاتِ گوناگوں اور توجہاتِ پراگندہ جو بظاہر غلبہ پاگئے ہیں وہ "مانعِ نسبتِ باطن" نہ ہوں گے، پھر بھی (مزید) کوشش کریں کہ جمعیتِ اسبابِ ظاہری، نسبتِ باطن میں خلل انداز نہ ہونے پائے اور مقصود تک پہونچنے سے نہ روک سکے ——— دُنیا اور مافیہا اس بات کے لائق نہیں ہیں کہ کوئی ان کو عمرِ گرامی صرف کر کے حاصل کرے ——— خبر کرنا شرط ہے ——— خوابِ خرگوش کب تک؟ ——— ع

اے سرائے و باغِ تو زندانِ تو ؛ خان و مانِ تو بلائے جانِ تو

موت سے پہلے اگر کچھ کرلیا تو فبہا، ورنہ خرابی در خرابی ہے ——— سبقِ باطن کو عزیز رکھنا اور جو چیز اس کے منافی ہو اُس کو اپنا دشمن تصور کرنا چاہیے ——— ع

ہر چہ جُز عشقِ خدائے احسن است ؛ گر شکر خوردن بود جاں کندن است

——— والسلام......

مکتوب (۱۸۴) ——— خلیفۃ اللہ کے نام ———

[متابعتِ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی ترغیب میں]

مکتوبِ مرغوب جو از روئے محبت واخلاص لکھا تھا، میر سید خواجہ نے پہونچایا ——— موجبِ فرحت ہوا ——— اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اے فرزند! ——— جو چیز فردائے قیامت میں کام آئے گی، وہ اتباعِ صاحبِ شریعت ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام ——— احوال و مواجید، علوم و معارف اور اشارات و رموز اگر اتباعِ رسول ﷺ کے ساتھ جمع ہو جائیں تو بہت ہی اچھا ہے اور اگر اتباعِ رسول کے ساتھ نہیں، تو سوائے خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں ہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کو اُن کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے جواب دیا:—— "ضائع و رائگاں ہوگئیں وہ تمام عبارتیں (جو ہم نے حقائق و معارف میں بیان کی تھیں)—— اور فنا ہوگئے وہ رموز و اشارات (جن کا دنیا میں اظہار کیا تھا)—— اور سوائے اُن چند رکعتوں کے جو رات میں ہم نے پڑھی تھیں کسی چیز نے فائدہ نہ دیا"—— لہٰذا تمھارے اوپر متابعتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور متابعتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم لازم ہے—— مخالفتِ شریعتِ رسُولؐ سے خواہ قولاً ہو یا عملاً یا اعتقاداً .. .. .. پرہیز کرو—— متابعتِ رسُولؐ سراپا برکت ہے، اور مخالفتِ شریعت سراسر ہلاکت—— اِس بات کو خوب ذہن نشیں کرلینا—— علاوہ ازیں جو رسالہ تم نے بھیجا تھا وہ پہونچ گیا—— بعض جگہ سے جو پڑھا گیا اچھا معلوم ہوا، لیکن دوسرا کام (سبقِ باطن) تصنیف سے زیادہ اہم ہے، اس میں مشغول رہنا انسب و اولیٰ ہے—— والسّلام .. ..

مکتوب (۱۸۶)—— خواجہ عبدالرحمٰن مفتی (کابلی) کے نام——

[ترغیب اتباعِ سنّت اور اجتناب از بدعت کے بیان میں]

فقیر، حضرتِ حق سبحانہٗ سے تضرع و زاری کے ساتھ پوشیدہ طور پر اور علانیہ طور پر دعا کرتا ہے کہ دین میں جو نئی بات ایجاد کرلی گئی ہو جس کا وجود زمانۂ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانۂ خلفائے راشدینؓ میں نہ تھا .. .. .. اگرچہ وہ روشنی میں مثلِ سپیدۂ صبح ہی کیوں نہ ہو .. .. .. اس ضعیف کو جماعت اہلِ بدعت کے ساتھ اس عملِ بدعت میں مبتلا نہ کرے—— بعض علماء کہتے ہیں کہ بدعت دو قسم کی ہے، ایک حسنہ اور ایک سیئہ—— حسنہ، اُس عملِ نیک کو کہتے ہیں جو زمانۂ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانۂ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد ظاہر ہوا ہو، اور رافعِ سنّت نہ ہو—— سیئہ وہ ہے کہ—— رافعِ سنّت ہو—— مگر یہ فقیر بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حُسن و نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا—— سب بدعتیں "ظلمت و کدورت" محسوس ہوتی ہیں—— اگر آج عملِ بدعت کو ضعفِ بصارت کی وجہ سے ترو تازگی کے عالم میں دیکھتے ہیں تو کل (قیامت میں) جبکہ نظر تیز ہوجائے گی جان لیں گے کہ خسارت و ندامت کے سوا اس کا کوئی نتیجہ نہیں——[1]

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت ٭ کہ با کہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

---

[1] صبح کے وقت روز روشن کی طرح یہ حقیقت تجھ پر واضح ہوجائے گی کہ تو نے شب تاریک میں کس سے عشق کا سودا کیا تھا۔

سیّد البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔۔۔ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہٗ فھو ردٌّ (جس نے ہماری شریعت میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو شریعت میں نہیں ہے وہ بات مردود ہے)۔۔۔ پس جو چیز مردود ہو اُس میں حُسن کہاں سے آجائے گا؟۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے:۔۔۔ امّا بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمّد وشر الامور محدثاتھا وکلّ بدعۃٍ ضلالۃ (بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ بہترین کلام، کلام اللہ ہے، اور بہترین طریقہ وسیرت، طریقہ وسیرتِ محمّدیہ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور بدترین چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت سبب گمراہی ہے)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:۔۔۔ "تمھارے اوپر میری سنت اور خلفائے راشدینؓ کی سنّت کا اتباع لازم ہے۔۔۔ ان سنّتوں پر مضبوطی سے عمل کرو، نو ایجاد بدعتوں سے پرہیز کرو، اس لیے کہ دین میں ہر نو ایجاد امر بدعت ہے، اور ہر بدعت سبب گمراہی ہے"۔

جبکہ دین میں ہر نو پیدا شدہ امر بدعت ہے، اور ہر بدعت ضلالت وگمراہی ہے، پھر بدعت میں حُسن کیسے آئے گا؟ ۔۔۔ علاوہ ازیں جو کچھ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنّت کو اٹھا دینے والی ہے۔۔۔ اس میں بعض کی تخصیص نہیں ہے۔۔۔ لہٰذا ہر بدعت بری ہی ہوگی۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔۔۔ "نہیں نکالی کسی قوم نے بدعت، مگر کہ اُسی کی بقدر اٹھالی گئی سنّت"۔۔۔ پس سنت پر عمل کرنا خواہ وہ معمولی ہو۔ بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت حسّان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:۔۔۔ "جس کسی قوم نے دین میں بدعت کو ایجاد کیا۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے مثل اُس کے سنّت کو نکال لیا۔۔۔ پھر وہ سنّت قیامت تک اُن کی طرف نہیں رجوع کرے گی"۔

جاننا چاہیے کہ بعض بدعتوں کو جو بعض علماء ومشائخ نے حسنہ جانا ہے جب اچھی طرح غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدعتیں رافع سنّت ہیں۔۔۔ مثلاً میّت کے کفن میں دستار شامل کرنے کو حسنہ کہا گیا ہے، حالانکہ یہی بدعت سنت کو اٹھا رہی ہے، اس لیے کہ (کفن میں) عدد مسنون پر۔۔۔ کہ مُردوں کے لیے تین کپڑے ہیں، زیادتی کرنا نسخ ہے، اور نسخ ہی عینِ رفع ہے۔۔۔ اسی طرح بعض مشائخ نے شملہ دستار کو داہنے ہاتھ کی طرف چھوڑنا مستحسن قرار دیا ہے، حالانکہ سنّت یہ ہے کہ دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑا جائے۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ اسی پر تمام بدعات ومحدثات کو قیاس کرلو۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ پس تمھارے اوپر لازم ہے کہ سنتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا اتباع اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اقتدا کرو ـــــــ اس لیے کہ وہ مانند ستاروں کے ہیں' ان میں سے جس کا اقتدا کروگے ہدایت یاب ہوگے ـــــــ مگر قیاس واجتہاد بدعت نہیں ہیں' اس لیے کہ وہ تو معنیٔ نصوص کا اظہار کرتے ہیں، کسی اَمرِ زائد کو ثابت نہیں کرتے ـــــــ فاعتبروا یا اولی الابصار ـــــــ والسّلام علیٰ من اتبع الهدیٰ والتزم متابعة المصطفیٰ علیه وعلیٰ اٰله الصّلوات والتسلیمات ۔

مکتوب (۱۸۹) ـــــــ شرف الدین حسین (بدخشی) کے نام ـــــــ

[نصیحت]

عزیزی شرف الدین حسین کا مکتوب شریف وصول ہو کر موجبِ فرحت اور باعثِ مسرّت ہوا ـــــــ یہ بڑی نعمت ہے کہ تعلقاتِ دُنیا میں گرفتاری کے باوجود، فقراء فراموش نہیں ہوئے ـــــــ اِس بات (خط وکتابت) سے فقراء سے انتہائی مناسبت کا پتہ چلتا ہے' اور یہی سببِ افادہ واستفادہ ہے ۔

بعض وقائع جو لکھے تھے اچھے ہیں' ارتباطِ معنوی پر دلالت کرتے ہیں ـــــــ اے فرزند! دنیائے دنی کی تروتازگی پر فریفتہ اور اس کی بے حقیقت شان وشوکت پر شیفتہ نہ ہو جانا، یہ دنیا ناپائیدار اور بے اعتبار ہے ـــــــ آج یہ بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی تو کل (بروزِ قیامت) ضرور سمجھ میں آجائے گی، مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا ؎

گوششؔ[1] از بارِ گراں شدہ است ٭ نشنود نالہ وفغانِ مرا

چاہیے کہ سبقِ باطن کو اللہ کی بڑی نعمت سمجھ کر اس سبق کی تکرار کے حریص ہوں' اور پنج وقتہ نماز کو باجماعت بغیر سُستی دکاہلی کے ادا کریں ـــــــ چالیسواں حصّہ زکوٰۃ کا فقراء ومساکین کو شکر گزاری کے ساتھ پہونچائیں ـــــــ محرّمات ومشتبہات سے اجتناب کریں ـــــــ مخلوقِ خدا پر شفقت ومہربانی کرنے والے ہوں ـــــــ یہ ہے طریقِ نجات ـــــــ والسّلام ... ...

مکتوب (۱۹۰) ـ میر محمّد نعمان (اکبرآبادی) کے ایک صاحبزادے کے نام ـــــــ

[آخری حصّہ]

... ... جانتے ہو کہ پیر کون ہے؟ ـ پیر وہ ہے کہ جنابِ قدس تک پہونچنے کا طریقہ تم اس سے حاصل کرو ـ اور اس راہِ سلوک میں اُس سے مدد واعانت پاؤ ـــــــ محض کلاہ، چادر اور شجرۂ سلسلہ جو رواج پذیر ہے حقیقتِ

---

[1] اُس کا کان موتیوں کے بوجھ سے بھاری ہوگیا ہے (بہرا ہوگیا ہے) اس لیے میرے نالہ وفغاں کو نہیں سُنتا ۔

پیری و مریدی سے خارج ہے اور داخلِ رسوم و عادات ہے ۔۔۔۔۔۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ خواب اور وارداتِ قلبیہ شایانِ اعتماد نہیں ہیں ۔ اگر کوئی اپنے کو خواب میں بادشاہ دیکھ لے ، یا قطبِ وقت پائے تو حقیقت میں ایسا نہیں ہو جاتا اگر بیرونِ خواب بادشاہ یا قطب ہو تو البتہ صحیح ہے ــــــ پس احوال و مواجید جو بیداری میں اور بحالتِ ہوش ظاہر ہوں وہ گنجائشِ اعتماد رکھتے ہیں ورنہ نہیں ــــــ یہ بھی واضح رہے کہ ذکر کا نفع اور ذکر کے آثار کا ترتّب عمل شریعت سے وابستہ ہے ــــــ پس فرائض و سنن کی ادائیگی اور حرام و مشتبہ سے اجتناب اچھی طرح ملحوظ رہنا چاہیے ــــــ ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں علماء سے رجوع کرنا اور اُن کے فتوے کے مطابق زندگانی بسر کرنا چاہیے ــــــ

ــــــــــــــــــــ والسّلام ۔۔۔۔۔۔

مکتوب (۱۹۱) ــــــ عبدالرّحیم خانخاناں کے نام ــــــ

[متابعتِ انبیاءؑ کی ترغیب میں ، اور اِس بیان میں کہ تکلیفاتِ شرعیہ کے اندر آسانی و سہولت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔]

الحمد للّٰه الذی ھدٰنا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللّٰه لقد جاءت رسل ربّنا بالحقّ ــــــ سعادتِ ابدی اور نجاتِ سرمدی ، متابعتِ انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ مربوط ہے ــــــ اگر بالفرض ہزار سال عبادت کی جائے اور ریاضاتِ شاقہ اور مجاہداتِ شدیدہ بجالائے جائیں ، لیکن وہ انبیاء علیہم السّلام کے نورِ متابعت سے مُنوّر نہ ہوں تو ان کی کوئی قیمت نہیں ــــــ ہزار سالہ ریاضتیں اور مجاہدے اُس ایک دوپہر کے سونے (قیلولے) کے برابر نہیں جو انبیاءؑ کے حکم کے مطابق ہو ــــــ اگرچہ اس سونے میں سراسر غفلت و تعطیل ہے ــــــ قیلولے کے مقابلہ میں (ہماری اپنی رائے کی) ہزار سالہ عبادت کو چٹیل میدان میں سراب کے مانند شمار کریں گے ــــــ اللّٰہ جلّ سلطانہ کی کمال عنایت ہے کہ تمام تکلیفاتِ شرعیہ اور ماموراتِ دینیہ میں اُس نے انتہائی سہولت کو ملحوظ رکھا ہے۔ مثلاً آٹھ پہر (دن رات) میں سترہ رکعت (فرض) پر اکتفا کیا گیا کہ جس کی ادائیگی میں کل وقت ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں لگتا ــــــ ساتھ ہی ساتھ نماز میں قرأت کو بھی اُتنا ہی رکھا گیا ہے جتنی آسان ہو ــــــ اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھی جاسکے تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ، اور بیٹھنا بھی مشکل ہو تو کروٹ کے بل نماز پڑھنے کو فرمایا گیا ، اور جب رکوع و سجود بھی مشکل ہوں تو اشارے سے نماز پڑھنے کی سہولت عطا فرمائی ــــــ طہارت میں اگر پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کو اُس کا خلیفہ بنا دیا ــــــ زکوٰۃ میں (صرف) چالیسواں حصّہ فقراء و مساکین کے لیے مقرر فرمایا ، اور اس کو مالِ نامی اور جنگل میں چرنے والے چوپایوں پر ہی رکھا گیا ــــــ تمام عمر میں ایک مرتبہ حج کو

فرض کیا گیا، اور ساتھ ہی ساتھ زاد و راحلہ اور راستے کے امن کے ساتھ مشروط فرما دیا ـــــ دائرۂ مباح کو وسیع کر دیا (بیک وقت) چار نکاح اور باندیوں سے جس قدر چاہے مباح کر دیے، طلاق کو ایک ذریعہ بنایا اِس کام کے لیے کہ (بوقتِ احتیاج) عورتوں کو تبدیل کیا جا سکے ـــــ کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں اکثر کو مباح کر دیا، اور تھوڑی سی چیزیں حرام قرار دیں، اور وہ بھی بندوں کی مصلحتوں کا لحاظ رکھ کر ـــــ اگرچہ ایک بد ذائقہ اور مضرت رساں شراب کو حرام کر دیا گیا لیکن کتنے خوش ذائقہ اور نفع مند شربت اس کے عوض میں مباح کر دیے ـــــ لونگ کا عرق اور دار چینی کا عرق ہاضم اور خوشبودار ہونے کے علاوہ کتنے ہی منافع اور فوائد رکھتا ہے جن کو لکھا نہیں جا سکتا ـــــ ان (مباح) عرقوں کے مقابلہ میں ایک تلخ، بدمزہ، بدبودار اور ہوش و حواس لے جانے والی پُرخطر (شراب) کی کیا حیثیت ہے؟ ـــــ دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے ـــــ اس کے علاوہ وہ فرق جو حلّت و حرمت کی راہ سے رونما ہوتا ہے اور وہ امتیاز جو رضائے الٰہی اور عدم رضائے الٰہی کے لحاظ سے پیدا ہوتا ہے وہ علیحدہ ہے ـــــ اگر (مردوں کے لیے) ریشم کے کچھ لباسوں کو حرام کر دیا گیا تو کیا مضائقہ ہے؟ اُس کے بدلے میں کتنے عمدہ عمدہ اور طرح طرح کے مزین کپڑے حلال کر دیے گئے ـــــ اونی لباس جو کہ مطلقاً مباح ہے، لباس ریشمی سے کئی درجہ زیادہ بہتر ہے ـــــ علاوہ ازیں ریشمی لباس عورتوں کے لیے مباح کر دیا گیا، اور عورتوں کے لباس کا فائدہ مردوں کی طرف ہی راجع ہوتا ہے ایسے ہی چاندی سونے کا حال ہے کہ (طلائی و نقرئی زیور) عورتوں کو حلال ہیں اور عورتوں کے زیوروں سے مردوں کو (یک گونہ) نفع حاصل ہوتا ہے ـــــ اگر کوئی بے انصاف شریعت کی اس سہولت اور آسانی کے باوجود شریعت کو مشکل سمجھے تو مرضِ قلبی اور علّتِ باطنی میں گرفتار ہے ـــــ بہت سے کام ہیں جن کو تندرست لوگ بآسانی کرتے ہیں، لیکن ضعیف و بیمار لوگوں کو وہ کام مشکل ہو جاتے ہیں ـــــ مرضِ قلبی سے مراد احکامِ سماویہ کا عدمِ یقین ہے ـــــ (مریضانِ قلب) جو تصدیق (اپنے پاس) رکھتے ہیں وہ صورتِ تصدیق ہے نہ کہ حقیقتِ تصدیق ـــــ حقیقی تصدیق کی علامت یہ ہے کہ احکامِ شرعیہ کی بجا آوری آسان ہو جائے ـــــ اس کے بغیر گویا درخت خاردار میں اُلجھنا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ـــــ کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب (گراں ہے مشرکوں پر وہ امر جس کی طرف آپ ان کو بُلاتے ہیں ـــــ اپنا کر لیتا ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اُس کو جو دل سے متوجہ ہوتا ہے) ـــــ

والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔

مکتوب (۱۹۳) ——— سیادت پناہ شیخ فرید کے نام۔

[تصحیحِ عقائد اور تعلیمِ احکامِ فقہیہ کی ترغیب میں]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— اللہ تعالیٰ آپ کا ناصر و معین ہو ہر اُس کام کے مقابلے میں (اور اُس سے بچانے میں) جو آپ کے لیے نازیبا ہو ——— سب سے پہلی ضرورت اُن لوگوں کے لیے جو مکلف ہیں ——— تصحیحِ عقائد ہے ——— علماءِ اہلسنّت و جماعت کی آراء کے مطابق ——— نجاتِ اُخروی انھیں علماء کے راہِ راست دکھانے والے عقائد کے اتباع سے وابستہ ہے "فرقۂ ناجیہ یہ اور ان کے تبعین ہی ہیں ——— یہی حضرات آں سرورؐ اور اصحابِ آں سرورؐ کے طریقے پر ہیں ——— صلوات اللہ وتسلیماتہٗ علیہ وعلیھم اجمعین۔

کتاب و سنّت سے حاصل کردہ وہی علوم معتبر ہیں جو ان علماءِ اہلسنّت نے اخذ کیے اور سمجھے ہیں ——— اِس لیے کہ ہر گمراہ بدعتی اپنے عقائدِ فاسدہ کو اپنے گمان میں کتاب و سنّت سے ہی اخذ کرتا ہے ——— لہٰذا ہر وہ معنی جو (ایجادِ بندہ کے طور پر) کتاب و سنّت سے نکالے گئے ہوں (بغیر تائیدِ علماءِ اہلسنت) معتبر نہیں ہوں گے۔

عقائدِ حقّہ کی تصحیح کے لیے امام تورپشتیؒ کا رسالہ بہت مناسب ہے اور وہ قریب بہ فہم بھی ہے ——— ضروری ہے کہ آپ کی مجلسِ مُبارک میں وہ رسالہ موجود رہے ——— لیکن چونکہ رسالۂ مذکورہ استدلالات پر مشتمل ہے اور طویل ہے لہٰذا کوئی اور رسالہ ہو جو خالص مسائل پر مشتمل ہو تو زیادہ اچھا رہے گا ——— اِس اثناء میں فقیر کے دل میں بھی یہ بات آئی، کہ فقیر ایک رسالہ لکھے جو عقائد اہلسنّت و جماعت پر مشتمل ہو اور آسان ہو ——— اگر ایسا رسالہ لکھا گیا تو بھیجا جائے گا۔

عقائد کی تصحیح کے بعد حلال و حرام، فرض و واجب، سنّت و مندوب اور مکروہ کا علم بھی ضروری ہے ——— جس کا ضامن علمِ فقہ ہے ——— اور اس علم کے مطابق عمل بھی ضروری ہے ——— کسی طالب علم سے آپ فرمادیں کہ وہ فقہ کی کتابوں میں سے کوئی ایسی کتاب جو فارسی زبان میں ہو آپ کی مجلس میں پڑھ دیا کرے ——— مثلاً مجموعۂ خانی اور عمدۃ الاسلام ——— اگر نعوذ باللہ، مسائلِ عقائدِ ضروریہ میں سے کسی مسئلہ میں بھی خلل آیا تو نجاتِ اخروی سے محرومی ہے ——— (البصورت صحت عقائد) عمل میں اگر کچھ سُستی ہوجائے تو ممکن ہے کہ بے توبہ بھی در گزر فرمادی جائے، اور اگر مواخذہ بھی کریں گے تو آخر کار نجات ہو ہی جائے گی ——— پس سب سے بڑا کام تصحیحِ عقائد ہے ——— حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے :——— اگر تمام احوال و مواجید ہم کو دیں اور ہماری حقیقت کو عقائدِ اہلسنّت وجماعت کے ساتھ مزین نہ کریں تو اس کو ہم اپنے لیے خرابی و بربادی سمجھیں گے، لیکن اگر تمام خرابیاں

ہمارے ساتھ جمع کر دیں اور ہماری حقیقت کو عقائدِ اہلِ سنّت وجماعت سے نواز دیں تو ہم کو کچھ خوف نہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو طریقۂ مرضیہ پر ثابت قدم رکھے بحرمۃ سیّد البشر صلی اللہ علیہ وسلم ۔

ایک درویش لاہور سے آئے تھے اُنھوں نے بیان کیا کہ شیخ صاحب (آپ) جامع مسجد نخاس کہنہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے گئے تھے، وہاں (اس درویش سے) میاں رفیع الدین نے اوّلاً آپ کی اُس توجہ و رغبت کا اظہار کیا جو ترویجِ دین کی طرف مبذول ہے، بعد ازاں بتایا کہ نواب صاحب (شیخ فرید) نے اپنے گھر میں مسجد جامع بنائی ہے ـــــ الحمد للہ علیٰ ذالك ـــــ حضرت حق سُبحانہ مزید توفیق عطا فرمائے ـــــ اِس قسم کی خوش خبریاں جب مخلصین سُنتے ہیں تو بہت ہی خوش ہوتے ہیں ۔

سیادت پناہا! آج کے دن اسلام بہت کس مپرسی کے عالم میں ہے ـــــ ایک جلیل (ٹیبیہ) آج اگر تقویتِ دین کے سلسلہ میں صرف کیا جائے گا تو کروڑوں کے اجر میں قبول کریں گے ـــــ دیکھئے کس شہباز کو ترویجِ دین کی دولتِ عظمیٰ سے مشرّف کرتے ہیں؟ ـــــ ترویجِ دین اور تقویتِ ملّت جس وقت اور جس سے بھی وقوع میں آئے اچھی ہے لیکن اس وقت میں جبکہ اسلام کی غربت کا زمانہ ہے، آپ جیسے سیادت مآب جوانمردوں کے لیے بہت ہی زیادہ زیبا اور مناسب ہے، کیونکہ یہ اسلام آپ ہی کے بزرگ خاندان سے نکلا ہے ... ... حقیقی وراثتِ نبویؐ اسی ترویج واشاعتِ دین میں مضمر ہے ـــــ حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ: ـــــ "تم ایسے زمانہ میں موجود ہو کہ اگر امر ونواہی میں سے دسواں حصّہ ترک کر دو تو تباہ ہو جاؤ، اور تمھارے بعد جو لوگ آئیں گے اگر وہ دسواں حصّہ بھی اوامر ونواہی کا انجام دے لیں گے تو نجات پا جائیں گے" ـــــ یہ وقت وہی وقت ہے، اور یہ موجودہ لوگ وہی لوگ ہیں ـــــ ۵

گوئے توفیق وسعادت درمیاں افگندہ اند ❊ کس بہ میداں درنمی آید سواراں راچہ شد

... مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہِ اسلام (جہانگیر) کو بدمذہبوں کے رسوم کی خرابی سے باخبر کریں اور ان رسوم کے مٹانے میں کوشش کریں، یہ رسوم کفر جو باقی رہ گئے ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ بادشاہ کو ان کی برائی کا علم نہیں ـــــ اگر گنجائش دیکھیں تو علماءِ اہلِ اسلام میں سے کسی عالم سے فرماویں کہ وہ بادشاہ کو اہلِ کفر کے رسوم کی بُرائی سے مطلع کرے، تبلیغِ احکامِ شرعیہ کے لیے کرامات دکھانا ضروری نہیں ہے ـــــ قیامت میں یہ عُذر نہ چل سکے گا کہ تبلیغِ احکام شرعیہ اِس وجہ سے نہیں کی گئی کہ کوئی کرامت نہ تھی ـــــ (دیکھئے) انبیاء علیہم الصّلوٰت والتسلیمات جو کہ بہترین موجودات تھے تبلیغِ احکام شرعیہ کرتے تھے، اگر اُمّت معجزہ طلب کرتی تھی تو فرما دیتے تھے کہ: معجزات خدا کے پاس ہیں

ہمارے ذمہ تو تبلیغِ احکام ہے ـــــ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (اس تبلیغی جد و جہد کے درمیان) حق سبحانہ کوئی ایسا امر واضح فرمادے جس سے لوگوں کو جماعتِ اہلِ حق کی حقانیت کا یقین ہو جائے ـــــ بہر حال (بادشاہ کو) مسائلِ شرعیہ کی حقیقت سے اطلاع دینی ضروری ہے، جب تک ایسا نہ ہوگا علماء اور مقربانِ بادشاہ کی ذمہ داری ادا نہ ہوگی ـــ اِس تبلیغی جد و جہد اور گفتگو میں اگر کسی جماعت کو تکلیف و اذیت بھی پہونچ جائے تو زہے قسمت، انبیاء علیہم السلام نے تبلیغِ احکامِ شرعیہ میں کیا کچھ تکلیفیں نہیں جھیلیں اور کتنی کچھ دشواریاں برداشت نہیں کیں؟ وہ جو تمام انبیاءؑ میں سب سے افضل تھے یعنی حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ـــ انھوں نے فرمایا ہے:-

مجھے اللہ کے راستے میں جتنی تکلیف دی گئی ہے کسی نبی کو اتنی تکلیف نہیں دی گئی ـــــ ۵

عمرؔ بگذشت و حدیثِ دردِ ما آخر نشد ✽ شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را

والسلام والاکرام ......

مکتوب (١٩٤) ـــــ صدرِ جہاں۲ کے نام ـــــ

[ترویجِ ملت اور تائیدِ دین کی ترغیب میں]

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت و باعافیت رکھے ـــ ترویجِ احکامِ شرعیہ اور تذلیلِ دشمنانِ دینِ محمدیؐ کی خبریں سُن کر غم زدہ مسلمانوں کو فرحت اور خوشی ہے ـــ الحمد للہ ـــ اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ اس عظیم الشان کام میں ترقی عطا فرمائے ـــ بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

۵ عمر گزر گئی اور ہمارے درد کی بات ختم نہیں ہوئی، رات ختم ہو گئی اب میں اپنی داستان کو کوتاہ کرتا ہوں۔

۲ میراں صدرِ جہاں ـــ آپ پہانی کے ساکن تھے (جو بقول صاحب تذکرۂ علمائے ہند توابع قنوج سے ایک گاؤں ہے)۔ ـــ بڑے فاضل اور بڑے خوش طبع تھے، عہدِ اکبری میں شیخ عبد النبی کی سفارش سے ممالکِ محروسہ کے اِفتاء کی صدارت ان کے سپرد تھی، اکبر کے زمانہ میں ترقی کرتے کرتے پایۂ امارت اور منصب دو ہزاری پر فائز ہوئے ـــ جہانگیر نے زمانۂ شاہزادگی میں ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میری سلطنت ہوئی تو آپ کا تمام قرضہ ادا کر دوں گا یا آپ کوئی منصب چاہیں گے وہ دوں گا ـــ جہانگیر جب بادشاہ ہوا تو میراں کو دونوں باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا ـــ میراں نے ادائیگی قرض اپنے ذمہ لیکر منصب چار ہزاری کے لیے درخواست کی، چنانچہ یہ منصب عطا کیا گیا ـــ صدارت بھی برقرار رکھی گئی اور قنوج کو ان کی جاگیر میں دے دیا ـــ میراں صدرِ جہاں خلقِ خدا کے حق میں بہت محسن اور نافع واقع ہوئے تھے ـــ ایک سو بیس برس کی عمر پاکر ۱۰۲۰ھ میں اِس دارِ فانی سے [illegible]

یقین ہے کہ مقتدایانِ اسلام خواہ وہ ساداتِ عظام ہوں یا علماءِ کرام، خلوت و جلوت میں دین کی ترقی اور اس صراطِ مستقیم کی تکمیل میں سرگرم رہیں گے ـــــ ایک بے سروسامان (یہ عاجز) اِس معاملہ میں گفتگو کو کیا طول دے ـــ سنا گیا ہے کہ بادشاہِ اسلام (جہانگیر) اسلامی حُسنِ استعداد کی وجہ سے علماء کے طلبگار رہیں ـــ الحمد للہ علیٰ ذالک ـــ آپ کو معلوم ہے کہ قرنِ سابق (عہدِ اکبری) میں جو فساد پیدا ہوا وہ علماءِ سوء کی نحوست کی وجہ سے تھا ـــ اِس لیے پوری چھان بین کرکے علماءِ دیندار کا انتخاب کریں ـــ علماءِ سوء دین کے چور ہیں ـــ ان کا مقصد حبِّ جاہ وریاست اور مخلوق میں اپنی عزّت ہے ـــ اللہ ان کے فتنہ سے پناہ دے ـــ ہاں جو بہترین علماء ہیں وہ بہترین خلائق ہیں ـــ یہ ہی وہ ہیں کہ فردائے قیامت میں اُن کے قلم کی سیاہی شہداء کے خون کے ہموزن کریں گے اور اس سیاہی کا پلہ جُھک جائے گا ـــ بُرے علماء سب لوگوں سے بدتر ہیں اور اچھے علماء سب لوگوں سے بہتر ہیں ۔۔ ۔۔ ۔۔

مکتوب (۱۹۵) ـــ صدرِ جہاں کے نام ـــ

[ترویج شریعت کی ترغیب میں]

سلمکم اللہ وابقاکم ـــ بادشاہوں کا احسان چونکہ تمام خلائق پر ہوتا ہے اِس بنا پر مخلوق کے دل اپنے محسنوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں ـــ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ: ـــ "مخلوق کی فطرت میں اپنے محسنوں سے محبت رکھی گئی ہے" ـــ اِسی ارتباطِ حُبّی کی وجہ سے (بقدرِ محبّت) بادشاہوں کے اخلاق واوضاع از قبیلِ خیر وشر وصلاح وفساد عام مخلوق میں جاری وساری ہوتے ہیں ـــ اِسی وجہ سے کہا گیا ہے: ـــ "لوگ اپنے بادشاہوں کے طور طریقے پر ہوتے ہیں" ـــ زمانۂ گذشتہ کا کاروبار اِس بات کا گواہ ہے ـــ اب جبکہ انقلابِ حکومت

(ص۱۶۰ کا بقیہ حاشیہ) رخصت ہوئے ـــ آخر وقت تک عقل وحواس میں بالکل کوئی فتور نہیں آیا تھا ـــ ویسے مشت استخواں تھے اور گھر میں بستر پر پڑے رہتے تھے لیکن جہانگیر کی خدمت میں تادیر مودب کھڑے رہنا اور دربارِ شاہی میں براہِ زینہ بے استعانتِ غیر آمد ورفت رکھنا ـــ آخری عمر تک رہا ـــ (ماخوذ از مآثر الامراء جلد سوم)

حضرت مجدّدؒ سے عمر میں تقریباً ستّر سال بڑے تھے ـــ عہدِ اکبری میں ان کے پائے ثبات میں بھی کچھ لغزش آگئی تھی۔ چنانچہ مآثر الامراء میں دربارِ اکبری کے ایک قابلِ افسوس اور عبرت ناک واقعہ کو ان کی طرف منسوب کرکے لکھا ہے ـــ حالانکہ اُسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ خلعتِ افتاء پہننے کے بعد بپاسِ شریعتِ غرّا شعر گوئی کو چھوڑ دیا تھا ـــ اللہ تعالیٰ انکی بعض لغزشوں کو معاف فرمائے آمین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں یہ پورے طریقے پر حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی سعیِ مشکور سے متاثر ہوگئے تھے ـــ (نسیم احمد فریدی غفرلہ)

ہوگیا ہے اور اہلِ مذاہب کے عناد کی صورتیں درہم برہم ہوگئی ہیں' ائمۂ اسلام پر خواہ وہ صدر الصدور ہوں یا علمائے کرام ـــــ لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو ترویج شریعت میں مشغول اور آغاز کار ہی میں اسلام کے منہدم ارکان کو قائم و برپا کردیں ـــــ کیونکہ دیر کرنا مناسب نہیں ہے' تاخیر کے باعث غریبوں کے دل اضطراب میں ہیں ـــــ قرنِ سابق کی سختیاں مسلمانوں کے دلوں پر نقش ہیں' ایسا نہ ہو کہ تلافی نہ ہو اور اسلام کی کس مپرسی طول کھینچ جائے ـــــ جبکہ بادشاہ ترویج سنتِ نبویہ میں سرگرم نہ ہوں' نیز اُن کے مقربین بھی اس معاملہ میں ڈھیلے پڑجائیں اور حیاتِ چند روزہ کو ہی عزیز سمجھیں تو فقرا و اہلِ اسلام پر کام بہت تنگ و تاریک ہوجائے گا ـــــ انا للہ وانا الیہ راجعون . . . . . .

صبت علیّ مصائب لو انّها ؛ صبت علی الایام صرن لیالیا

(جو مصائب و آلام میرے اوپر ڈالے گئے ہیں' اگر دنوں پر ڈالے جائیں تو وہ راتوں کی شکل میں تبدیل ہوجائیں) ـــــ

منجملہ شعائرِ اسلام ۔ قاضیوں کا بلادِ اسلام میں تعین و تقرر بھی ہے' جو زمانۂ گزشتہ (عہدِ اکبری) میں موقوف ہوگیا تھا۔ سرہند جو بڑا اسلامی شہر ہے' چند سال سے قاضی نہیں رکھتا ـــــ حامل رقعہ' قاضی یوسف کے آبا و اجداد اُس وقت سے جبکہ سرہند کی بنیاد پڑی ہے قاضی ہوتے چلے آئے ہیں' چنانچہ بادشاہوں کی سندیں ان کے پاس ہیں ـــــ موصوف صلاح و تقویٰ سے بھی آراستہ ہیں' اگر مناسب سمجھیں تو یہ "امرِ عظیم القدر" (قضائے سرہند) اُن کو سپرد فرمادیں ـــــ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعتِ حقّہ کے راستے پر ثابت قدم رکھے . . . . . .

مکتوب (۱۹۷) ـــــ پہلوان محمود کے نام ـــــ

[نصیحت]

اللہ تعالیٰ تم کو جادۂ شریعت پر ثابت قدم رکھے ـــــ سعادت مند وہ ہے جس کا دل دنیا سے سرد اور حرارتِ محبتِ حق سے گرم ہو ـــــ محبتِ دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے ـــــ اور اُس کا ترک جمیع عبادات کی اصل ہے ـــــ وجہ یہ ہے کہ دنیا اللہ کی ناپسندیدہ اور مبغوض چیز ہے . . . . حدیث شریف میں ہے :ـــــ الدنیا ملعونۃ وملعون مافیہا الا ذکر اللہ (دنیا اور اس کی چیزیں ملعون ہیں سوائے ذکر اللہ کے) ـــــ چونکہ ذاکرین بلکہ اُن کے وجود کا ہر ذرّہ ذکر اللہ سے پُر ہوتا ہے' اس لیے وہ اس وعید سے خارج ہوں گے اور اہلِ دنیا کی فہرست میں نہ آئیں گے ـــــ دنیا وہ ہے کہ دل کو حق سبحانہ سے باز اور اس کے غیر کے ساتھ مشغول رکھے ـــــ خواہ اموال و اسباب ہوں خواہ جاہ و ریاست خواہ ننگ و ناموس ـــــ فاعرض عن من تولّی عن ذکرنا (پس روگردانی کر اُس سے جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرتا ہے) ـــــ یہ نصِ قاطع ہے ۔

جو چیز دنیا سے تعلق رکھتی ہے بلائے جان ہے ـــــ اس کے مالک دنیا میں ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اور آخرت میں ندامت و حسرت والوں میں ہوں گے ـــــ ترکِ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی طرف رغبت نہ ہو اور عدم رغبت اُس وقت ثابت ہو گی جب سرو سامانِ دنیا کا ہونا نہ ہونا دونوں مساوی ہوں۔ یہ بات اُس وقت تک حاصل ہونی مشکل ہے جب تک اربابِ جمعیت کی صحبت نہ ہو، اگر ایسے لوگوں کی صحبت حاصل ہو جائے تو اس کو غنیمت شمار کرنا اور خود کو ان کے سپرد کر دینا چاہیے ـــــ میاں شیخ مزمل کی صحبت تمھارے لیے غنیمت ہے ـــــ اُن جیسے عزیز (آج کل) نادر الوجود اور کبریتِ احمر سے زیادہ نایاب ہیں ـــــ مگر اہلِ کرم کا شیوہ یہ ہے کہ ایثار کیا جائے یعنی اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو مقدم رکھا جائے لہٰذا اگر چند روز کے لیے میاں شیخ مزمل کو رخصت دے دیں، تو مناسب ہے ـــــ فراغتِ کار کے بعد وہ پھر واپس چلے جائیں گے ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں متابعتِ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم پر استقامت نصیب فرمائے ـــــ والسلام والاکرام ... ...

مکتوب (۱۹۸) ـــــ مرزا عبد الرحیم خانخاناں کے نام

[اس بیان میں کہ فی زمانہ فقراء کی دوستی اغنیاء سے نبھنا مشکل ہے]

... ... التفات نامۂ گرامی جو فقراء کے نام تھا، وصول پایا باعثِ افزونی محبت ہوا ... ...

مخدوما! فقراء کا اغنیاء سے دوستی کرنا اس زمانہ میں بہت مشکل ہے ـــــ اگر فقراء گفتگو میں یا تحریر میں تواضع اور حسنِ خلق کا رویہ اختیار کریں ـــــ جو کہ لوازم فقراء سے ہے ـــــ تو کوتاہ اندیش لوگ بدگمانی کرتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ لالچی اور ضرورت مند ہیں۔ اس بدگمانی سے یقینی طور پر وہ لوگ دارین کا نقصان اٹھاتے ہیں اور بزرگوں کے کمالات سے محروم رہتے ہیں ـــــ اور اگر فقراء استغناء کے ساتھ گفتگو کریں تو بھی کوتاہ بیں لوگ اپنی بدخلقی پر قیاس کر کے اُن کو متکبر اور بدخلق قرار دیتے ہیں ـــــ یہ نہیں جانتے کہ استغناء بھی لوازم فقراء سے ہے ـــــ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ... ...

مکتوب (۲۰۲) ـــــ مرزا فتح اللہ حکیم کے نام (آخری حصہ) ـــــ

... ... جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنے آپ کو افضل جانتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں، یا زندیق ہے یا جاہل مطلق ـــــ اس فقیر نے اب سے چند سال پیشتر جو مکتوب تم کو لکھا تھا ـــــ فرقۂ ناجیہ اہلسنت و جماعت کے بیان میں ـــــ تعجب ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد اس قسم کی باتیں (میرے لیے) تجویز کی جاتی ہیں ـــــ جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل کہتا ہو وہ اہلسنت کے گروہ سے نکل جائے گا چہ جائیکہ کوئی خود کو اُن سے افضل جانے ... ... اجماعِ سلف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں پر حضرت

صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضلیت حاصل ہے ـــــ کوئی احمق ہوگا جو اس اجماع کے توڑنے کا وہم بھی کرے ـــــ اس فقیر نے اپنے کتب و رسائل میں لکھا ہے کہ وحشی قاتلِ حمزہؓ جو ایک مرتبہ (بحالتِ ایمان) خدمتِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم میں پہونچے ہیں ـــــ اویس قرنیؒ سے جو کہ خیر التابعین تھے ـــــ بہتر ہیں ـــــ پس ایسے (عقیدے والے) شخص کے بارے میں اس قسم کی باتوں کا گمان کرنا عقل دور اندیش سے دور ہے ـــــ میری وہ عبارت جہاں سے لوگوں کو یہ وہم پیدا ہوا ہے غور سے دیکھنا اور حقیقتِ معاملہ تک پہونچنا چاہیے ـــــ محض اربابِ حسد کی تقلید نہ کی جائے۔ .. ..
حاشا و کلّا کہ عبارتِ فقیر میں اس قسم کی کوئی چیز مذکور ہوئی ہو ـــــ والسّلام .. ..

مکتوب (۲۰۳) ـــــ مُلّا حُسینی کے نام ـــــ

[اہل اللہ سے محبت کرنے کی ترغیب میں]

تمھارا مکتوب چونکہ محبتِ فقراء کی اطلاع دینے والا تھا اس لیے اس کے پہونچنے سے فرحتِ فراواں حاصل ہوئی ـــ اللہ تعالیٰ اس طائفۂ علیہ کی محبّت روز بروز زیادہ کرے اور ان سے نیازمندی کا تعلق نصیب کرے ـــــ حدیث :- المرء مع من احبّ ـــ کی رو سے، فقراء سے محبّت رکھنے والے فقراء کے ساتھ ہیں ـــــ یہ (فقراء) وہ لوگ ہیں جن کا جلیس و ہمنشیں شقاوت و بدبختی سے محفوظ ہے ـــــ حدیثِ نبوی میں ہے کہ :ـــ کاتبینِ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں اور گزرگاہوں میں گھومتے رہتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کی تلاش کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ ذاکرین کی جماعت کو پالیتے ہیں اور ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ دوڑو اپنے مقصد کی طرف، پس وہ سب کے سب اپنے بازوؤں سے اس جماعت کو گھیر لیتے ہیں اور کثرتِ تعداد کی وجہ سے آسمان تک اُن کا یہ سلسلہ پہونچ جاتا ہے ـــــ خداوند کریم جو اپنے بندوں کے حال سے خود با خبر ہے ـــــ ملائکہ سے دریافت فرماتا ہے کہ :ـ میرے بندوں کو کس حال میں دیکھا ؟ - فرشتے عرض کرتے ہیں :ـــ الٰہی وہ تیری حمد و ثنا کر رہے تھے اور تجھے تعظیم کے ساتھ یاد کر رہے تھے اور تجھ کو تمام عیوب و نقصانات سے مبرّا قرار دیتے تھے ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :ـــ انھوں نے مجھے دیکھا ہے ؟ - فرشتے کہتے ہیں :ـ نہیں ـــــ پھر فرماتا ہے کہ :ـــ اگر وہ دیکھ لیں تو اُن کا کیا حال ہو ؟ ـــــ ملائکہ کہتے ہیں کہ :ـ اور زیادہ تحمید، تمجید اور تکبیر کہیں ـــــ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :ـــ وہ لوگ مجھ سے کیا طلب کرتے ہیں ؟ـ فرشتے کہتے ہیں :ـ وہ بہشت طلب کرتے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :ـــ انھوں نے بہشت کو دیکھا ہے ؟ ـــ وہ کہتے ہیں :ـــ نہیں دیکھا ـــ فرماتا ہے کہ :ـــ اگر وہ دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو ؟ ـــ ملائکہ کہتے ہیں :ـ اگر دیکھ لیں تو ان کو جنّت کی اور زیادہ طلب و حرص ہو جائے ـــــ پھر ملائکہ کہتے ہیں :ـــ اے رب ! وہ لوگ دوزخ سے

لرزتے تھے اور تیری پناہ ڈھونڈھتے تھے ـــــ حق سُبحانہ فرماتا ہے :ـــــ انھوں نے دوزخ کو دیکھا ہے ؟ ـــــ
جواب دیتے ہیں :ـــــ نہیں دیکھا ـــــ فرماتا ہے :ـــــ اگر دیکھ لیں تو کیا حال ہو ؟ ـــــ فرشتے عرض کرتے ہیں :ـ
تو پھر تو وہ اور زیادہ پناہ چاہیں ، اور دوزخ سے زیادہ سے زیادہ راہِ فرار اختیار کریں ـــ (ان تمام سوال وجواب
کے بعد) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے ـــــ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ اُن سب کو میں نے بخش دیا ـــــ فرشتے
عرض کرتے ہیں کہ :ـــــ اس مجلسِ ذاکرین میں فلاں آدمی ذکر کے واسطے نہیں آیا تھا کسی حاجتِ دنیاوی کی وجہ سے
آگیا تھا ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :ـــــ وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کا جلیس و ہمنشیں محروم نہیں ہوتا ـــــ پس
اس حدیث سے اور حدیث المرء مع من احب سے لازم آیا کہ اس گروہ کے محب اس کے ساتھ ہیں اور جو اُس کے
ساتھ ہیں تو محروم و بدبخت بھی نہ ہوں گے ... ... اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو ان بزرگوں کی محبت پر ثابت قدم رکھے۔
بحرمة النبی الامی الهاشمی صلی اللہ علیہ وسلم ... ... والسلام ... ...

مکتوب (۲۰۴) ـــــ میر محمد نعمان کے نام ـــــ

[اہلِ خُسران کے اعتراضات سے ملول نہ ہونا چاہیے]

اربابِ خُسران کی بے تکی باتوں سے دل شکستہ نہ ہوں ـــ کل یعمل علیٰ شاکلته (ہر شخص اپنے طریقے پر
عمل پیرا ہوتا ہے) ـــــ مناسب یہ ہے کہ پاداش اور بدلہ کے درپے بھی نہ ہوں ـــــ دروغ کو فروغ نہیں ہوتا ـــــ
مخالفین کے "کلماتِ متناقضہ" ہی ان کی کساد بازاری کا سبب بن جائیں گے ـــــ من لم یجعل اللہ له نورًا فما
له من نور (جس کسی کو اللہ نے روشنی نہیں دی اُس کے لیے کوئی روشنی نہیں) ـــــ جو شغل رکھتے ہیں بس اُس میں
مشغول رہیں اور اس کے علاوہ سب سے چشم پوشی کریں۔

قُلِ اللہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ (کہہ اللہ ! اور پھر چھوڑ دے اُن کو اُن کی
بیہودہ گفتار میں کھیلتا ہوا)۔

اخوی خواجہ محمد صادق، بروقت پہونچے ـــــ عشرۂ اعتکاف انھوں نے ہمارے ساتھ گزارا، اور
تازہ فتوحات و واردات سے مشرف ہوئے ـــــ الحمد للہ ـــــ تمام دوستوں کے اوقات، جمعیتِ قلب سے
لبریز ہیں، اور ان کو ترقیات مسلسل حاصل ہیں ـــــ ذلك فضل اللہ یوتیه من یشاء واللہ
ذو الفضل العظیم ـــــ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد وآله وصحبه
وسلم وبارك علیه وعلیهم اجمعین۔

مکتوب (۲۰۶) ـــــ مُلا عبد الغفور (سمرقندی) کے نام ـــــ

[دنیا اور اُس کی عیش و عشرت کی مذمت میں]

اے اللہ! ہمیں متنبہ کردے پہلے اس سے کہ موت متنبہ کرے ـــ بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ـــ

جو مکتوب اس حقیرِ دُور اُفتادہ کو بھیجا تھا وہ وصول ہوا ـــ مسرور کیا ـــ جزاکم اللہ خیر الجزاء ـــ

اے برادر! آدمی کو دنیا میں طعامہائے لذیذ اور لباسہائے نفیس کے لیے پیدا نہیں کیا گیا، اور اس کی آفرینش اِس لیے نہیں ہوئی کہ وہ عیش و عشرت اور لہو و لعب میں رہے ـــ آدمی کی پیدائش کا مقصد تواضع و انکساری اور عاجزی و افتقار ہے ـــ جو کہ حقیقتِ بندگی ہے ـــ مگر وہ انکسار و افتقار ہو جس کی شریعتِ مصطفویہ نے اجازت دی ہے ـــ اِس لیے کہ اہلِ باطل کے ریاضات و مجاہدات جو کہ موافقتِ شریعت نہیں رکھتے سوائے زیان و محرومی اور حسرت و ندامت کے اور کوئی نتیجہ برآمد نہیں کرتے ـــ چاہیے کہ احکامِ شرعیہ کی بجا آوری کے ذریعہ آراستہ و پیراستہ ہو کر عملاً و اعتقاداً علماءِ اہلسنت و جماعت کے عقائد کے مطابق رہیں، اور اپنے باطن کو ذکرِ الٰہی سے آباد رکھیں ... ... حاصلِ کلام یہ ہے کہ فلاحِ اُخروی ذکرِ کثیر کے ساتھ مربوط ہے ـــ

واذکروا اللّٰہ کثیرًا لعلّکم تفلحون (اللہ کا ذکر زیادہ سے زیادہ کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ) یہ آیۂ کریمہ اسی معنیٰ کی شاہد ہے ـــ پس ذکرِ کثیر سے تعلق اور جو چیز اس دولت کے منافی ہو اُس سے دشمنی رکھنا چاہیے۔ ـــ نجات کی تدبیر یہی ہے ـــ ماعلی الرسول الا البلاغ ـــ ۵

ذکر گو ذکر تا تُرا جان است ❊ پاکیِ دل ز ذکرِ رحمان است [1]

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب (آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں) یہ نصِ قاطع ہے ـــ اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر ثابت و مستقیم رکھے ـــ کیونکہ یہی دین کا مدارِ کار ہے ـــ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ـــ ایک کپڑا جس کو اوقاتِ نیک میں بارہا پہنا گیا ہے ـــ بھیجا جاتا ہے ـــ اُس کو پہنیں گے ـــ عواقبِ جمیع اُمور بخیر باد ـــ بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[1] جب تک تیری جان میں جان ہے ذکر کر، دل کی پاکی ذکرِ رحمٰن سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

مکتوب (۲۰۷) ـــــ مرزا حسام الدین احمد[1] کے نام ـــــ

[قربِ ابدان کو قربِ قلوب میں بڑا دخل اور تاثیرِ عظیم ہے ـــــ
وجد و حال جب تک میزانِ شرع پر پورے نہ اُتریں ایک کوڑی قیمت کے نہیں]

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہِ الذین اصطفیٰ ـــــ ایک مدت ہوگئی کہ آپ کی خیریت اور حضرات مخدوم زادگان (خواجہ کلاں و خواجہ خرد) اور فرزندی میاں جمال الدین حسین اور تمام اعزہ و خدام بارگاہِ مرشدؒ

---

[1] خواجہ حسام الدین احمد دہلویؒ، حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے قدیم ترین خلفاء میں سے ہیں۔ ان کے والد میر نظام الدین احمد تھے، جو اولاً قاضی خاں بعدہٗ غازی خاں کے لقب سے مشہور ہوئے۔ میر نظام الدین احمد (غازی خاں) اکبر بادشاہ کے اُن خاص اُمراء میں سے تھے جو دینِ الٰہی کے اختیار کرنے میں اور اُس کے چلانے میں پیش پیش تھے ـــــ خواجہ حسام الدین احمدؒ ۹۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ حروف "شیخ جنید" سے تاریخِ پیدائش نکلتی ہے ـــــ اکتسابِ علوم رسمی سے بہرۂ وافر رکھتے تھے ـــــ ۹۹۱ھ یا ۹۹۲ھ میں ان کے والد نے وفات پائی تو بادشاہ نے ان کو زمرۂ امراء میں داخل کرلیا ـــــ ابوالفضل کی بہن کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا ـــــ جب وادیِ سلوک میں سیر کرنے کا داعیہ ان کے قلب میں پیدا ہوا تو منصبِ امارت سے علیحدہ ہونے کے لیے اپنے کو بہ تکلف دیوانہ بنالیا ـــــ بالآخر بادشاہ نے ان کو برطرف کردیا ـــــ یہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں پہونچے، اور رفتہ رفتہ رنگِ درویشی کا غلبہ ہوتا چلا گیا ـــــ اس کے بعد حضرت خواجہؒ ماوراء النہر چلے گئے، یہ ان کی واپسی کا انتظار کرتے رہے ـــــ ان کے واپس آنے پر مستقل طور پر خدمتِ اقدس میں رہے اور طریقۂ اذکار و مراقبات کو باقاعدہ حاصل کیا ـــــ اس زمانۂ سیر سلوک میں ابوالفضل ان کا سخت مزاحم رہا ـــــ انھوں نے پیرو مرشد سے شکایت کی، پیر و مرشد نے فرمایا: مطمئن رہو چند روز میں اس کا کام تمام ہوجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انھیں دنوں میں ابوالفضل قتل ہوگیا ـــــ ان کی بیوی بڑی صابرہ و شاکرہ خاتون تھیں، اپنے میکے کی مخالفت کے باوجود اپنے شوہر کا ساتھ نہ چھوڑا اور عسرت و تنگی میں زندگی بسر کرکے وفاداری کا اعلیٰ نمونہ پیش کردیا ـــــ ماثر الامراء میں ہے کہ اس خاتون نے اپنے بھائیوں سے ترکِ تعلق کرکے جو کچھ نقد تھا اُس کو شوہر کے حکم کے مطابق غریبوں پر تقسیم کردیا تھا ـــــ خواجہ حسام الدین احمدؒ نے اپنی تمام عمر قناعت و توکل میں گزاری ـــــ ان پر عشقِ الٰہی کا بہت غلبہ تھا، باوجود اجازت یافتہ ہونے کے بیعت نہیں کرتے تھے ـــــ ویسے خانقاہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی دیکھ بھال اور صاحبزادگان (خواجہ خرد و خواجہ کلاں) کی تربیت حضرت خواجہؒ کے وصال کے بعد ان ہی کے سپرد تھی ـــــ مرزا عبدالرحیم خانخاناں کی طرف سے ماثر الامراء کے بیان کے مطابق بارہ ہزار روپیہ سالانہ خرچ خانقاہ کے لیے پہونچتے تھے ـــــ بعد اختیار درویشی زیادہ وقت (بقیہ ص ۱۶۸ پر)

علی الخصوص میاں شیخ الہداد و میاں شیخ الہدیا کی خیر و عافیت نہیں معلوم ہوئی ــــــ اِس کا باعث اِس دور افتادہ کو فراموش کر دینے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا ــــــ بیشک قربِ ابدان کو قربِ قلوب میں تاثیر عظیم حاصل ہے ــــــ اسی وجہ سے کوئی ولی مرتبۂ صحابی کو نہیں پہونچتا ــــــ جناب اویس قرنیؒ اپنی رفعتِ شان کے باوجود چونکہ شرفِ صحبتِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف نہ تھے اِس لیے ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو بھی نہیں پہونچتے ــــــ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے دریافت کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیزؒ ؟ ـ انھوں نے جواب میں فرمایا: "وہ غبار جو حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں ان کی معیتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حالت میں داخل ہوا تھا وہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے کہیں زیادہ بہتر ہے"۔

اس طرف کے احوال و اوضاع مع لاحقین و تابعین، عافیت سے مقرون ہیں ــــــ اللہ تعالیٰ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے اس نعمت پر بلکہ تمام نعمتوں پر علی الخصوص نعمتِ اسلام اور اتباعِ سیدالانام صلی اللہ علیہ وسلم پر ــــــ کیونکہ یہی اسلام اور یہی اتباعِ رسول، سعاداتِ دنیویہ و اُخرویہ کے ساتھ ساتھ مدار کار، مدارِ نجات اور مدارِ فوز و فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس پر ثابت قدم رکھے ــــــ بحرمۃ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ــــــ ع

(ص ۱۶۶ کا بقیہ حاشیہ) عبادت اور کلام اللہ کی تلاوت میں گزرتا تھا ــــــ روزانہ پندرہ پارے پڑھتے تھے ــــــ شفقت علی الخلق کا یہ عالم تھا کہ باوجود اُس نفرت کے جو اُن کو حکام درو سے تھی ہمیشہ غریبوں کی حاجت روائی کے لیے امراء کے پاس سفارش نامے بھیجتے رہتے تھے ــــــ یکم ماہ صفر ۱۰۴۲ھ کو آگرہ میں وفات پائی۔ کچھ دنوں بعد ان کے تابوت کو دہلی لاکر مزار خواجہ باقی باللہؒ کے جوار میں دفن کیا گیا۔ ان کے مزار کے کتبے پر سال وفات ۱۰۵۱ھ لکھا ہوا ہے جو بالکل غلط ہے۔ مزاراتِ اولیاء دہلی میں بھی یہی غلط تاریخ درج کی گئی ہے ــــــ ماثر الامراء میں ان کا اور ان کے والد کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے لیکن ان کی تاریخ وفات اس میں نہیں ہے ــــــ سید کمال سنبھلیؒ کی اسراریہ سے صحیح تاریخ کا پتہ چلا ہے ــــــ سید کمال سنبھلیؒ نے شیخ جنید ما کجا رفت ــــــ ان الفاظ سے تاریخ وفات نکالی ہے ــــــ پیر بھائی کی حیثیت سے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ان سے بہت اچھے تعلقات تھے ــــــ تینوں جلدوں میں تقریباً پندرہ مکتوبات ان کے نام ہیں اور سب مفصل ہیں ــــــ الفرقان رمضان و شوال ۱۳۷۳ھ میں احقر کا ایک مفصل مقالہ خواجہ حسام الدین احمدؒ پر شائع ہوا ہے ــــــ جو اسراریہ اور زبدۃ المقامات سے ماخوذ ہے۔

یہ مختصر نوٹ اسی مضمون کا خلاصہ ہے البتہ ماثر الامراء جلد سوم کے مطالعے کے بعد دو ایک قابلِ ذکر باتوں کا اس مختصر نوٹ میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ (نسیم احمد فریدی غفرلہ)

"کار این است وغیر ایں ہمہ ہیچ"

(کام یہی ہے اور اسکے علاوہ ہیچ ہے)

صوفیاء کے سکریہ کلمات اوران کے احوال کیا فائدہ دے سکتے ہیں؟ ـــــ وہاں (یعنی عنداللہ) وجد حال جبتک میزانِ شرع میں نہیں تولتے آدھے پیسے کو نہیں خریدتے اور جب تک کشف والہام کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر نہیں پرکھ لیتے آدھے جو کو قبول نہیں کرتے ـــــ طریقِ صوفیاء پر چلنے سے مقصود معتقداتِ شرعیہ پر یقینِ کامل کا حاصل کرنا ہے، کہ یہی حقیقتِ ایمان ہے۔ نیز احکام فقہیہ کی ادائیگی میں سہولت کا حاصل ہونا بھی مقصود ہے، اس کے علاوہ اور کوئی مقصود نہیں ـــــ دیدارِ الٰہی کا آخرت کے لیے وعدہ کیا گیا ہے ـــــ دنیا میں ہرگز واقع نہیں ہوگا ـــــ وہ مشاہدات وتجلیات جس پر صوفیاء خوش ہورہے ہیں وہ تو (درحقیقت) سایے اور مثال پر تسلی دی جارہی ہے ـــــ اللہ تعالیٰ تو وراء الوراء ہے ـــــ عجیب معاملہ ہے ـــــ اگر حقیقتِ مشاہدات وتجلیات کو ٹھیک ٹھیک بیان کردیا جائے تو اس کا خوف ہے کہ اس راہ کے مبتدیوں کی طلب اوران کے شوق میں کہیں کمی واقع نہ ہوجائے ـــــ اور اگر نہ بیان کیا جائے تو اس کا خوف ہے کہ جان بوجھ کر حق وباطل کے خلط ملط کرنے کو جائز نہ قرار دے دیا جائے ـــــ (بس میں حیران ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ) اے متحیروں کے رہنما! میری رہنمائی فرما ـــــ اُس ذات کے طفیل میں جس کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے ـــــ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کبھی کبھی اگر کیفیاتِ احوال سے مطلع فرماتے رہا کریں تو موجبِ ازدیادِ محبت ہوگا ـــــ والسلام علی من اتبع الهدیٰ والتزم متابعة المصطفیٰ صلی الله علیه وسلم۔

مکتوب (۲۰۹) ـــــ میر محمد نعمان (بدخشی ثم اکبرآبادی کے نام ـــــ

(آخری چند سطریں)

...... "تم نے اپنے مکتوب کے آخر میں لکھا تھا کہ میں نے سرائے فرح میں دریافت کیا تھا کہ میرے لیے طالبین کو تعلیم طریقت دینا درست ہے یا نہیں؟۔ آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ: "نہیں" فقیر کو مطلق نفی یاد نہیں۔ بلکہ یہ کہا تھا کہ (تعلیم طریقت) شرائط کے ساتھ مشروط ہے مطلقاً پسندیدہ نہیں ـــــ اب اسی طرح جانو ـــــ شرائط کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہیئے اس بارے میں نرمی نہ برتیں ـــــ جب تک استخارے کے ذریعے یقین نہ ہوجائے تعلیم نہ کی جائے ـــــ اخوی مولانا یار محمد قدیم کو بھی اس بات سے آگاہ کردیں اور بتاکید کہدیں کہ تعلیم طریقت میں جاری نہ کیا کریں۔ مقصود پیری مریدی کی دُکان چلانا نہیں ہے ـــــ مرضئ حق سبحانہٗ کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

خیر شرط ہے ـــــ تم نے اپنے مریدوں کی شکایت کی تھی، تم کو اُن کی شکایت کے بجائے اپنے طرزِ عمل کی شکایت کرنا چاہیے ـــــ کہ جماعت مریدین کے ساتھ اس طرح (بے تکلفانہ) زندگی بسر کرتے ہو کہ اس کا انجام لامحالہ تکلیف اور دُکھ پہونچنا ہے ـــــ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر کو چاہیے کہ مرید کی نظر میں خود کو باتحمل و باوقار رکھے نہ یہ کہ دروازۂ اختلاط کھول دے اور مصاحبانہ سلوک کرے اور ان سے خوب خوب گفتگو کرے ـــــ والسّلام۔

مکتوب (۲۱۰) ـــــ مُلّا شکیبی (اصفہانی) کے نام ـــــ

(آخری حصّہ)

... تم نے نصائح طلب کئے تھے ـــــ مخدوما! شرم آتی ہے کہ اس "خرابی و گرفتاری" اور "کم بضاعتی و بے حاصلی" کے ہوتے بابِ نصائح سے کچھ لکھوں اور صراحۃً یا اشارۃً اس قسم کی گفتگو کروں، لیکن اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ اگر قولِ معروف کہنے سے خود کو معاف رکھوں تو ایسا نہ ہو کہ کام خست و دنائت تک پہونچ جائے اور بخل پر اُس کا انجام ہو۔

مخدوما! عمرِ دُنیا کی مُدت بہت ہی قلیل ہے اور اس قلیل میں سے بھی بہت کچھ تلف ہو چکی ہے، کم سے کم حصّہ رہ گیا ہے ـــــ بقائے آخرت کی مُدت ابدی و دائمی ہے۔ دارِ آخرت کے خُلود (دوام) کا معاملہ اس چند روزہ زندگی سے وابستہ کر دیا گیا ہے ـــــ اس کے بعد یا نعمتِ دائمی ہے یا عذابِ سرمدی ـــــ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے، اس خبر میں احتمالِ تخلّف نہیں ہے ـــــ عقلِ دُور اندیش کو کام میں لانا چاہیے۔

مخدوما! اشرف عمر تو ہوا و ہوس میں گزر گئی، اور دشمنانِ خدا (نفس و شیطان) کی مرضیات میں صرف ہو گئی۔ خراب ترین حصّۂ عمر باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج اس کو بھی ہم مرضیاتِ حق جل سلطانہ میں صرف نہ کریں اور اشرف کی تلافی ارذل سے بھی نہ کریں نیز محنتِ اقل کو راحتِ ابدی کا وسیلہ نہ بنائیں اور حسناتِ قلیلہ کے ذریعے بھی "سئیاتِ کثیرہ" کا کفارہ نہ کریں تو کل کو کس مُنھ سے اللہ کے سامنے جائیں گے اور کس حیلے کو پیش کر سکیں گے۔ خوابِ خرگوش کب تک؟ اور کان میں غفلت کی ڈاٹ کہاں تک؟ ـــــ آخر کار نظروں سے پردہ اٹھا دیا جائے گا اور پنبۂ غفلت کو کانوں سے دُور کر دیا جائے گا ـــــ مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہو گا اور سوائے حسرت و ندامت کے کچھ نقد وقت نہ ملے گا ـــــ موت سے پہلے اپنا کام کرنا اور "واشوقا!" کا نعرہ لگاتے ہوئے مرنا چاہیے ـــــ اوّلاً درستیِ اعتقاد کے بغیر چارہ نہیں۔ جو کچھ دین سے بطور یقین و تواتر معلوم ہوا ہے اُس کی تصدیق لابدی ہے ـــــ ثانیاً اُس علم پر جس کا علم فقہ متکفل ہے ـــــ عمل ضروری ہے ـــــ ثالثاً سلوکِ طریقِ صوفیا بھی درکار ہے، اور یہ سلوک اس لیے نہیں کہ

غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ اور "انوار والوان" کا معائنہ کیا کریں ـــــ یہ بات تو خود داخل لہو و لعب ہے۔ (ارے میاں) یہ دنیا کی حسی صورتیں اور یہاں کی (مختلف قسم کی) روشنیاں ہی کیا کم ہیں کہ ... کوئی ریاضات و مجاہدات کے ذریعے غیبی صور و انوار کی ہوس و آرزو کرے ـــــ علاوہ ازیں یہ حسی صور و انوار مخلوق ... ہیں اور ... صانعیت و خالقیت پر دلالت کرنے والی (مستقل) نشانیاں ہیں ـــــ آفتاب و ماہتاب کی روشنی کو لے لو جو عالم شہادت سے ہے یہ روشنی ان انوار پر بدرجہا فضیلت رکھتی ہے جن کو ... ـــــ ... و ماہتاب کو برابر دیکھتے رہتے ہیں اور خواص و عوام اس کے دیکھنے میں شریک ہیں لہٰذا ... کو نظر اعتبار سے ساقط کرکے انوار غیبی کی ہوس کی جاتی ہے ـــــ

آبیکہ رود پیش درت تیرہ نماید

(جو پانی تیرے دروازے کے سامنے بہتا ہے تجھ کو گدلا نظر آتا ہے)

(آمدم) برسر مطلب، سلوک طریق صوفیاء سے مقصود، معتقدات شرعیہ میں زیادت یقین کی تحصیل ہے تاکہ استدلال کی تنگنائے سے نکل کر فضائے کشف میں آئیں اور اجمال سے تفصیل کی طرف متوجہ ہوں ـــــ مثلاً وجوب واجب الوجود اور اس کی وحدت، اول، استدلال ... تقلید سے معلوم ہوئی تھی اور اس کے مطابق یقین بہم پہونچا یا تھا ـــــ جب سلوک طریق صوفیاء میسر ہوا تو وہی استدلال و تقلید کشف و شہود کے ساتھ مبدل ہو جاتے ہیں اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے ـــــ اسی پر تمام اعتقادیات کو قیاس کر لو ـــــ نیز مقصود سلوک احکام فقہیہ کی ادائیگی میں ... حاصل ہونا اور نفس امارہ کی شرارت سے جو دشواری محسوس ہوتی ہے اس کو دور کرنا ہے ـــــ اور اس فقیر ... ... طریق صوفیاء درحقیقت خادم علوم شرعیہ ہے، خلاف شریعت کوئی امر طریق صوفیاء نہیں ہے ـــــ فقیر نے اس بات کو اپنے کتب و رسائل میں ثابت کیا ہے ... صحبت نبوی کی فضیلت، جمیع فضائل و کمالات سے اونچی ہے ... صحابہ کرام کا ایمان شہودی ہے، دوسروں کو یہ دولت ہرگز میسر نہیں ـــــ ۶

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(سنا ہوا دیکھے ہوئے کی مانند کب ہوتا ہے!)

اسی بنا پر صحابہؓ کی ایک سیر جو کی خیرات، دوسروں کے پہاڑ برابر سونا خیرات کرنے سے بہتر قرار دی گئی ہے تمام صحابہؓ نفس فضیلت صحبت میں برابر ہیں پس سب ہی کو بزرگ سمجھنا چاہیے اور اچھائی سے یاد کرنا چاہیے۔ ... عادل ہیں ... تبلیغ احکام میں ... کی روایت کا

دوسرے کی روایت پر نفسِ قبول میں ترجیح نہیں ہے۔ یہی صحابہؓ حاملینِ قرآن رہے ہیں۔ ان کی عدالت کے اعتماد پر ایک ایک دو دو تین تین آیتیں اخذ کرکے آیاتِ متفرقہ کو جمع کیا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی صحابی پر جرح کرتا ہے تو وہ جرح قرآن مجید تک پہونچتی ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ کچھ آیاتِ قرآنیہ کا حامل وہی صحابی ہو (جس سے وہ آیات اخذ کی گئی ہوں) ـــــ صحابہؓ کے درمیان جو منازعات ہوئے ان کو اچھے محل پر رکھا جائے اور "ہوا و تعصب" سے اپنے کو دور کرنا چاہیے۔ ـــــ حضرت امام شافعیؒ نے جو حالاتِ صحابہؓ سے بہت زیادہ واقف تھے، فرمایا ہے:ـــ "منازعاتِ صحابہؓ میں جو خون بہے، یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا یعنی ہم اس میں شریک نہ ہوئے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زبانوں کو بھی ان خونوں سے پاک رکھیں یعنی مشاجرات و منازعاتِ صحابہؓ میں بحث نہ کریں اور کسی صحابیؓ پر طعن نہ کریں" ـــــ اور اسی مقولے کی مثل امام اجل حضرت جعفر صادقؒ سے بھی منقول ہے۔

......ــــــــــــــــــــــــــ والسلام اولاً و آخراً

مکتوب (۲۱۳) ـــــــ سیادت پناہ شیخ فرید (بخاری) کے نام ـــ

(مواعظ و نصائح)

اللہ تعالیٰ آپ کو ان امور سے محفوظ رکھے جو آپ کے شایانِ شان نہیں ـــــ بحرمۃ جدکم صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:ـــ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (احسان کا بدلہ سوائے احسان کے نہیں) ـــــ فقیر نہیں سمجھتا کہ آپ کے احسان کا بدلہ کس احسان سے ادا کرے ـــــ سوائے اس کے کہ اوقاتِ نیک میں "دعائے سلامتیِ دارین" سے رطب اللسان اور تر زبان رہے ـــــ الحمد للہ یہ بات (دعاگوئی) خود بخود میسر ہے ـــــ دوسرا احسان جو بدلے میں پیش کرنے کے لائق ہے وہ وعظ و تذکیر ہے ـــــ اگر یہ مقامِ قبولیت تک پہونچ جائے تو عجیب نعمت ہے۔

نقابت پناہا دنجابت دستگاہا! تمام وعظوں کا نچوڑ اور تمام نصیحتوں کا لبِ لباب یہ ہے کہ اربابِ تدیّن اور اصحابِ تشرّع سے تعلق اور جوڑ پیدا کیا جائے ـــــ "تدیّن و تشرّع" اہلسنت و جماعت کے طریقے پر چلنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہی اہلسنت و جماعت تمام فرقہ ہائے اسلامیہ کے درمیان فرقۂ ناجیہ کی حیثیت سے ہیں۔ ان بزرگوں کی پیروی اور اتباع کے بغیر نجات و فلاح محال ہے ـــــ عقلی، نقلی اور کشفی دلائل اس مذکورہ حقیقت پر شاہد ہیں اس کے خلاف کا احتمال نہیں ـــــ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص رائی کے دانے برابر بھی ان بزرگوں کی صراطِ مستقیم سے جدا ہو گیا ہے تو اس کی صحبت کو سمِّ قاتل اور اس کی مجالست کو سانپ کا زہر سمجھنا چاہیے

آخرت سے بے خوف اور نڈر اہلِ علم جس فرقے کے بھی ہوں وہ دُزدانِ دین ہیں اُن کی صحبت سے بھی پرہیز ضروریات سے ہے ـــــ یہ جو کچھ دین میں فتنہ وفساد پیدا ہوا انھیں علماءِ سوء کی نحوست سے ہوا کہ انھوں نے دنیا وی منفعت کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کردیا ـــــ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے عوض میں ضلالت کو خرید لیا، اُن کی اس تجارت نے ان کو کچھ نفع نہیں دیا اور نہ یہ ہدایت یافتہ ہیں)۔

.. .. .. وہاں کے (غالباً لاہور کے) اہلِ علم میں مولانا عمر نیک طبیعت آدمی ہیں بشرطیکہ اُن کی دلدہی کریں اور اظہارِ حق پر دلیر کردیں اور حافظ امام بھی "مجنونِ اسلام" رکھتے ہیں، اور اسلام میں جنون کے بغیر چارہ بھی نہیں ـــــ آپ کو معلوم ہے کہ اس فقیر نے تقریراً وتحریراً صحبتِ نیک اختیار کرنے کی ترغیب میں، اور مُصاحبِ سُوء سے بچانے میں کوئی دقیقہ فردگزاشت نہیں کیا ہے ـــــ فقیر ان دونوں باتوں کو "اصلِ عظیم" جانتا ہے ـــــ قبول کرنا آپ کا کام، اور قبول کرنے کی سعادت دینا اللہ کی طرف سے ہے

خوشا حال اُس کا جس کو اللہ تعالیٰ مظہرِ خیر بنائے ـــــ آپ کے احسانات کی یاد داشت اِس قسم کی گفتگو پر آمادہ کرتی ہے اور اس بات کا خیال بھی برطرف کردیتی ہے کہ آپ کے دردِ سر اور ملال کا باعث یہ گفتگو نہ بن جائے۔

والسلام.. .. .. ـــــــــــــــــــ

مکتوب (۲۱۴) ـــــ مرزا عبد الرحیم خانخاناں کے نام ـــــ

(دنیا مزرعۂ آخرت ہے)

خوشا حال اُس کا جس کو اللہ تعالیٰ مظہرِ خیر بنائے ـــــ حضرتِ حق سُبحانہ نے دنیا کو مزرعۂ آخرت بنایا ہے ـــــ کم نصیب ہے وہ جو تخم کو کھا جائے اور زمینِ استعداد میں نہ ڈالے، اور ایک دانے سے سات سو دانے نہ بنائے، اور اُس دن کے لیے جس دن بھائی بھائی سے بھاگے گا اور ماں اپنے بیٹے سے گریزاں ہوگی ـــــ ذخیرہ نہ کرے ـــــ خسارتِ دنیا وآخرت اس کے لیے نقد وقت ہے اور حسرت وندامتِ دارین اُس کے "کفِ دست" پر ہے ـــــ خوش قسمت لوگ فرصتِ دنیا کو غنیمت شمار کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ اِس فرصت میں "تنعمات وتلذذات" کو بروئے کار لائیں، کیونکہ یہ تنعمات وتلذذات بے ثبات ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دشواریوں اور تکلیفوں کے بھی موجب ہوتے ہیں ـــــ بلکہ ـــــ اس لیے کہ ان اوقاتِ فرصت میں آخرت کی کاشتکاری کرلیں اور ایک دانۂ عملِ خیر سے آیۂ: ـــــ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (اللہ جس کے لیے چاہتا ہے

اجر کو چند در چند کر دیتا ہے) کی رو سے ثمرات بے نہایت حاصل کریں ـــــ اسی وجہ سے چند روزہ اعمالِ صالحہ کی جزا تنعماتِ ابدی رکھی گئی ہے۔ واللہ ذوالفضل العظیم۔

اگر سوال کریں کہ حسنات میں اجر چند در چند ہے اور سیئات میں مثل کے ساتھ جزا ہے پھر کفار کو اُن کے محدود و متناہی گناہوں کی پاداش میں عذابِ غیر متناہی کیوں ہوگا؟ ـــــ اس کا جواب ہم یہ دیں گے کہ (بُرے) عمل کے لیے مماثلتِ جزا (کا راز) علم واجب تعالیٰ و تقدس کے حوالے ہے ـــــ علم ممکن اس کے ادراک سے قاصر ہے ـــــ مثلاً پاک دامن عورتوں پر تہمت دھرنے کی جزا اُس کے مماثل اسّی تازیانے مقرر فرمائی، اور چوری کی حد میں چور کے داہنے ہاتھ کا کاٹنا جزا رکھی، اور حدِ زنا میں اگر کنوارا اور کنواری ہوں تو سَو سَو کوڑے ایک سال کی جلاوطنی کے ساتھ مقرر کئے گئے، اور شادی شدہ ہوں تو سنگساری کا حکم فرمایا ـــــ ان "حدود و تقدیرات" کے بھیدوں کا علم انسانی طاقت سے باہر ہے ـــــ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (یہ ہے اندازہ خدائے غالب و دانا کا) ـــــ پس کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے وقتی کفر کی سزا عذاب دائمی کو رکھا، اور اسی کو ان کے حق میں جزائے موافق قرار دیا ـــــ معلوم ہوا کہ کفرِ وقتی کی جزاءِ مماثل یہی عذابِ مُخلّد ہے ـــــ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ جمیع احکامِ شرعیہ کو عقل کی گرفت میں لے آئے اور دلائلِ عقلیہ کے مطابق کر دے وہ شخص طورِ نبوت کا منکر ہے ... اُس سے کلام کرنا بے عقلی ہے ... ... والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مکتوب (۲۱۵) ـــــ میرزا داراب[۱] کے نام ـــــ

(مذمّتِ دُنیا میں)

مکتوبِ گرامی جو اپنی حسنِ استعدادِ فطری کی بنا پر نیازمندی کے ساتھ "فقرا بے بضاعت" کو بھیجا تھا

---

[۱] داراب خاں ابن عبدالرحیم خانخاناں = جہانگیر کے عہد کے بڑے امراء میں تھے ـــــ شاہجہاں نے ایامِ شاہزادگی میں جو بغاوت کی تھی اُس میں داراب خاں کی شرکت تھی۔ بنابریں مزاجِ جہانگیر ان کی طرف سے برہم ہوگیا، اور ۱۰۳۴ھ میں جبکہ ان کی عمر ۳۹ سال تھی اُن کو جہانگیر نے قتل کرا دیا ـــــ تاریخ محمدی میں ۱۰۳۴ھ کے تحت ان کے متعلق یہ الفاظ ہیں :- از اعاظم امرائے جہانگیر شاہی چندے بادشاہزادہ شاہجہاں در ایامِ بغی، رفاقت نمود و بعد از آنکہ از ایشاں جدا شدہ بلشکر بادشاہ ملحق شد بفرمانِ جہانگیر بادشاہ بدستِ مہابت خاں بقتل رسید ـــــ عمرش ۳۹ سال ـــــ (تاریخ محمدی (قلمی) رضا لائبریری رامپور)

وصول ہوگیا ــــ جزاکم اللہ خیر الجزاء بصدقۃ حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اے فرزند! اربابِ دنیا اور اصحابِ دولت بلائے عظیم میں گرفتار ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اس لیے کہ اس دنیا کو جو اللہ کے نزدیک مبغوض ہے اور تمام نجاسات میں نجس ترین ہے ــــ ان دنیا والوں کی نظروں میں آراستہ کردیا گیا ہے ــــ جیسے کسی نجاست پر سونے کے ورق لگادیں یا کسی زہر کو شکر آلود کردیں ــــ ساتھ ہی ساتھ عقلِ دور اندیش کو اس کمینی دنیا کی برائی پر رہنمائی بھی فرمادی گئی ہے ــــ اسی وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص وصیت کرے کہ: "میرے مال کو زمانے بھر میں جو سب سے زیادہ عاقل ہو اُس کو دیں" تو کسی ایسے شخص کو وہ مال دینا چاہیے جو دنیا سے بے رغبت ہو ــــ اس کی دنیا سے بے رغبتی اُس کے کمالِ عقل کی دلیل ہے ــــ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ رحمت سے ایک گواہ یعنی عقلِ دور اندیش پر ہی اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ ایک دوسرے گواہ نقل کو بھی ملادیا، اور انبیاء علیہم السّلام جو کہ "رحمتِ عالمیان" ہیں ــ کی زبان سے اس متاعِ بے رواج (دنیا) کی حقیقت سے آگاہی بخشی ــــ نیز اس قحبۂ مکّارہ کی محبت و گرفتاری سے انتہائی تاکید سے منع فرمایا ــــ ان دو عادل گواہوں کی گواہی کے باوجود اگر کوئی "شکرِ موہوم" کی طمع میں زہر کھالے اور خیالی سونے کی اُمید میں نجاست کو اختیار کرے ــــ تو وہ محض بیوقوف ہے اور بالطبع کند ذہن ہے ــــ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ منکرِ اخبارِ انبیاء علیہم السّلام ہے اور حکمِ منافق رکھتا ہے ــــ اُس کی صورتِ ایمان آخرت میں کار آمد نہیں ہوگی ــــ اس صورتِ ایمان کا فائدہ زیادہ سے زیادہ دنیا میں عصمتِ خون اور عصمتِ اموال کی صورت میں ہوگا اور بس ــــ آج پنبۂ غفلت کو گوشِ ہوش سے نکال دینا چاہیے ــــ کل کو سوائے حسرت و ندامت کے کوئی سرمایہ نہ ہوگا ــــ خبر شرط ہے ــــ ؎

ہمہ اندر زِ من بتو این است ⁂ کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

ــــــــــــــ والسلام ۔ ۔ ۔ ۔

مکتوب (۲۱۶) ــــ مرزا حسام الدین احمد (دہلوی) کے نام ــــ

(آخری حصّہ)

۔ ۔ ۔ ۔ اس مقام پر ایک نکتہ ذہن نشین کرنا چاہیے، وہ یہ کہ جس طرح حصولِ نفسِ ولایت میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے جیسا کہ مشہور ہے ــــ اسی طرح اپنے خوارق و کرامات کا علم بھی ضروری نہیں ہے ــــ بلکہ بسا اوقات لوگ بزرگوں کی کرامات کا خود ان سے تذکرہ کرتے ہیں اور ان کو اپنی کرامات پر اطلاع نہیں ہوتی

اور وہ اولیاء جو "صاحب علم و کشف" ہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ بھی اپنے بعض خوارق پر مطلع نہ ہوں بلکہ ان کی صور مثالیہ متعدد مقامات پر ظاہر ہو جائیں اور مسافت بعیدہ میں کارہائے عجیب و غریب ان صورتوں سے ظاہر ہوں اور ان اولیاء کو اس کی بالکل اطلاع نہ ہو ـــــــــ ع

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند

(ہم کو اور تم کو محض بہانہ بنایا ہے)

حضرت مخدومی قبلہ گاہی (حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) فرمایا کرتے تھے کہ ایک درویش بیان کرتے تھے کہ عجیب معاملہ ہے لوگ اطراف و جوانب سے میرے پاس آتے ہیں ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ہم نے تم کو مکۂ معظمہ میں دیکھا ہے وہاں موسم حج میں موجود تھے اور ہمارے ساتھ تم نے حج کیا ہے ـــــ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے تم کو بغداد میں دیکھا تھا اور مجھ سے اپنی واقفیت کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نکل کر وہاں نہیں گیا، اور نہ میں نے ان لوگوں کو کبھی دیکھا" ... ...

مکتوب (۲۱۸) ـــــــ مُلّا داؤد کے نام ـــــــ

(رعایتِ آداب پیرِ طریقت کے بیان میں)

مکتوب اخوی اعزی مولانا داؤد پہونچا ـــــ موجب مسرت ہوا ـــــ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات سے آراستہ و مزین رکھے ـــــ بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ سبق باطن کی تکرار میں اور طریقہ اکابر پر استقامت میں توجہ کی پراگندگی کے باعث کوئی فتور واقع نہ ہونے پائے ـــــ اگر بالفرض کوئی ظلمت یا کدورت دل پر طاری ہو تو اس کا علاج ـــــ جناب قدس خداوندی جل سلطانہ میں تضرع کرنا اور نیاز مندی و شکستگی (کا اظہار کرنا) ہے ـــــ نیز اس کا علاج توجہ تام ہے اپنے مُربّی (پیرِ طریقت) کی طرف کیونکہ وہی اس دولت (جمعیت قلب) کے حصول کا ذریعہ ہے ـــــ حضور و غیبت میں ان آداب کی رعایت خوب اچھی طرح کی جائے جو کہ اس دولتِ عظمیٰ کے وسائل ہیں ـــــ ان بزرگوں کی رضا کو وسیلۂ رضائے حق بنائیں ـــــ طریقِ نجات و فلاح یہی ہے ـــــــــ والسلام ـــــــــ

مکتوب (۲۱۹) ـــــــ مرزا ایرج کے نام ـــــــ

(آدمی ظاہری بیماری کے ازالہ کی فکر میں رہتا ہے لیکن مرض باطن کی طرف سے غافل ہے)

اللہ تعالیٰ تم کو ہر عیب لگانے والی چیز سے محفوظ و مصئون رکھے ـــــ بحرمۃ سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سعادت آثار! آدمی کو امراضِ ظاہری میں سے کوئی مرض لاحق ہوتا ہے یا اُس کے کسی عضو کو کوئی آفت و تکلیف پہونچتی ہے تو اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتا جب تک وہ مرض دفع نہ ہو جائے، اور مرضِ قلبی جس سے مراد ما سوائے خدا میں گرفتاری و مشغولیت ہے ــــ یہ مرض اس طور پر اس پر غالب آچکا ہے کہ قریب ہے اس کو موتِ ابدی تک پہونچا دے اور عذابِ سرمدی میں مبتلا کر دے ــــ اِس مرض کے ازالے کی کوئی فکر نہیں کرتا ہے اور نہ اس کے دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے (ایسا آدمی دو حال سے خالی نہیں) اگر اس گرفتاریِ دنیا کو مرض نہیں سمجھتا تو وہ احمقِ محض ہے اور مرض سمجھتا ہے اور پھر خوف نہیں کرتا تو ناپاک محض ہے ــــ یقینی طور پر اس مرضِ باطن کو پہچاننے کے لیے عقلِ معاد درکار ہے ــــ عقلِ معاش (بیچاری) اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے (فقط) ظاہر بینی تک محدود ہے ــــ جس طرح عقلِ معاش اپنے "تلذذاتِ فانیہ" کی بنا پر آفاتِ معنویہ کو مرض نہیں سمجھتی اُسی طرح عقلِ معاد بھی اُخروی تو ابوں کے پیشِ نظر امراضِ ظاہری کو مرض نہیں تصور کرتی ــــ عقلِ معاش کوتاہ بیں ہے، اور عقلِ معاد تیز نظر (دور بیں) ہے ــــ عقلِ معاد "نصیب انبیاء و اولیاء" ہے، اور عقلِ معاش "مرغوب اغنیاء و اربابِ دُنیا"۔ دونوں عقلوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے ــــ جو اسباب عقلِ معاد کو حاصل کرنے والے ہیں اُن میں سے ایک ذکرِ موت ہے ایک تذکرۂ احوالِ آخرت ہے، اور ایک مجالست ہے ایسی جماعت کے ساتھ جو یادِ آخرت کی دولت سے مشرف ہو۔ ؎

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشاں[1] ❊ گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

جاننا چاہیے کہ جس طرح مرضِ ظاہر ادائیگیِ احکامِ شرعیہ میں دشواری کا سبب ہوتا ہے اُسی طرح مرضِ باطن بھی موجبِ دشواری ہوتا ہے ــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:ــــ کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ (جس چیز کی طرف آپ مشرکین کو دعوت دے رہے ہیں یعنی توحید ــــ وہ ان مشرکین پر بہت بھاری ہے) ــــ ایک جگہ ارشاد ہے:ــــ وانّھا لکبیرۃٌ الّا علی الخاشعین (بیشک نماز دشوار ہے، مگر اُن پر دشوار نہیں جو فروتنی کرنے والے اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں) ــــ ظاہر میں تو ضعفِ قویٰ اور ضعفِ جوارح دشواری کو لازم کرتا ہے، اور باطن میں ضعفِ یقین اور نقصِ ایمان موجبِ دشواری ہوتا ہے ــــ ورنہ تکالیفِ شرعیہ میں تو تخفیف اور پوری سہولت موجود ہے ــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:ــــ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (اللہ تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے، دشواری نہیں چاہتا) ــــ ایک جگہ قرآن میں

---

[1] ہم نے تجھ کو گنجِ مقصود کا پتہ دے دیا، اگر ہم وہاں تک نہ پہونچے تو شاید تو پہونچ جائے۔ ۱۲

ارشاد ہے:ـــــ يُرِيدُ اللهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (اللہ چاہتا ہے کہ تمہارا بوجھ ہلکا کرے ـــــ اور انسان (درحقیقت) ضعیف پیدا کیا گیا ہے) ـــــ یہ دونوں آیتیں اس حقیقت کو ثابت کر رہی ہیں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ـــــ ۶

خورشید نہ مجرم از کسے بینا نیست[1]

پس فکر ازالۂ مرضِ قلبی لازم، اور (روحانی) اطباء سے رجوع کرنا فرضِ عین ہوا ـــــ

ـــــ والسلام .. ..

مکتوب (۲۲۶) - اپنے برادرِ حقیقی میاں شیخ محمد مسعود (سرہندی) کے نام۔

.. .. .. زندگانی بہت قلیل ہے، اور (اگر اس کو غلط استعمال کیا) تو عذابِ ابدی اس پر مرتب ہوگا۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ کوئی اس فرصتِ زندگانی کو امورِ بے فائدہ میں صرف کرے اور عذابِ دائمی میں گرفتار ہو۔

اے برادر! لوگ اطراف و جوانب سے اسبابِ دنیوی ترک کر کے بڑی تعداد میں یہاں (سرہند) آرہے ہیں، اور تم ہو کہ گھر کی دولت کو نہ پہچان کر طلبِ دنیا میں بھاگے بھاگے پھر رہے ہو ـ (حیا کرنا چاہیے) :ـــ اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ (حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے) یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے۔

اے برادر! اس طرح کا اجتماع اور اس قسم کی خالص اللہ کے لیے جمعیت جیسا کہ آج سرہند میں ہے، اگر تمام عالم میں بھی تلاش کرو تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کا سواں حصہ بھی کہیں نظر آئے، یا کچھ بھی اس کیفیت سے کہیں حاصل ہو ـــــ تم اس قسم کی دولت کو مفت اپنے ہاتھ سے ضائع کر رہے ہو اور بچوں کی طرح "جواہر نفیس" چھوڑ کر اخروٹ اور منقی پر اکتفا کر رہے ہو ـــــ ۶

شرمت بادا ہزار شرمت بادا[2]

اے برادر! اس کے بعد شاید قضا و قدر فرصت نہ دیں، یا فرصت ہو تو یہ اجتماعِ عظیم قائم نہ رکھیں، پھر اس وقت کیا تدبیر اور تلافی کی کیا صورت ہوگی ـــــ تم نے غلطی کی ہے اور غلط سمجھے ہو ـــــ تم "لقمہائے چرب و شیریں" پر مفتوں اور "لباسہائے نفیس" پر فریفتہ مست ہوئے جاؤ ـــــ ان چیزوں کے نتائج دنیا و آخرت میں سوائے

---

[1] اگر کوئی آنکھوں والا نہیں ہے تو سورج کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ۱۲

[2] تمہیں بہت زیادہ شرم کرنی چاہیے۔ ۱۲

حسرت و ندامت کے اور کچھ نہیں ... ... اللہ تعالیٰ عقل دے اور تم کو متنبہ کر دے۔

اے برادر! دنیا بے وفائی میں ضرب المثل ہے اور اہلِ دنیا بد اخلاقی میں مشہور ہیں ـــــ بے وفا دنیا اور اہلِ دنیا کے پیچھے اپنی "عمرِ گرامی" کو صرف کرنا افسوس کی بات ہے ـــــ والسلام ... ...

مکتوب (۲۳۲) ـــــ خانخاناں کے نام ـــــ

(دنیا کی مذمت اور ازالۂ محبتِ دنیا کی تدبیر)

اللہ تعالیٰ دنیائے دنی کو اور اس کی ملمع کاری کی قباحت کو نظرِ بصیرت میں منکشف کر کے آخرت کے حُسن و جمال اور وہاں کے باغات و انہار اور وہاں کے جلوۂ دیدارِ الٰہی کو آشکارا کر دے۔ بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ تاکہ اس جلد زائل ہو جانے والی قبیح دنیا سے بے رغبتی حاصل ہو اور پورے طریقے سے عالمِ بقا کی طرف ـــــ جو کہ محلِ رضائے باری تعالیٰ ہے ـــــ توجہ حاصل ہو جائے ـــــ جب تک دنیا کی بُرائی واضح نہ ہو گی اِس دنیا کی گرفتاری سے خلاصی پانا محال ہے، اور جب تک دنیا کی گرفتاری سے خلاصی نہ ہو گی، فلاح و نجاتِ اُخروی کا حاصل ہونا مشکل ہے ـــــ دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔ (حدیث) یہ مسلّم و یقینی بات ہے ـــــ علاج بالضد کے اصول پر اس دنیائے دنی کی محبت دور کرنے کا علاج اِس بات پر موقوف ہے کہ آخرت کی طرف رغبت ہو اور احکامِ شریعت کے مطابق اعمالِ صالحہ کیے جائیں ـــــ حضرت حق سُبحانہٗ نے حیاتِ دنیا کو پانچ چیزوں بلکہ (دراصل) چار چیزوں میں منحصر رکھا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:ـــــ

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (حیاتِ دنیا، بس لہو و لعب، زینت و تفاخر اور مال و اولاد میں کثرت طلب کرنے کا نام ہے) بس جب انسان اعمالِ صالحہ میں مشغول ہو گا تو ان مذکورہ قباحتوں کا جزوِ اعظم یعنی لہو و لعب نقصان پذیر ہو جائے گا، اور جب ریشم پہننے اور سونے چاندی کے استعمال سے پرہیز کرے گا تو دوسرا جزو (یعنی زینت) زوال میں آئے گا ـــــ اور جب یہ یقین کرے گا کہ اللہ کے نزدیک فضیلت و کرامت کا معیار تقویٰ ہے نہ کہ حسب و نسب تو لامحالہ تفاخر سے باز رہے گا ـــــ اور جب یہ جان لے گا کہ اموال و اولاد (کی بے جا محبت) ذکرِ حق سے مانع ہوتی ہے تو لازمی طور پر زیادہ طلبی سے دست بردار ہو جائے گا ـــــ خلاصۂ کلام اِس جامع آیت شریفہ میں ہے:ـــــ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (رسول جو تم کو عطا کریں اُس کو لے لو، اور جس سے منع فرما دیں اُس سے رُک جاؤ) ـــــ والسلام ... ...

مکتوب (۲۳۳) ـــــ شیخ فرید (بخاریؒ) کے نام ـــــ

(نصیحت)

.. .. میں حاضر و غائب ہر دو حالت میں پوری توجہ سے آپ کی سلامتی تمام ایسی باتوں سے چاہتا ہوں جو آپ کی شایانِ شان نہیں ہیں ـــــ بعض اوقات غلبۂ خیر اندیشی اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ جرأت و جسارت کر کے آپ کو خلافِ شان امور سے (براہِ راست خود) تاکید و مبالغہ کے ساتھ منع کر دوں، اور مجلس شریف میں نااہلوں کو گھسنے کا موقع ہی نہ دوں ـــــ لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوا کرتیں ـــــ لہذا مجبوراً غائبانہ دعاؤں میں مشغول رہتا ہوں ـــــ شاید یہ دعائیں قبول ہو جائیں .. .. .. آپ کی خوش حالی اور رفاہیت میں مخلوقِ خدا کی خوش حالی و رفاہیت (پوشیدہ) ہے، اور اسکے عکس میں مخلوقِ خدا کا نقصان ہے ـــــ اسی وجہ سے لوگوں کے نزدیک آپ کے حق میں دُعائے خیر کرنا ایسی مفید ہے جیسا کہ نزولِ بارانِ رحمت کی دُعا، عامۂ خلائق کے لیے مفید ہوا کرتی ہے ـــــ پس افسوس کی بات ہو گی کہ اس عظمتِ شان کے باوجود (آپ کی طرف سے) "دانۂ خشخاش" کے برابر بھی اعتراض کا موقع دیا جائے ـــــ یہ دانۂ خشخاش دوستوں اور خیر اندیشوں کے دلوں پر بارِ عظیم ہے ـــــ مہربانی فرما کر اپنے خیر اندیشوں کے دلوں کے بوجھ کو ہلکا کیجیے ـــــ عرصہ سے اِس خیر اندیش نے اس بارے میں کچھ نہ لکھا تھا اِس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ تکرار و مبالغہ آپ کی طبیعت پر گرانی کا سبب بن جائے ـــــ ؎

یارِ[1] نازک بدن از بادِ ہوا می رنجد :: ہمچو گلبرگ ز آسیبِ صبا می رنجد

لیکن یہ بات دوستی سے بعید سمجھی کہ گرانیِ مزاج کی بنا پر مقامِ سکوت اختیار کیا جائے ـــــ ؎

حافظؔ[2]، وظیفۂ تو ثنا گفتن است و بس
در بندِ آں مباش کہ نہ شنید یا شنید

ـــــ والسلام .. ..

---

[1] نازک بدن دوست ہوا سے ناراض ہو جاتا ہے، اور پھول کی پتّی کی طرح پُروا ہوا سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ ۱۲

[2] حافظ تیرا وظیفۂ حیات تو بس تعریف کرنا ہے، تو اِس کی فکر نہ کر کہ کسی نے سُنی یا نہیں۔ ۱۲

مکتوب (۲۳۹) ـــــ مُلّا احمد برکی[1] کے نام ـــــ

(آخری حصّہ)

(استخارہ کی حقیقت اور حفظ وامان میں رہنے کی تدبیر)

... ... مخدوما! استخارہ ہر امر میں مسنون و مبارک ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ استخارے کے بعد خواب یا بیداری میں کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو کام کے کرنے یا نہ کرنے پر دلالت کرتی ہو، بلکہ استخارے کے بعد قلب کی طرف رجوع کرنا چاہیے ـــــ اگر امرِ مطلوب کی طرف قلب کا رجحان پہلے سے زیادہ ہے تو یہ بات اس کام کے کرنے پر دلالت کرتی ہے اور اگر قلبی توجہ اُسی قدر ہے جتنی استخارے سے پہلے تھی اور کوئی کمی نہیں واقع ہوئی تو بھی اس کام کی ممانعت نہیں ہے، البتہ ایسی صورت میں استخارہ دوبارہ کرلیں حتیٰ کہ قلب کا زیادہ متوجہ ہونا محسوس ہو ـــــ تکرارِ استخارہ کی حد (زیادہ سے زیادہ) سات مرتبہ ہے ـــــ ہاں اگر استخارے کے بعد قلب کی پہلی توجہ میں کمی معلوم ہو تو یہ بات منع پر دلالت کرتی ہے ـــــ اِس صورت میں بھی کئی مرتبہ استخارہ کریں تو گنجائش ہے، بلکہ ہر صورت میں استخارہ مکرر کرنا اولیٰ اور مناسب تر ہے ... ... ظالموں کے فتنہ و شر سے محفوظ رہنے کی دعا بھی تم نے طلب کی تھی (دعا کی گئی اور از روئے یقین لکھتا ہوں کہ) حضرت حق سُبحانہ نے تم کو اور تمھارے متعلقین کو بلکہ تمھاری بستی کو ظالموں کی شرارت سے محفوظ فرمادیا ہے۔ اطمینان کے ساتھ جنابِ باری تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں۔ اُمید کہ اِس حفظ وامان کو کسی وقتِ خاص تک کے لیے محدود نہ سمجھو گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت بہت ہی وسیع ہے ـــــ مگر اپنی بستی کے باشندوں کو یہ نصیحت ضرور کر دینا کہ وہ اپنے اچھے طور وطریقے میں اور مسلمانوں کی خیر اندیشی میں تبدیلی پیدا نہ کریں ـــــ قرآن پاک میں ہے:۔

---

[1] مولانا احمد برکیؒ، برک کے رہنے والے اور وہاں کے علماء میں سے تھے ـــــ مولانا کا ایک ہم وطن تاجر جو آپ کا دوست تھا ہندوستان آکر اپنے وطن واپس گیا وہ ہندوستان میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ملاقات حاصل کرچکا تھا اور آپ کے مکاتیب کا کچھ حصّہ بھی اپنے ہمراہ لیتا گیا تھا، مولانا نے جب ان مکتوبات کا مطالعہ کیا اور اُن سے حضرتؒ کے کمالاتِ باطنی کا پتہ چلا تو جذبۂ دل نے سرہند چلنے پر آمادہ کیا، وہاں پہونچ کر عنایاتِ خصوصی سے سرفراز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک ہی ہفتہ میں درجۂ کمال واکمال کو پہونچ گئے، تعلیمِ طریقت میں مجاز ہوکر وطن جانے کی اجازت حاصل کی۔ وہاں حسب الحکم کارِ طریقت میں مشغول ہوئے ۱۰۲۶ھ میں وفات پائی، حضرت مجددؒ نے دعائے مغفرت سے اُن کی روح کو شاد کیا، جب کبھی مولانا کا تذکرہ مجلسِ مبارک میں ہوتا تھا حضرت اُن کی تعریف فرماتے تھے ـــــ (ماخوذ از زبدۃ المقامات)۔

إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی عافیت و نعمت کو نہیں تبدیل کرتا، تاوقتیکہ وہ اپنے احوالِ جمیلہ کو اخلاقِ رذیلہ سے تبدیل کر دیں) یعنی جب تک کوئی قوم اعمالِ صالحہ میں مشغول رہے گی اور ذکرِ خدا سے غافل نہ ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی عافیت و خوشحالی نہیں سلب ہوگی۔

والسلام ... ...

مکتوب (۲۴۹) ـــــ میرزا داراب ابنِ خانخاناں کے نام ـــــ

(اتباعِ رسول کے فضائل میں)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ـــــ نجاتِ اُخروی اور فلاحِ سرمدی متابعتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہے ـــــ اسی بنا پر آنحضرتؐ کی متابعت سے محبوبیتِ حق کے مقام پر پہونچتے ہیں، اور آپؐ کی متابعت سے تجلّیٔ ذات سے مشرف ہوتے ہیں ـــــ آپ ہی کی متابعت سے مرتبۂ عبدیت سے (جو کہ تمام مراتب کے اوپر اور مقامِ محبوبیت کے حصول کے بعد ہے) سرفراز ہوتے ہیں ... ... اولوالعزم پیغمبر بھی متابعتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو کرتے تھے ـــــ (حدیث کی رو سے) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو آپؐ کی اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا ـــــ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا (قربِ قیامت میں نازل ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا تابع ہونا مشہور و معروف بات ہے) ـــــ آپؐ کی اُمّت آپ کی متابعت کی برکت سے خیر الامم قرار دی گئی ہے اور اس میں اکثر و بیشتر اہلِ جنّت ہوں گے اور کل بروزِ قیامت اتباع کی بدولت تمام اُمتوں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے اور وہاں کی نعمتیں حاصل کریں گے .. .. .. پس تمہارے اوپر اتباعِ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور التزامِ سنّت اور شریعت کی پابندی لازم ہے۔

مکتوب (۲۵۰) ـــــ مُلّا احمد برکیؒ کے نام ـــــ

(آخری حصّہ)

(استفسار کا جواب)

تم نے یہ بھی استفسار کیا تھا کہ اس زمانہ میں زاد و راحلہ کے میسّر ہونے پر مکۂ معظمہ جانا فرض ہے یا نہیں؟

مخدوما! روایاتِ فقہ اس بارے میں بہت مختلف ہیں ـــــ مختار و پسندیدہ اس مسئلے میں فقیہ ابواللیثؒ کا فتویٰ ہے انھوں نے فرمایا ہے کہ:- "اگر ظنِّ غالب راہ میں امن اور عدمِ ہلاکت کا ہے تو فرضیت ثابت ہے، ورنہ نہیں"۔

لیکن یہ شرط، شرطِ وجوب ادا ہے، شرطِ نفسِ وجوب نہیں ہے ـــــ پس ایسی صورت (راہ کی بدامنی اور قابلِ اعتبار خوف و ہلاکت) میں حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگی ـــــ والسلام .. .. ..

مکتوب (۲۵۱) ـــــ مولانا محمد اشرف کے نام ـــــ

(فضائل خلفائے راشدینؓ و تعظیم و توقیر جمیع صحابۂ کرامؓ)

.. .. .. الحمد للہ کہ میں صحابۂ کرامؓ کے بارے میں علمائے اہلسنت کے عقیدے سے اور اُن کے اجماع سے متفق ہوں۔

.. .. .. اس فقیر کی نظر میں تمام صحابہؓ کے درمیان حضراتِ شیخینؓ کی ایک ممتاز شان ہے اور دونوں کو ایک درجۂ منفردہ حاصل ہے .. .. .. حضرت صدیق اکبرؓ تو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گویا کہ "ہمخانہ" ہیں۔ اگر فرق ہے تو درجے میں اعلیٰ و اسفل ہونے کا ہے، اور حضرت فاروقِ اعظمؓ بھی بطفیلِ حضرت صدیق اکبرؓ اس دولتِ قرب کے مشترک ہیں، باقی تمام صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے "نسبتِ ہم سرائی و ہم شہری" رکھتے ہیں .. .. .. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عمرؓ کے بارے میں) فرمایا ہے: ـــــ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے" ـــــ حضرت صدیق اکبرؓ کے فضائل کیا بیان کروں جبکہ حضرت فاروق اعظمؓ کے جمیع حسنات، حضرت صدیق اکبرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں جیسا کہ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے .. ..

حضراتِ شیخینؓ بعدِ وفات بھی حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جُدا نہیں ہوئے ـــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں شیخینؓ کے ساتھ قبرِ مبارک سے اُٹھیں گے جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے ـــــ پس افضلیت، بربنائے اقربیت حضراتِ شیخینؓ کے لیے ثابت ہے ـــــ یہ حقیر و کم مایہ، حضراتِ شیخینؓ کے کمالات اور اُن کے فضائل کیا بیان کرے؟ ـــ ذرّے کی کیا طاقت جو آفتاب کی بات کہے، اور قطرے کی کیا مجال کہ بحرِ محیط کی گفتگو چھیڑے ـــــ وہ اولیاء جو مخلوق کو بسوئے حق دعوت دیتے ہیں اور ولایت و دعوت میں بہرۂ تمام رکھتے ہیں، اور تابعین و تبع تابعین میں سے جو علماء مجتہدین ہوئے ہیں انھوں نے کشفِ صحیح کے نور سے اور فراستِ صادقہ کے ذریعہ نیز اخبارِ متواترہ کی روشنی میں کمالاتِ شیخینؓ کا پتہ چلایا ہے اور ان کے فضائل کو شناخت کر کے ناچار اُن کی افضلیت کا حکم اور اس حقیقت پر اجماع فرمایا ہے، اور جو کشف اس اجماع کے خلاف ظاہر ہوا ہے اُس کو غیر صحیح قرار دے کر اس کا اعتبار نہیں کیا ـــــ (علاوہ ازیں) شیخینؓ کی افضلیت تو (اسلام کے) عہدِ اول میں ظاہر ہو چکی ہے ـــــ بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے کہ: ـــــ ہم عہدِ نبوی میں حضرت ابو بکرؓ کی برابر بعدہ حضرت عمرؓ کی برابر بعدہ حضرت عثمانؓ کی برابر کسی کو نہیں جانتے تھے

اس کے بعد باقی صحابہؓ میں ہم تفاضل نہیں کرتے تھے" ـــــ اور ابو داؤد کی ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ: ـــــ
"ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کے زمانہ میں یوں کہا کرتے تھے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سب سے افضل ابو بکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمانؓ"۔ .. ..

اے برادر! حضرت علی کرم اللہ وجہہ چونکہ "حاملِ بارِ ولایتِ محمدیؐ" ہیں۔ لہٰذا تمام اقطاب، ابدال اور اوتاد (جن میں کمالاتِ ولایت کا پہلو غالب ہے) کی تربیت، حضرت علیؓ کی روحانی امداد و اعانت کے سپرد ہے .. .. .. جاننا چاہیے کہ اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سب بزرگ ہیں۔ سب کو تعظیم کے ساتھ یاد کرنا چاہیے ـــــ خطیب نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ـــــ
"اللہ تعالیٰ نے مجھے چُن لیا اور میرے لیے میرے اصحابؓ کو چُنا اور اُن میں سے میرے لیے خسروں، دامادوں اور مددگاروں کو چُن لیا ـــــ جس نے صحابہؓ کے بارے میں میرا لحاظ رکھا اُس کو اللہ محفوظ رکھے، اور جس نے ان کے معاملہ میں مجھے ایذا دی اللہ تعالیٰ اُس کو رنجیدہ کرے" ـــــ طبرانی نے حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ـــــ "جس نے لعنت کی میرے اصحاب پر پس اُس پر لعنت اللہ کی اور ملائکہ کی اور تمام انسانوں کی" ـــــ ابنِ عدی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے: ـــــ "میری امت میں وہ لوگ بدترین ہیں جو میرے اصحابؓ کی شان میں دلیری اور گستاخی کرتے ہیں" ـــــ (صحابہؓ کے درمیان) محاربات و منازعات جو واقع ہوئے ان کو نیک محل پر رکھنا اور ہوا و تعصب سے دُور رہنا چاہیے۔ اِس لیے کہ وہ مخالفات، اجتہاد و تاویل پر مبنی ہیں نہ کہ ہوا و ہوس پر ـــــ جمہور اہلسنّت کی یہی رائے ہے ـــــ لیکن یہ بھی واضح رہے کہ محاربینِ حضرت علیؓ خطا پر تھے اور حضرت علیؓ حق پر، لیکن چونکہ یہ خطاء، خطاءِ اجتہادی ہے اِس لیے ملامت سے دُور اور مواخذے سے بَری ہے ـــــ چنانچہ شارح مواقف نے آمدی سے نقل کیا ہے کہ: ـــــ واقعاتِ جمل و صفین از روئے اجتہاد تھے ـــــ اور شیخ ابو شکور سلمیؒ نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ اہلسنّت و جماعت اس کے قائل ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ مع ہمراہیان خطائے اجتہادی پر تھے ـــــ اور شیخ ابنِ حجرؒ نے فرمایا ہے کہ: ـــــ حضرت امیر معاویہؓ کی منازعت حضرت علیؓ کے ساتھ اجتہادی تھی، اور اِس قول کو معتقداتِ اہلسنّت سے قرار دیا ہے، اور دیگر کتب قوم بھی خطائے اجتہادی کے قول سے بھری ہوئی ہیں جیسا کہ حضرت امام غزالیؒ اور قاضی ابو بکرؒ وغیرہما نے تصریح کی ہے ـــــ لہٰذا حضرت علیؓ سے محاربہ کرنے والوں کی تفسیق و تضلیل ہرگز جائز نہ ہوگی .. .. ..

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں یوں دعا فرمائی ہے:۔۔۔ "اے اللہ! معاویہ کو ہادی و مہدی بنا دے"۔۔۔۔ پس حضرت معاویہؓ مستحقِ مذمت ہرگز نہیں ہیں۔

اے برادر! تنہا حضرت امیر معاویہؓ ہی اس معاملہ میں نہیں ہیں، بلکہ اصحاب کرامؓ میں کم و بیش نصف تعداد ان کی شریک ہے۔۔۔۔ پس اگر محاربینِ حضرت علیؓ کافر و فاسق قرار دیے جائیں گے تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جائے گا وہ نصف دین جو ان حضرات کی تبلیغ سے ہم تک پہونچا ہے۔۔۔۔ اور اس بات کو جائز وہ زندیق ہی رکھ سکتا ہے جس کا مقصد دین کا باطل کرنا ہے۔

اے برادر! اس فتنہ کا برانگیختہ ہونا شہادتِ عثمانؓ اور قاتلین سے طلبِ قصاص کی بنا پر تھا۔۔۔۔ حضرات طلحہؓ و زبیرؓ مدینے سے سب سے پہلے تاخیرِ قصاص کی ہی بنا پر باہر آئے تھے، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی ان سے اس امر میں موافقت کی تھی اور جنگِ جمل۔۔۔ بوجہ تاخیرِ قصاص ہی ہوئی تھی۔۔۔۔ بعد ازاں حضرت امیر معاویہؓ ملکِ شام سے نکل کر میدان میں آئے اور جنگِ صفین برپا ہوئی۔۔۔۔ امام غزالیؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ منازعت، خلافت کے بارے میں نہیں ہوئی تھی، بلکہ آغازِ خلافتِ حضرت علیؓ میں مطالبۂ قصاص کی بنا پر یہ منازعت ہوئی تھی۔۔۔۔ شیخ ابن حجرؒ نے اس حقیقت کو بھی معتقداتِ اہلسنت سے قرار دیا ہے۔

اے برادر! طریقِ اسلم یہ ہے کہ مشاجرات و منازعاتِ صحابہؓ کے ذکر سے سکوت اختیار کیا جائے۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔۔۔۔ "میرے اصحاب کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا، ان کو نشانۂ ملامت مت بنانا"۔

اس زمانہ میں اکثر لوگ بحثِ امامت کے ضمن میں خلافت اور باہمی مخالفت کی گفتگو کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں اور جاہل اربابِ تاریخ اور سرکش اہلِ بدعت کی تقلید میں اکثر اصحاب کرامؓ کو اچھے کلمات سے یاد نہیں کرتے اور امورِ نامناسبہ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس لیے بر بنائے ضرورت جو کچھ معلوم تھا قیدِ کتابت میں لا کر دوستوں کو بھیجا جاتا ہے۔۔۔۔

الحمدللہ کہ سلطان وقت (جہانگیر) اپنے کو حنفی اور سنی سمجھتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمانوں کو سخت دشواری پیش آتی۔۔۔۔ اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔۔۔۔ پس لازم ہے کہ مدارِ اعتقاد، معتقداتِ اہلسنت پر رکھیں، اور ہر کسی کی باتیں کان میں نہ لائیں۔۔۔۔ "افسانہائے دروغ" پر عقیدے کی بنیاد رکھنا خود کو ضائع کرنا ہے۔۔۔۔ تقلیدِ فرقۂ ناجیہ (اہل سنت و جماعت) ضروری ہے تاکہ امیدِ نجات ہو جائے۔۔۔۔ والسلام علیکم

وعلیٰ سائر من اتبع الهدیٰ والتزم متابعة المصطفیٰ علیه وعلیٰ آله الصلوٰة والسلام۔۔۔۔۔

مکتوب (۲۵۵) ـــــ مولانا[1] محمد طاہر (لاہوریؒ) کے نام ـــــ

(احیاء سنت اور ردِ بدعت کی ترغیب میں)

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ـــــ وہ مکتوب جو حافظ بہاء الدین کی معرفت بھیجا تھا، پہونچا۔ اس نے "فرحتِ فراواں" پہونچائی ـــــ یہ بھی کیا عجیب نعمت ہے کہ محبان و مخلصان "اپنی پوری طاقت سے سننِ مصطفویہؐ میں سے کسی سنت کے زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور (ساتھ ہی ساتھ) بدعاتِ نامرضیہ میں سے کسی بدعت کے دُور کرنے میں پورے طریقے سے مصروف ہوں ـــــ سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں، ایک کے وجود سے دوسرے کی نفی لازم آتی ہے، ان دونوں میں سے کسی ایک کو زندہ کرنا دوسرے کو ختم کر دینا ہے ـــــ سنت کا زندہ کرنا بدعت کو مردہ کرنا ہے۔ اور بدعت کا زندہ کرنا سنّت کو مُردہ کرنا ہے ـــــ بدعت کا "حسنہ" نام رکھیں یا "سیئہ" (وہ تو بہرحال) سنت کے ہٹا دینے کو مستلزم ہے۔

---

[1] حضرت مجددِ الف ثانیؒ کے خلفاء میں آپ کا پایہ بھی نہایت بلند ہے ـــــ صاحب ریاضات و کرامات تھے۔ علوم ظاہریہ میں کمال حاصل تھا اور حافظِ قرآن بھی تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد منازلِ سلوک طے کرنے کا شوق غالب ہوا آپ کو ایسے مرشد کی تلاش تھی جو علم و عمل میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سچّا متبع ہو۔ چنانچہ حضرت مجددؒ کے آستانِ مبارک پر پہونچے۔ اور سالہا سال خدمتِ اقدس میں رہ کر فیوض حاصل کئے ـــــ آپ حضرت مجددؒ کے صاحبزادوں کی تعلیم و تدریس کا کام بھی نہایت اہتمام سے انجام دیتے تھے۔ چنانچہ صاحبزادے آپ کے احسانات کا ذکر کیا کرتے تھے ـــــ حضرت مجددؒ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر بلدۂ لاہور کے طالبانِ معرفت کی رہنمائی کے لیے لاہور روانہ فرما دیا تھا اور طریقۂ قادریہ میں بھی اجازت مرحمت فرمائی تھی ـــــ آپ نے لاہور پہونچ کر طالبانِ حق کی تربیت فرمائی اور اپنے برکات و افاضات سے مخلوقِ خدا کو بہرہ ور کیا ـــــ فقر و قناعت میں زندگی گزاری۔ اہلِ دنیا کی داد و دہش کو قبول نہیں فرماتے تھے، بلکہ اپنی قوتِ بازو سے حلال روزی بہم پہونچاتے تھے، البتہ کوئی دیندار شخص اگر ہدیۃً کوئی چیز پیش کرتا تھا تو اُسے قبول فرما لیا کرتے تھے ـــــ ہر سال چند مرتبہ درویشوں کی جماعت کے ہمراہ بے زاد و توشہ پیدل لاہور سے سرہند آیا کرتے تھے، اور چند روز کوچۂ مرشد میں رہ کر رخصت ہو جاتے تھے ـــــ آپ نے ۸ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ کو بروز پنجشنبہ وفات پائی۔ مزارِ مبارک لاہور ہی میں ہے ـــــ

(زبدۃ المقامات و تذکرۃ العابدین)

شاید "حسنہ" کہہ کر اضافی حُسن مُراد لیتے ہوں، ورنہ حُسنِ مطلق کی تو بدعت میں قطعی گنجائش نہیں ہے ـــــــ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی) تمام سُنّتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، اور جو چیزیں سنت کی مخالف ہیں وہ شیطان کی پسندیدہ ہیں ـــــ بدعتوں کے رائج ہونے کی وجہ سے میری یہ بات آج بہت سوں پر گراں گزرتی رہے، مگر کل بروزِ قیامت معلوم ہوگا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا وہ ـ ـ ـ ـ ـ

مکتوب (۲۵۶) ـــــ شیخ بدیع الدّین[1] سہارنپوری کے نام

(آخری حصہ)

تم نے دریافت کیا تھا کہ (بعض) اربابِ حدیث نے ہر مہینے میں کچھ دن منحوس تحریر کیے ہیں، اس بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟ ـــــ جواب یہ ہے کہ والدِ فقیر (حضرت شیخ عبدالاحد فاروقیؒ) فرماتے تھے کہ:-

---

[1] شیخ بدیع الدین سہارنپوریؒ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں ـــــ آپنے وادیِ سلوک میں گامزنی سے پہلے حضرت مجددؒ سے بعض کتبِ درسیہ بھی پڑھی تھیں ـ مدتوں آستانۂ عالیہ پر مقیم رہ کر تعلیم طریقت کی اجازت سے نوازے گئے ـــــ بعد حصولِ اجازت اپنے وطن مالوف سہارنپور تشریف لے گئے اور طالبانِ معرفت کی اصلاح و تربیت میں مشغول ہوئے، کچھ عرصہ بعد بحکم مرشد آگرہ چلے گئے ـــــ وہاں امراء و غرباء غرض ہر طبقہ کے لوگ آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے ـــــ لیکن آپ سے ایک لغزش یہ ہوگئی کہ حضرت مرشد کی اجازت کے بغیر آگرہ سے سہارنپور چلے آئے ـ یہ بات حضرت مجددؒ کو سخت ناگوار گزری ـ جب آپ کو اس ناراضگی کا حال معلوم ہوا تو دوبارہ آگرہ کا قصد کیا اور حضرت مجددؒ کو اطلاع دی حضرتؒ نے تحریر فرمایا کہ آگرہ کے لئے صحیح وقت وہی تھا، اب اگر تم جاتے ہو تو تم جانو تمھیں اختیار ہے ـــــ شیخ بحالتِ اضطراب اس اُمید میں کہ شاید حضرتؒ کی ناراضگی دور ہو جائے دوبارہ آگرہ چلے گئے ـ اس دفعہ بھی شروع شروع میں خلقِ خدا کو بہت فیض پہونچا لیکن اہلِ عناد نے کچھ دنوں بعد اپنی رنگ آمیزیوں سے کام لے کر ایک زبردست فتنہ آپ کے خلاف برپا کر دیا، اس فتنہ کا اثر حضرت مجددؒ تک بھی پہونچا اور جس کی انتہا یہ ہوئی کہ جہانگیر نے حضرت مجددؒ کو قلعۂ گوالیار میں محبوس کر دیا، اگرچہ بعد کو بادشاہ نادم و پشیمان ہوا، اور اس قصور کی معافی بھی چاہی ـــــ اس المناک واقعہ کے بعد شیخ بدیع الدین اپنے وطن سہارنپور چلے آئے اور ذکر و مراقبہ میں اپنے اوقات بسر کئے ـــــ پچاس سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا، اور طالبانِ علوم دینی و یقینی کے افادے میں مشغول رہے ـــــ سنہ ۱۰۴۲ھ میں وفات پائی ـ

(زبدۃ المقامات و مہر جہانتاب قلمی مؤلفہ مولانا حکیم سید فخر الدین حسنی رائے بریلوی)

شیخ عبداللہ بصریؒ اور شیخ رحمت اللہ سندھیؒ جو کہ اکابر محدثین میں سے تھے اور حرمین شریفین میں شیخین کے لقب سے مشہور تھے یہ دونوں بزرگ ایک مرتبہ ہندوستان وارد ہوئے تھے یہ بزرگ فرماتے تھے کہ اس قسم کی ایک حدیث کرمانی شارح بخاری نے نقل کی ہے لیکن (از روئے سند) وہ حدیث ضعیف ہے ـــــ حدیث صحیح اس بارے میں یہ ہے : ـــــــــ

الایام ایام اللہ والعباد عباد اللہ (یعنی سب دن اللہ کے دن ہیں اور سب لوگ اللہ کے بندے ہیں) ـــــ نیز وہ بزرگ فرماتے تھے کہ "نحوستِ ایام" رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی برکت کے باعث زائل ہوگئی ہے ـــــ "ایام نحسات" امم سابقہ میں تھے" ـــــ عمل فقیر یہ ہے کہ کسی دن کو کسی دن پر ترجیح نہیں دیتا تاوقتیکہ شارع کی طرف سے کسی دن کی ترجیح معلوم نہ کرلے ـــــ جیسے جمعہ کا دن (کہ افضل ہے) اور رمضان کے ایام (کہ وہ برکت و عظمت والے ہیں)۔

مکتوب (۲۵۹) ـــــ اپنے صاحبزادے خواجہ محمد معصیل سرہندیؒ کے نام ـــــ

. . . . اے فرزند! یہ فقیر جتنا غور کرتا ہے اور نظر کو دوڑاتا ہے کوئی علاقہ ایسا نہیں پاتا جہاں پر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نہ پہونچی ہو، بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا نورِ دعوت مانندِ آفتاب ہر جگہ پہونچا ہے حتیٰ کہ یاجوج و ماجوج (کے علاقے) میں بھی جن کے لیے سدِّ (ذوالقرنین) حائل ہے ـــــ (قبل بعثتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم) امم سابقہ میں جب غور کرتا ہوں تو کم مقامات ایسے پاتا ہوں کہ جہاں کسی پیغمبر کی بعثت نہ ہوئی ہو ـــــ حتیٰ کہ زمین ہند جو (بظاہر) اس معاملہ سے دور معلوم ہوتی ہے یہاں پر بھی پاتا ہوں کہ پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور صانعِ مطلق کی دعوت انھوں نے دی ہے ـــــ بعض بلادِ ہند میں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا انوارِ انبیاءؑ ظلماتِ شرک کے اندر مشعلوں کی طرح روشن ہیں . . . . . . اور یہ بھی دیکھتا ہوں کہ یہاں ایک پیغمبر وہ ہے جس پر کوئی ایمان نہیں لایا اور کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ ایک پیغمبر ہے کہ اس پر صرف ایک آدمی ایمان لایا ہے۔ ایک اور ہے کہ دو آدمی اس پر ایمان لائے ہیں۔ بعض پر تین آدمی ایمان لائے ہیں۔ تین سے زیادہ کسی پیغمبر پر ایمان لانے والے نظر نہیں آئے . . . . . . اس مقام پر کوئی کوتاہ اندیش یہ سوال نہ کرے کہ اگر زمینِ ہند میں انبیاءؑ مبعوث ہوئے تھے تو ان کی بعثت کی خبر یقینی طور پر ہم تک پہونچتی، بلکہ وہ خبر اسبابِ نقل کی کثرت کی وجہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہوتی۔ اور جب ایسا نہیں ہے تو یہاں انبیاءؑ بھی مبعوث نہیں ہوئے۔

ـــــ میں کہتا ہوں کہ ان پیغمبروں کی دعوت عام نہ تھی، بلکہ بعض کی دعوت کسی ایک قوم کے ساتھ

مخصوص تھی، بعض کی کسی ایک قریہ یا ایک شہر کے ساتھ مخصوص تھی ــــ ہوسکتا ہے کہ حضرت حق سُبحانہ نے یہاں کسی قوم یا قریے میں کسی شخص کو اس دولتِ نبوت سے مشرف فرمایا ہو، اور اس نے اس قوم کو یا اہلِ قریہ کو معرفتِ صانع کی دعوت دی ہو، غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا ہو، مگر اس قوم یا اہلِ قریہ نے اس پیغمبر کا انکار کیا ہو اور اس کی "تضلیل و تجہیل" کی ہو ــــ جب ان لوگوں کا انکار اور کفر حد کو پہونچ گیا ہوگا تو نصرت و غیرتِ حق نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا ہوگا ــــ اسی طرح بعد کچھ مدت کے کوئی دوسرا پیغمبر کسی قریے یا قوم میں مبعوث ہوا ہوگا اور اس نے بھی دعوتِ معرفتِ صانعِ مطلق دی ہوگی اور غیر خدا کی پرستش سے منع کیا ہوگا، اس کے ساتھ بھی انکار و تکذیب کا معاملہ کیا گیا ہوگا (نتیجے میں) اس قوم کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہوگا ــــ اور اسی طرح جب تک خدا نے چاہا ہوتا رہا ہوگا (اسی بنا پر) زمینِ ہند میں قریوں اور شہروں کے اندر بہت سے آثارِ ہلاکت پائے جاتے ہیں۔

.. .. .. خبرِ نبوت انبیاءِ مبعوثہ کی اُس وقت ہم تک پہونچتی کہ جماعتِ کثیر ان پر ایمان لاتی اور وہ پیغمبر قوت پیدا کر لیتے ــــ ایک پیغمبر آیا، چند روز دعوت دی اور گزر گیا کسی نے اس کی بات کو قبول نہ کیا۔ دوسرا آیا اور کارِ دعوت انجام دیا، اس کا ماننے والا صرف ایک ہوا۔ اور کسی کے فقط دو یا تین ماننے والے ہوئے۔ ایسی صورت میں خبر کیسے منتشر ہوتی، درآنحالیکہ تمام کفار مقامِ انکار میں تھے اور اپنے آباء و اجداد کے مخالف طریقے کو رد کر رہے تھے۔ اس حالت میں ناقل کون ہوتا اور نقل کس کے سامنے کرتا .. ..

مکتوب (۲۶۰)۔ اپنے فرزند میاں شیخ محمد صادق سرہندیؒ کے نام ــــ

(درمیانی حصہ)

.. .. .. اے فرزند! سنو کہ انبیاء علیہم السلام نے دعوت کو "عالمِ خلق" تک محدود رکھا ہے (چنانچہ ارشاد ہوئی ہے) بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے) اور چونکہ قلب کو عالمِ خلق سے مناسبت زیادہ تھی اس لیے انبیاءؑ نے تصدیقِ قلب کی بھی دعوت دی ہے اور "ماوراءِ قلب" کے متعلق انھوں نے (بصراحت) کلام نہیں فرمایا اور اس کو معمولی شے قرار دے کر مقاصد سے شمار نہیں کیا ــــ "تنعماتِ بہشت" "آلامِ دوزخ" "دولتِ دیدار" اور "محرومیِ دولتِ دیدار" یہ سب چیزیں "عالمِ خلق" سے وابستہ ہیں "عالمِ امر" کو ان سے تعلق نہیں ہے۔ جو عمل، فرض، واجب اور سنت ہے اس کی ادائیگی بھی جسم سے تعلق رکھتی ہے اور جسم عالمِ خلق سے ہے۔ اور جو عمل "نصیبِ[1] عالمِ امر" ہے وہ اعمالِ نافلہ سے ہے ــــ وہ قرب جو ان اعمالِ فرض و نفل کا

---

[1] حصہ

ثمرہ ہے ـــــ بمطابقِ اعمال ہوگا ـــــ بس وہ قرب جو ادائے فرائض کا ثمرہ ہے نصیبِ عالم خلق ہوگا اور وہ قرب جو ثمرۂ ادائے نوافل ہے نصیبِ عالم امر ہوگا ـــــ اور اس میں شک نہیں کہ نفل کی فرض کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے، کاش کہ دریائے محیط کے مقابلہ میں قطرے کی نسبت ہی ہوتی (وہ بھی نہیں ہے) بلکہ نفل کی تو سنّت کے مقابلے میں بھی دریا اور قطرے والی نسبت ہے اور خود سنت و فرض کے درمیان بھی نسبتِ قطرہ و دریا ہے ـــــ اس سے قربِ عالمِ خلق اور قربِ عالمِ امر کے درمیانی فرق کو معلوم کیا جا سکتا ہے اور عالمِ خلق کی فضیلت، عالمِ امر پر اسی فرق سے جانی جا سکتی ہے ـــــ اکثر لوگ چونکہ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اِس لیے فرائض کو خراب و خستہ کر کے نوافل کی ترویج و اشاعت میں کوشاں ہوتے ہیں ـــــ "صوفیائے خام" (فقط) ذکر و فکر کو شدید ترین ضروریات سے جان کر فرائض و سنن کی ادائیگی میں کوتاہی برتتے ہیں اور چلہ کشی و ریاضت کو اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کرتے ہیں، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایک فرض نماز جماعت سے ادا کرنا اُن کے ہزاروں چلّوں سے بہتر ہے ـــــ ہاں "ذکر و فکر" آدابِ شرعیہ کو ملحوظ رکھ کر کرنا ضرور بہتر اور اہم بالشّان شے ہے ـــــ علمائے ناعاقبت اندیش بھی ترویج نوافل میں کوشش کرتے ہیں اور فرائض کو خراب و ابتر کر ڈالتے ہیں۔۔۔۔۔۔ وہ ادائے فرائض میں سُستی کرتے ہیں، بہت کم ایسے ہوں گے جو فرائض کو وقت مستحب میں ادا کرتے ہوں ـــــ وہ تو اصل وقت سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں اور تکثیرِ جماعت کا بھی چنداں اہتمام نہیں کرتے ـــــ جماعت میں ایک آدمی یا دو آدمیوں پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں بلکہ بسا اوقات تنہا ہی پڑھ لیتے ہیں ـــــ جب "مقتدایانِ اسلام" یہ معاملہ کریں گے تو عوام کا کیا ٹھکانہ ہے ـــــ اس قسم کی حرکات سے اسلام میں ضعف آ رہا ہے اور اس کردار کی ظلمت سے خواہشات و بدعات کا ظہور ہو رہا ہے ـــــ ؎

اندکے پیش تو گفتم غمِ دل ترسیدم[1]
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

علاوہ ازیں ادائے نوافل سے "قربِ ظِل" میسّر ہوتا ہے اور ادائے فرائض سے ایسا قربِ اصل ملتا ہے جس میں "شائبۂ ظلّیت" نہیں ـــــ البتہ جو نوافل برائے تکمیلِ فرائض ادا کئے جاتے ہیں وہ قربِ اصل کے معاون اور

---

[1] میں نے اپنا غمِ دل تیرے سامنے تھوڑا سا بیان کیا ہے اِس خیال سے کہ کہیں تو آزردہ نہ ہو جائے، ورنہ اِس سلسلے کی باتیں تو بہت ہیں۔ ۱۲

ملحقاتِ فرائض سے ہیں ـــــ (خلاصۂ کلام یہ ہے کہ) ادائے فرائض مناسب عالمِ خلق ہے جس کا رُخ "اصل" کی طرف ہے اور ادائے نوافل، مناسب عالمِ امر ہے جس کا چہرۂ ظل کی طرف ہے۔

ہر چند تمام فرائض قربِ اصل کا فائدہ دیتے ہیں، لیکن ان میں افضل و اکمل نماز ہے ـــــ نماز مومن کے لیے ذریعۂ ترقی ہے ـــــ اس کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ نماز کی حالت میں بندہ اپنے رب سے بہت قریب ہوتا ہے .. .. .. نماز سیئات کو دُور کرتی ہے ـــــ نماز، فحش اور بے حیائی سے منع کرتی ہے ـــــ نماز، وہ ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی راحت اس میں تلاش فرماتے ہیں ـــــ نماز کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) دین کا ستون قرار دیا ہے ـــــ نماز، (از روئے ارشادِ رسولؐ) کفر و اسلام میں فرق کرنے والی شے ہے .. .. .. نورِ سنّت کو ظلماتِ بدعت نے (اس وقت) مستور کر رکھا ہے اور "رونقِ ملّتِ مصطفویہ" کو "کدوراتِ امورِ محدثہ" نے ضائع کر دیا ہے ـــــ تعجب کی بات یہ ہے کہ (مسلمانوں کی) ایک جماعت اِن بدعات کو امورِ مستحسنہ میں سے سمجھتی اور حسنات شمار کرتی ہے، نیز تکمیلِ دین ان بدعات کے ذریعے ڈھونڈھ رہی ہے، اور ان امورِ بدعت کو ادا کرنے کی ترغیب دے رہی ہے، اللہ تعالیٰ اس جماعت کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرے ـــــ اس جماعت کو شاید معلوم نہیں کہ دین تو اِن بدعات کے ظہور سے پہلے ہی کامل ہو چکا، نعمتِ خداوندی تمام ہو چکی، اور دینِ اسلام کو حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ـــــ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (میں نے تمھارے لیے دین کامل کر دیا، تمھارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور پسند کیا میں نے تمھارے لیے اسلام کو دین) ـــــ پس، کمالِ دین ان بدعات میں تلاش کرنا فی الحقیقۃ آیت مذکورہ کے مقتضیٰ کا انکار کرنا ہے۔

اندکے پیش تو گفتم غمِ دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(یہ بھی واضح رہے کہ) علمائے مجتہدین نے فقط احکامِ دین کا اظہار فرمایا ہے نہ کہ اُن باتوں کا اختراع، جو دین میں نہیں ہیں ـــــ پس احکامِ اجتہادیہ اُمورِ بدعت میں سے نہ ہوں گے، بلکہ اصولِ دین میں سے ہوں گے، اس لیے کہ "قیاس" اصلِ[۱] چہارم ہے .. .. ..

---

[۱] بنیاد ـــــ احکامِ شرعیہ کی چار بنیادیں ہیں ـــــ کتاب اللہ، سنّتِ رسول اللہؐ، اجماع، قیاس و اجتہاد۔ ۱۲

مکتوب (۲۶۱) ـــــ میر محمد نعمانؒ کے نام ـــــ

(فضائل نماز اور اُس کے کمالاتِ مخصوصہ کے بیان میں)

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ـــــ عزیز مکرم کو واضح ہو کہ دین کے ارکانِ پنجگانہ میں سے نماز رکنِ دوئم اور جامع عبادات ہے ـــــ نماز ایسا جز ہے جو اپنی جامعیت کی بنا پر حکم کل رکھتا ہے ـــــ نماز تمام ایسے اعمال پر فوقیت رکھتی ہے جو حق تعالیٰ سے قریب کرنیوالے ہیں۔ وہ دولتِ دیدار جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں بہشت کے اندر حاصل ہوئی تھی، دنیا میں واپس آنے کے بعد وہ دولت اس عالم کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں میسر ہوتی تھی۔ .. .. ..

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ـــــ بندہ نماز میں اپنے رب سے بہت قریب ہوتا ہے ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبعین کو نماز میں اِس جہان کے اندر اس دولت سے حظِ وافر اور نصیب کامل حاصل ہوتا ہے ـــــ اگرچہ دیدار حاصل نہ ہو، اِس لیے کہ یہ جہان دیدارِ خداوندی کے لائق نہیں ہے ـــــ نماز "لذت بخش غمگساراں" ہے ـــــ نماز "راحت دہ بیماراں" ہے ـــــ ارحنی یا بلال (اے بلال! اذان کہہ کر میری راحت کا سامان کرو) (حدیث) اسی نماز کا ایک رمز ہے ـــــ اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ اسی جانِ آرزو (نماز) کی طرف ایک اشارہ ہے۔

اذواق و مواجید، علوم و معارف، احوال و مقامات، انوار و الوان، بیقراریاں اور تسلیاں، تجلیات باکیف اور تجلیات بے کیف، ظہوراتِ گوناگوں اور ظہوراتِ بے رنگ، جو کچھ بھی بیرونِ نماز میسر آتے ہیں اور حقیقتِ نماز کی آگاہی کے بغیر ظاہر ہوتے ہیں اُن کی حقیقت سایے سے زیادہ نہیں ہے، بلکہ وہ وہم و خیال کی پیداوار ہیں۔

وہ نمازی جو حقیقتِ نماز سے آگاہ ہے وقتِ ادائے نماز گویا اس جہان سے باہر ہو کر عالم اُخروی میں داخل ہو جاتا ہے ـــــ یقیناً وہ اس وقت میں اس دولت سے حصہ حاصل کر لیتا ہے جو آخرت کے لیے مخصوص ہے اور "اصل" سے "بے شائبۂ ظلیت" بہرہ مند ہو جاتا ہے ـــــ اِس لیے کہ دنیا کمالاتِ ظلی تک محدود ہے، اور وہ معاملہ جو بیرونِ ظل ہے آخرت کے ساتھ خاص ہے .. .. یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی تابعداری میں .. .. .. اس کمال سے مشرف اور اس سعادت سے سعادت مند ہوئی ـــــ اے اللہ! تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے وہ جزا عطا فرما جس کے وہ مستحق ہیں اور وہ جزا عطا فرما

جو ہر نبی کی جزا سے جو اس کو اپنی امت کی طرف سے ملے ـــــ بہتر ہو ـــــ اور تمام انبیاء کو جزائے خیر عطا فرما، اِس لئے کہ انبیاء سب کے سب اللہ کی مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دینے والے اور اللہ کی لقاء کی جانب رہنمائی کرنے والے ہیں ـــــ صوفیاء کی جس جماعت کو حقیقتِ نماز سے آگاہ نہیں کیا گیا اور نماز کے کمالاتِ مخصوصہ سے اطلاع نہیں بخشی گئی، انھوں نے اپنے امراض کا علاج نماز کے علاوہ دوسرے امور میں تلاش کیا، اور اپنی مرادوں کے حصول کو دوسری اشیاء کے ساتھ وابستہ کر دیا۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

مکتوب (۲۶۳) ـــــ تاج العارفین شیخ تاج الدین سنبھلیؒ کے نام ـــــ

(در بیانِ معارف متعلق بہ کعبۂ معظمہ و فضائل صلوٰۃ)

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ ـــــ آپ کے "قدوم مسرت لزوم" کی خبر نے "محبانِ مشتاق" کو فرحتِ فراواں بخشی ـــــ الحمد للہ ـــــ ۵

لہ تاج العارفین شیخ تاج الدین بن زکریا بن سلطان عثمانی نقشبندی حنفی سنبھلیؒ مہاجر مکہ ـــــ سنبھل ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ بعد تحصیلِ علم حضرت خواجہ اللہ بخش گڈھ مکتیشریؒ سے بیعت ہوئے، اور مدتوں ان کی خدمت میں رہ کر ان کے خلیفۂ مجاز ہوئے ـــــ بعد وفات حضرت گڈھ مکتیشریؒ آپ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمتِ اقدس میں لاہور پہونچے اور ان کے یہاں سلسلۂ نقشبندیہ کا سلوک طے کیا بالآخر حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے بھی خلافت حاصل کی، آپ مسلسل دس سال تک حضرت خواجہ دہلویؒ کی خدمت میں رہے۔ ۱۰۱۲ھ میں حضرت دہلویؒ کا وصال ہوا، تو آپ انتہائی غمگین ہوئے اور سیاحت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بلادِ ہند کے علاوہ عراق اور عرب وغیرہ کی سیاحت کی، آخر میں مکہ معظمہ میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ بصرہ، یمن، احسا، نجد اور حجاز میں آپ نے طریقۂ نقشبندیہ کو پھیلایا۔ ابن فضل اللہ محبی نے خلاصۃ الاثر میں آپ کا ذکر کیا ہے، اور اُن اکابر کے اسماء لکھے ہیں جنھوں نے آپ سے فیض اٹھایا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے متعدد مقامات پر آپ کا تذکرہ فرمایا ہے اور آپ کی قبر کی زیارت کی ہے اور اہلِ مکہ کی زبانی آپکے فضائل کا ذکر سُنا ہے۔ ۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۰۵۰ھ کو مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔ ۱۴ر جمادی الاولیٰ کو حرم شریف کے نزدیک اپنی رباط میں جو غالباً کوہِ قیقعان پر تھی مدفون ہوئے ـــــ احقر کا ایک مفصل مقالہ جو آپ کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے، غالباً ۱۳۷۳ھ میں الفرقان کے کسی نمبر میں شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا مقالہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (اُردو) لاہور میں شائع ہوا ہے جس میں آپ کے حالات اور اہم واقعات درج کر دیئے ہیں۔ ۱۲

انصاف بدہ، اے فلکِ مینا فام ٭ تازیں دو کدام خوب تر کرد خرام؟

خورشیدِ جہانتاب تو از جانبِ مشرق ٭ یا ماہِ جہاں گرد من از جانبِ شام؟

(اے فلکِ نیلگوں انصاف سے کہنا کہ تیرے مہرِ جہاں تاب کا خرام جانبِ شرق سے بجانبِ غرب خوب تر ہے یا میرے ماہِ جہاں گرد (شیخ تاج الدینؒ) کا خرام جانبِ شام سے بجانبِ ہندوستان بہتر ہے) ______

جب آپ ہندوستان تشریف لے آئے ہیں تو جلد (ہمارے پاس بھی) تشریف لے آئیں ہم آپ کی آمد کے مشتاق و منتظر ہیں، اور (آپ کی زبانی) بیت اللہ شریف کی خبریں سننے کی آرزو رکھتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک جس طرح کعبۂ ربانی کی صورتِ ظاہر تمام خلائق (بشر و ملک) کی صورتوں کے لئے مسجود الیہا ہے، (یعنی صورتِ کعبہ کو تمام مخلوقات اپنے سجدے کی سمت، بہ حسب ظاہر بناتی ہے) اسی طرح کعبہ شریف کی حقیقت بھی تمام مخلوقات کی حقیقت کا مسجود الیہا ہے ______ یقیناً، حقیقتِ کعبہ تمام حقائق پر فوقیت رکھتی ہے، اور حقیقتِ کعبہ کے کمالاتِ متعلقہ تمام حقائق کے کمالاتِ متعلقہ سے فائق ہیں ______ گویا کہ حقیقتِ کعبہ، حقائقِ کائنات اور حقائقِ الٰہی کے درمیان، برزخی حالت رکھتی ہے ______ حقائقِ الٰہی سے میری مراد پردہ ہائے عظمت و کبریائی ہیں، کیونکہ کوئی رنگ، و کیف، حق سبحانہ کے "دامانِ قدس" تک نہیں پہونچتا، اور کوئی ظلّیت اس تک راستہ نہیں پاتی ______ عروجات و ظہوراتِ دُنیوی کی انتہا بس حقائقِ کائنات تک ہے ______ حقائقِ الٰہی سے کوئی حصّہ ملنا آخرت کے ساتھ مخصوص ہے، مگر نماز میں کہ وہ معراجِ مومن ہے، اور اس میں (وقتی طور پر) گویا دُنیا سے آخرت میں چلا جانا ہوتا ہے، آخرت میں جو نصیب ہوگا اس کا کچھ حصّہ نماز میں میسر ہو جاتا ہے ______ میں سمجھتا ہوں کہ اس دولت کے حصول میں عمدہ شے نمازی کا نماز میں جہتِ کعبہ کی طرف متوجہ ہونا ہے ______ کیونکہ جہتِ کعبہ "ظہوراتِ حقائقِ الٰہی" کا مقام ہے ______ پس کعبہ، دُنیا میں عجیب ترین جگہ ہے ______ بظاہر دُنیا سے ہے اور حقیقت میں آخرت سے تعلق رکھتا ہے ______ نماز نے بھی کعبہ کے تعلق سے یہی حیثیت پیدا کر لی ہے ______ نماز بھی صورت و حقیقت میں جامع دنیا و آخرت ہو گئی ہے ______

یہ امر پایۂ تحقیق کو پہونچ گیا ہے کہ جو حالت ادائے نماز کے وقت میسر ہوتی ہے وہ ان تمام حالات سے اُونچی ہے جو بیرونِ نماز حاصل ہوتے ہیں ______ اس لئے کہ بیرونِ نماز والے حالات "دائرۂ ظل" سے

باہر نہیں نکلتے ہر چند کہ وہ حالات، بلند ہوں ——— اور نماز والی کیفیت و حالت "اصل" سے حصہ رکھتی ہے اور جس قدر فرق ظل و اصل میں ہے اُسی قدر فرق، بیرونِ نماز والی حالت اور اندرونِ نماز والی حالت میں سمجھنا چاہئے ——— اِس فقیر کو دکھایا گیا ہے کہ جو حالت، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بوقتِ موت ظاہر ہوگی وہ حالت نماز سے بھی اونچی ہوگی اس لئے کہ موت، احوالِ آخرت کے مقدمات میں سے ہے، اور جو چیز آخرت سے قریب ہے وہ اتم و اکمل ہے اس لئے کہ دُنیا میں ظہورِ صورت ہے اور آخرت میں ظہورِ حقیقت ہے اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے ——— ایسی ہی وہ حالت جو بہ کرمِ الٰہی "برزخِ صغریٰ" (قبر) میں میسر ہوگی وہ اس حالت سے بڑھ کر ہوگی جو بوقتِ موت ہوتی ہے، یہی نسبت "برزخِ کبریٰ" (قیامت) برزخِ صغریٰ سے رکھتی ہے اِس لئے کہ برزخِ کبریٰ کا "مشہود" اتم و اکمل ہے ——— اور جنّت کا مشہود، برزخِ کبریٰ کے مشہود کی بہ نسبت اتمیت اور اکملیت رکھتا ہے ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ دُنیا ظہور کا محل بالکل نہیں ہے ——— دنیا کے ساتھ جو "ظہوراتِ ظلال" اور "نمودارِ مثال" مخصوص ہیں وہ فقیر کے نزدیک امورِ دُنیویہ میں سے ہیں، اور فی الحقیقت داخلِ دائرۂ امکان ہیں ——— ان ظہوراتِ دُنیا کا کچھ بھی نام رکھ لیں، خواہ تجلّیاتِ صفات، خواہ تجلّیاتِ ذات، اللہ تعالیٰ ان سے وراء الوراء ہے ——— فقیر جب دنیا کو نظرِ غور سے دیکھتا ہے تو محض خالی پاتا ہے، خوشبوئے مطلوب اس مقام سے مشامِ جاں میں نہیں آتی، زیادہ سے زیادہ یہ دنیا مزرعۂ آخرت ہے ——— یہاں مطلوب کو ڈھونڈھنا اپنے آپ کو پریشان کرنا ہے، یا غیر مطلوب کو مطلوب سمجھ بیٹھنا ہے ——— چنانچہ اکثر لوگ اسی (دھوکے) میں گرفتار ہیں، اور خواب و خیال سے تسلّی پا رہے ہیں ——— بلاشک نماز ——— دُنیا میں ایسی شے ہے جو اصل کی خبر دے رہی ہے، اور خوشبوئے مطلوب بہم پہونچاتی ہے ۔۔ ۔۔ ۔۔

مکتوب (۲۶۵) ——— شیخ عبدالہادی بدایونیؒ[۱] کے نام ———

(بیانِ حقوق)

بعد الحمد و الصّلوٰۃ و تبلیغ الدعوات ——— تمہارا مکتوب مرغوب پہونچا بہت خوشی ہوئی ——— اللہ کا شکر ہے کہ ایامِ مفارقت کی درازی نے محبّت و اخلاص پر کوئی اثر نہیں ڈالا، محبّت و اخلاص بدستور

---

[۱] آپ بدایوں کے فاروقی النسب بزرگ ہیں۔ آپ بھی حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے اُن مریدوں میں سے ہیں (بقیہ صـ۱۹۶ پر)

سابق ہے) اس کے باوجود بھی اگر یہاں (سرہند) آجاؤ تو زیادہ مناسب ہے ـــــ لیکن اللہ جو کرے اس میں خیر ہے ـــــ تم نے آرزوئے گوشہ نشینی ظاہر کی ہے ـــــ اچھی بات ہے ـــــ مگر یہ ملحوظ رہے کہ "حقوقِ مسلمانان" ہاتھ سے نہ جانے پائیں ـــــ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ـــــ حق المسلم علی المسلم خمسٌ ردّ السّلام وعیادۃ المریض واتباع الجنائز واجابۃ الدعوۃ وتشمیت العاطس (ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر یہ پانچ حق بھی ہیں: ـ (۱) سلام کا جواب دینا ـ (۲) مریض کی عیادت کرنا ـ (۳) جنازوں کے ساتھ جانا ـ (۴) دعوت کو قبول کرنا ـ (۵) چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے پر یرحمک اللہ کہنا) ـــــ

دعوت کے قبول کرنے کی چند شرائط ہیں جو احیاء العلوم میں مرقوم ہیں اور وہ یہ ہیں: ـــــ اُس دعوت کو قبول نہ کیا جائے جس میں شبہ کا کھانا ہو، یا دعوت کی جگہ یا وہاں کا فرش غیر حلال ہو، یا اس جگہ کوئی خلافِ شریعت چیز ہو مثلاً ریشمی فرش ہے، یا چاندی کے برتن ہیں، یا کسی جاندار کی تصویر چھت پر یا دیوار پر لگی ہوئی ہے، یا مزامیر بجائے جارہے ہیں، یا کسی لہو ولعب اور مذاق میں لوگ مشغول ہیں، یا غیبت، چغلخوری، جھوٹ اور بہتان اور دیگر خرافات ہورہے ہیں ـــــ یہ سب امور وہ ہیں جو دعوت قبول کرنے کو منع کرتے ہیں، اور دعوت کے استحباب کے مانع، نیز موجب تحریم وکراہت ہیں ـ اسی طرح جبکہ دعوت کرنے والا ظالم، بدعتی، یا فاسق یا شریر، یا بیجا تکلّف اور فخر ومباہات کرنے والا ہو ـــــ

شرعۃ الاسلام میں ہے کہ ایسے طعام کو قبول نہ کیا جائے جو دکھاوے اور سناوے کے لئے تیار

(ص۱۹۵ کا بقیہ حاشیہ) جن کی تربیت باطنی بحکم حضرت خواجہ باقی باللہؒ، حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے سپرد تھی ـ حضرت مجدّدؒ نے اپنے پیر ومرشد کو جو مکاتیب تحریر فرمائے ہیں ان میں منجملہ دیگر مسترشدین کی ترقیات کے آپ کی ترقی کا بھی ذکر ہے ـ مدت تک حضرت مجدّدؒ کی خدمتِ بابرکت میں رہنے کے بعد تعلیم طریقت کی اجازت سے ممتاز ہوئے ـ آپ حضرت مجدّدؒ کے قدیم خلفاء میں سے ہیں ـــــ آپ کا وصال ۹ شعبان المعظم ۱۰۴۰ھ کو بدایوں میں ہوا، وہاں پر مزار شریف خرم شاہ کے تکیہ میں ہے ـــــ (زبدۃ المقامات، تذکرۃ الواصلین مولفہ بسمل صدیقی بدایونی، آثار اولیائے شہر بدایوں مولفہ سید منظور علی بدایونی) ۱۴۰

کیا گیا ہو ——— محیط میں ہے کہ ایسے دسترخوان پر بیٹھنا جائز نہیں جس پر لہو ولعب اور گانا بجانا ہو رہا ہو، یا ایسی قوم بیٹھی ہو جو غیبت کر رہی ہو یا شراب پی رہی ہو ——— مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ: اگر یہ رکاوٹیں نہ ہوں تو دعوت کو قبول کر لینا چاہیئے ——— اگرچہ اس زمانہ میں ان رکاوٹوں کا مفقود ہونا دشوار ہے ——— اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ عزلت و گوشہ نشینی اغیار سے ہوا کرتی ہے نہ کہ دوستوں سے۔ ع

عُزلت از اغیار باید نے زیار

.. .. عیادتِ مریض سُنّت ہے، اگر اس مریض کی کوئی شخص خبر گیری اور تیمارداری کر رہا ہو ——— اور اگر کوئی اس مریض کا خبر گیر و تیمار دار نہیں ہے تو پھر اس کی عیادت واجب ہے ——— چنانچہ حاشیۂ مشکوٰۃ میں (مرقاۃ کے حوالہ سے) یہی لکھا ہے ——— نمازِ جنازہ میں حاضر ہونا چاہیئے، اور کم از کم چند قدم ہی جنازے کے پیچھے چلنا چاہیئے کہ حقِ میّت (کچھ نہ کچھ) ادا ہو جائے ——— اور جمعہ و جماعتِ پنجگانہ اور نمازِ عیدین میں حاضر ہونا ضروریاتِ اسلام سے ہے، اس کے بغیر چارہ کار نہیں۔ باقی اوقات کو "تبتل و انقطاع" (گوشۂ عزلت) میں (جی چاہے تو) گذاریں ——— لیکن سب سے پہلے تصحیح نیت کر لیں، گوشہ نشینی کو کسی غرض دنیاوی کے لئے اختیار نہ کریں ——— ذکرِ الٰہی کے ذریعے، جمعیتِ باطن حاصل کرنے اور لاطائل باتوں سے بچنے کے علاوہ گوشہ نشینی کا کوئی دوسرا مقصد نہ ہو ——— تصحیح نیت کرنے میں خوب اچھی طرح احتیاط سے کام لیں، ایسا نہ ہو کہ کوئی غرضِ نفسانی گوشہ نشینی کے ضمن میں پوشیدہ ہو ——— تصحیح نیت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے التجا اور تضرع و زاری بہت کچھ کریں، اور عجز و انکسار کو بھی عمل میں لائیں شاید کہ حقیقتِ نیت میسر ہو جائے .. .. باقی حالات کو ملاقات پر موقوف رکھا ہے ——— والسّلام

مکتوب (۲۶۶) ——— خواجہ عبید اللہؒ و خواجہ عبد اللہؒ[۱]

صاحبزادگان حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام ———

(یہ مکتوب بہت طویل اور اہم ہے، اس میں عقائد کا بیان ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے

---

[۱] یہ دونوں صاحبزادے دو ماؤں سے تھے۔ ان میں بڑے خواجہ عبد اللہؒ تھے جن کا لقب (خواجہ کلاں) تھا، اور خواجہ عبید اللہ (خواجہ خرد) کہلاتے تھے، اور اپنے بڑے بھائی سے تقریباً چار ماہ چھوٹے تھے۔ (بقیہ صفحہ ۱۹۸ پر)

مالا بد منہ کے شروع میں عقائد کی بحث میں اس مکتوب سے اقتباسات لئے ہیں ____

شاہ غلام علی دہلوی نے اس مکتوب کے متعلق فرمایا ہے کہ :۔ ____ " یہ علمِ عقائد میں فائدہ کثیر رکھتا ہے، اس کو علیحدہ لکھ لکھ کر لوگوں کو دینا چاہیئے"۔) ____

بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات ____ مخدوم زادوں کی خدمت میں التماس ہے کہ یہ فقیر سرے پاؤں تک آپ کے والد ماجد کے احسانات میں غرق ہے ____ طریقت میں الف، ب کا سبق انھیں سے لیا ہے اور اس راہ کے حروف کی تہجی انھیں سے سیکھی ہے ____ "اندراج النہایۃ فی البدایہ" کی دولت انھیں کی برکتِ صحبت سے حاصل کی ہے، اور "سفر در وطن" کی سعادت کو انکی خدمت کے صدقے ہی میں پایا ہے، ان کی توجہ مبارک نے دو ڈھائی ماہ میں اس ناقابل کو نسبتِ نقشبندیہ تک پہونچادیا اور اکابر کے "حضور خاص" کو بھی عطا فرمایا ____ اس مدتِ قلیلہ میں جو کچھ "تجلیات وظہورات" یا "انوار والوان" "بے رنگیہا و بے کیفیہا" ان کے طفیل میں رونما ہوئے ان کی کیا تشریح کروں ____ ان کی توجہ مبارک کی برکت سے معارفِ توحید وغیرہ کا (شاید ہی) کوئی دقیقہ رہ گیا ہو جو اس فقیر پر واضح نہ کیا گیا ہو، اور اس کی حقیقت سے اطلاع نہ پائی ہو.. .. .. .. جبکہ اتنی عظیم الشان دولت آپ کے والدِ بزرگوار سے اس فقیر کو پہونچی ہو تو اگر تمام عمر بھی اپنے سر کو خدامِ بارگاہِ عالی کے قدموں میں پائمال کروں تب بھی کچھ حق ادا نہ ہو ____

(ص۱۹۷ کا بقیہ حاشیہ) دونوں بڑے صاحبِ فضائل و کرامات تھے ____ خواجہ خرد حضرت مجدد الف ثانیؒ سے مجاز بھی تھے، اور انھوں نے بڑے بڑے اکابر علماء کو درس دیا ہے ____ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم دہلویؒ حضرت خواجہ خردؒ سے بھی بیعت تھے ____ مکتوباتِ امامِ ربانیؒ میں تقریباً سات مکتوب ان صاحبزدگان کے نام ہیں ____ خواجہ کلاںؒ نے ۱۰۳۱ھ میں اور خواجہ خردؒ نے ۱۰۷۴ھ میں وصال فرمایا، اور اپنے والد بزرگوارؒ کے قریب دفن ہوئے ____ مؤرخین نے ان دونوں صاحبزادوں کے القاب کی تعیین اور سنِ وفات اور دیگر حالات میں بڑی غلطیاں کی ہیں ____ سید کمال سنبھلیؒ نے جو خواجہ خردؒ کے براہِ راست مرید تھے، اسراریہ میں دونوں بھائیوں کے مفصل حالات لکھے ہیں ____ میں نے اسراریہ، زبدۃ المقامات، مآثر الکرام وغیرہ سے اخذ کر کے ان دونوں صاحبزادوں پر ایک مقالہ لکھا ہے، جو "بحرِ ولایت کے دو آبدار موتی" کے عنوان سے الفرقان بابتہ ماہ جمادی الاخریٰ ورجب ۱۳۷۲ھ میں شائع ہوچکا ہے۔ ____ (فریدی غفرلہٗ)

اپنی کوتاہیوں کو کیا گناؤں اور اپنی شرمندگی کا کیا اظہار کروں ــــــ معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے کہ انھوں نے ہم کوتاہ عمل لوگوں کے کام کو اپنے ذمّہ لازم کرکے خدام بارگاہ کی خدمت کے لئے اپنی کمرِ ہمّت کو کس لیا ہے اور ہم دُور افتادوں کو فارغ البال کر دیا ہے۔ ؎

گر برتن من زبان شود ہر موئے[1]

یک شکرِ دے از ہزار نتوانم کرد

فقیر تینؔ مرتبہ حضرت پیر و مرشد کے آستانے پر (اُن کی زندگی میں) حاضر ہوا ہے، آخری حاضری پر فقیر سے ارشاد فرمایا کہ:ــــــ مجھ پر ضعفِ بدن غالب آگیا ہے اُمیدِ حیات کم ہے ــــــ میرے بچّوں کے حالات سے خبردار رہنا ــــــ پھر اپنے سامنے آپ دونوں کو طلب کیا، اُس وقت آپ دونوں دودھ پیتے بچّے تھے ــــــ حکم فرمایا کہ:۔ ان بچّوں پر توجہ کرو۔ اُن کے حکم سے ان کے سامنے ہی توجہ کی گئی، حتّٰی کہ اس کا اثر ظاہر میں بھی نمایاں ہوا ــــــ بعد ازاں فرمایا کہ:۔ ان بچّوں کی ماؤں پر بھی غائبانہ توجہ کرو۔ حسب الارشاد اُن پر بھی غائبانہ توجہ کی گئی ــــــ اُمید ہے کہ حضرتِ والا کی موجودگی کی برکت سے وہ توجہ نتائج پیدا کرے گی ــــــ یہ خیال نہ کرنا کہ میں پیر و مرشد کی وصیت کو فراموش کر چکا ہوں یا تغافل برتتا ہوں، ایسا ہرگز نہیں ہے، البتہ (راہ سلوک طے کرانے کے لئے) آپ کے اشاروں کا منتظر ہوں ــــــ اب چند فقرات بطور خیر خواہی لکھے جاتے ہیں اُمید کہ گوش ہوش سے سُنیں گے ــــــ اللہ تعالیٰ آپ کو سعادت مند کرے ــــــ

فرضِ اوّلین، نزدِ عقلاء، تصحیح عقائد ہے ــــــ فرقۂ ناجیہ اہلسنّت وجماعت کے مطابق ــــــ چنانچہ بعض مسائلِ اعتقادیہ کا بیان کیا جاتا ہے ــــــ

اللہ تعالیٰ اپنی ذاتِ مقدس کے ساتھ موجود ہے، اور تمام اشیاء اُسی کی ایجاد سے موجود ہیں ــــــ اللہ تعالیٰ ذات میں، صفات میں اور افعال میں یکتا ہے ــــــ کسی کو کسی بات میں اس کے ساتھ فی الحقیقت کوئی شرکت نہیں ہے ــــــ نہ وجود میں اور نہ اُس کے علاوہ (علم وقدرت وغیرہ) میں، کوئی مشارکتِ اسمی و

---

[1] اگر میرے جسم کا ہر رونگٹا زبان بن جائے تب بھی واجب شکر کے ہزار حصّوں میں سے ایک حصّہ بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ ۱۲

مناسبتِ لفظی ہو تو وہ بحث سے خارج ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ کے صفات و افعال اس کی ذات کی طرح "بے چوں" و "بے چگونہ" ہیں۔ اُن کو مخلوق کے صفات و افعال سے کوئی مناسبت نہیں ہے ـــــــ مثلاً صفتِ علم ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ صفت قدیم اور بسیط ہے، کہ اس میں "تعدُّد و تکثُّر" راہ نہیں پاتا ہے، اگرچہ وہ تعدُّد "باعتبارِ تعدُّدِ تعلقات" ہی کیوں نہ ہو ـــــــ اس لئے کہ وہاں ایک انکشاف بسیط ہے، کہ معلوماتِ ازل و ابد اُسی انکشاف سے منکشف ہوتے ہیں، وہ تمام اشیاء کے احوالِ متناسبہ و متضادّہ، کلیۃً و جزئیۃً ہر اک کے اوقاتِ مخصوصہ کے اندر آنِ واحد میں جانتا ہے ـــــــ ایک ہی آن میں زید کو موجود، معدوم، ماں کے پیٹ میں، جوان، بوڑھا، زندہ، مردہ، قائم، قاعد، مستند، پہلو پر لیٹا ہوا، خنداں، گریاں، متلذّذ، متالّم، عزیز، ذلیل، برزخ میں، حشر میں، جنّت میں، تلذّذات کے اندر ـــــــ جانتا ہے ـــــــ پس تعدُّدِ تعلق بھی اس مقام پر مفقود ہے، اس لئے کہ تعدُّدِ تعلقات، تعدُّدِ اوقات اور تکثُّرِ ازمنہ چاہتا ہے، اور وہ یہاں ہے نہیں ـــــــ اللہ تعالیٰ پر نہ زمانہ جاری ہے نہ تقدُّم و تاخُّر ـــــــ پس اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں معلومات کا تعلق ثابت کریں تو وہ ایک ایسا تعلق ہوگا جو جمیع معلومات سے متعلق ہے، اور وہ تعلق بھی مجہول الکیفیت ہے، اور صفتِ علم کی طرح بے چون و بے چگونہ ـــــــ وہ جملہ اشیاء کو آنِ واحد میں جانتا ہے ـــــــ اس کی ایک مثال پیش کر کے مسئلے کو قریب الفہم کرتا ہوں ... (دیکھئے) یہ بات ممکن ہے کہ ایک شخص ایک وقت میں "کلمہ" کو اُس کے "اقسامِ متبائنہ" یا "احوالِ متغائرہ" اور "اعتباراتِ متضادّہ" کے ساتھ ـــــــ جانے ـــــــ یعنی ایک ہی وقت میں اُس کلمہ کو اسم، فعل، حرف، ثلاثی، رباعی، مُعرب، مبنی، متمکّن، غیر متمکّن، منصرف، غیر منصرف، معرفہ، نکرہ، ماضی، مستقبل، امر، نہی، کی حیثیت سے جان لے ـــــــ بلکہ جائز ہے کہ وہ شخص کہے کہ میں کلمہ کے یہ تمام اقسام و اعتبارات، آئینۂ کلمہ میں بیک وقت تفصیل سے دیکھتا ہوں ـــــــ پس جبکہ علمِ ممکن اور "دیدِ ممکن" میں اضداد جمع ہو سکتے ہیں تو پھر علمِ واجب تعالیٰ میں جبکہ اللہ کے لئے "مثلِ اعلیٰ" ہے ـــــــ کیوں بعید ہوں گے؟ ـــــــ یہ بھی واضح رہے کہ یہ جمع ضدین صورۃً ہے، ورنہ فی الحقیقت اُن کے درمیان، ضدّیت مفقود ہے ـــــــ اس لئے کہ ہر چند حق تعالیٰ نے زید کو آنِ واحد میں موجود و معدوم جانا ہے، لیکن اُسی آن میں یہ جانتا ہے کہ اس کے وجود کا زمانہ مثلاً ۱۰۰۰ھ ہے اور اس کے "عدمِ سابق" کا وقت اس سے پہلے والا سال ہے اور "عدمِ لاحق" کا وقت ۱۱۰۰ھ ہے ـــــــ اس میں درحقیقت کوئی بھی تضاد نہیں ... ... اِس تحقیق سے

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چند جزئیاتِ متغیرہ سے تعلق رکھے مگر اس کے علم میں تغیر راستہ نہیں پاتا، اور گمانِ حدوث اُس کی اس صفت میں نہیں ہوسکتا ــــــــ اسی طرح کلام حق تعالیٰ بھی ایک "کلام بسیط" ہے کہ ازل سے ابد تک اُسی کلام سے متکلم ہے۔ امر، نہی، اعلام، استعلام، تمنی، ترجی اُسی ایک کلام سے ظاہر و ہویدا ہیں، اور تمام "کتبِ منزلہ" اور "صُحفِ مرسلہ" اسی کلام بسیط کا ایک ورق ہیں ــــــــ توریت اسی کلام سے تحریر میں آئی، انجیل نے اسی سے صورتِ لفظی پیدا کی، زبور اسی سے مسطور ہوئی اور قرآن مجید بھی اسی کلام سے نازل ہوا۔ ؎

واللہ[1] کلام حق کہ علی الحق یکیست و بس
پس در نزول مختلف آثار آمدہ

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ایک فعل ہے کہ مصنوعاتِ اوّلین وآخرین اُسی ایک فعل سے وجود میں آئیں ــــــــ (چنانچہ ارشاد ہے) وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ــــــــ (نہیں ہے ہمارا کام مگر ایک کلمہ مانند پلک جھپکانے کے)۔ یہ آیۂ کریمہ اسی حقیقتِ مذکورہ کی طرف ایک اشارہ ہے ــــــــ احیاء، اماتت، ایلام، انعام اسی فعل سے مربوط ہے۔ نیز موجود کرنا اور معدوم کرنا بھی اسی فعل سے ناشی ہے ــــــــ پس فعلِ حق تعالیٰ میں بھی تعددِ تعلقات ثابت نہیں، ــــــــ بیک تعلق، مخلوقاتِ اولین و آخرین اپنے وجود کے اوقاتِ مخصوصہ میں وجود پذیر ہوتی ہیں ــــــــ یہ تعلق بھی اللہ تعالیٰ کے فعل کی طرح بے چون و بے چگونہ ہے ... ...

اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا، اور نہ کوئی چیز اس کے اندر حلول کرسکے ــــــــ لیکن وہ "محیطِ اشیاء" ہے اور اشیاء سے قرب و معیت کا تعلق رکھتا ہے، وہ ایسا احاطہ اور ایسا قرب و معیت نہیں جو ہمارے فہمِ ناقص میں آجائے یہ شایانِ قدس نہیں ہے ــــــــ جو کچھ کشف و شہود سے معلوم کرتے ہیں حق تعالیٰ اُس سے بھی منزہ ہے اس لئے کہ ممکن (بشر وغیرہ) کو اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال کی حقیقت سے سوائے جہل و حیرت کے کچھ میسر نہیں ہے غیب پر ایمان لانا چاہیئے اور جو کچھ مکشوف و مشہود ہو اُس کی تحت "لا" نفی کرنا چاہیئے۔ ؎

---

[1] خدا کی قسم کلام حق درحقیقت بس ایک ہی ہے، نزول میں اس کے آثار مختلف ہوئے جدا۔ ۱۲

عنقا شکارِ کس نہ شود دام باز چیں[1]

اینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

حضرت پیر و مرشدؒ کی مثنوی کا یہ شعر بھی اس مقام کے مناسب ہے۔ ؎

ہنوز ایوانِ استغنا بلند است[2]

مرا فکرِ رسیدن نا پسند است

پس ہم ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ محیطِ اشیاء ہے اور اشیاء کے قریب اور اُن کے ساتھ ہے لیکن احاطہ، قرب اور معیت کی حقیقت ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے؟ .. .. .. اللہ تعالیٰ کا کسی چیز سے اتحاد نہیں، اور نہ کوئی چیز اس سے متحد ہے ــــــ اللہ تعالیٰ غنیِ مطلق ہے، ذات میں بھی، صفات میں بھی، افعال میں بھی ــــــ کسی بات میں کسی چیز کا محتاج نہیں .. .. .. اللہ تعالیٰ تمام صفاتِ نقصان اور نشاناتِ حدوث سے مُنزّہ و مُبرّا ہے، جس طرح جسم و جسمانی نہیں ہے ــ مکانی و زمانی بھی نہیں ہے ــــــ تمام صفاتِ کمال اسی کے لئے ثابت ہیں منجملہ اُن صفاتِ کمال کے یہ آٹھ صفات بھی ہیں ــــــ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام، تکوین .. .. .. اللہ تعالیٰ قدیم و ازلی ہے، اس کے غیر کی یہ شان نہیں .. .. .. ممکنات تمام کی تمام چاہے وہ جواہر ہوں یا اعراض، عقول ہوں کہ نفوس، افلاک ہوں یا عناصر ــ قادرِ مختار کی ایجاد سے ہیں، وہی ان کو پردۂ عدم سے وجود میں لایا ہے ــــــ یہ ممکنات جس طرح وجود و حدوث میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، اپنی بقا میں بھی اسی کے محتاج ہیں ــــــ اللہ تعالیٰ نے اسباب و وسائط کو اپنے فعل اور اپنی حکمت کا پردہ پوش بنا دیا ہے۔ .. .. .. اربابِ عقل و ہوش جن کی چشمِ بصیرت میں متابعتِ انبیاء کا سرمہ لگا ہوا ہے ــــــ جانتے ہیں کہ اسباب و وسائل جو کہ وجود و بقا میں محتاجِ خدا ہیں اور اپنا ثبوت و قیام اسی سے رکھتے ہیں اور جو کہ جمادِ محض ہیں کس طرح اپنے جیسے (محتاج) میں تاثیر اور ایجاد و اختراع کر سکتے ہیں (لامحالہ) ایک قادر ہے

---

[1] عنقا کسی کا شکار نہیں ہوا کرتا اپنے جال کو اٹھالے۔ جال کے لئے اس جگہ ہمیشہ محرومی ہوتی ہے۔ ۱۲

[2] ابھی تک ایوانِ استغنا بلند ہے، میرے لئے وہاں تک پہونچنے کی فکر ناپسندیدہ بات ہے۔ ۱۲

جو ان اسباب کے پس منظر میں ہر چیز ایجاد کرتا ہے اور اس کو کمالاتِ لائقہ عطا فرماتا ہے۔ ایک بے جان چیز کی حرکت کو دیکھ کر عقلمند لوگ اس حقیقت کا پتہ چلا لیتے ہیں کہ اس کو حرکت دینے والا کوئی ضرور ہے اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ حرکت خود اس بے جان کے لائقِ حال نہیں ہے اس کے پیچھے ایک فاعل ہے جو اس فعل کی ایجاد کر رہا ہے .. .. ہاں ایک بیوقوف کی نظر میں فعلِ جماد، فاعلِ حقیقی کے فعل کا ردیوش و پردہ پوش ہو جاتا ہے، وہ اپنی کمالِ کند ذہنی کی بنا پر جمادِ محض کو اس کے فعل پر نظر کر کے صاحبِ قدرت سمجھ رہا ہے اور فاعلِ حقیقی کا منکر ہے .. ..

ایک جماعت ہے جو رفعِ اسباب (اسباب کے نظر انداز کرنے) میں کمال سمجھ بیٹھی ہے اور اشیاء کو ابتداءً بے وسیلۂ اسباب حضرتِ حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرتی ہے، وہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ رفعِ اسباب سے رفعِ حکمت لازم آتا ہے جس حکمت کے ضمن میں بہت سی مصلحتیں ملحوظ ہیں۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ـــــــ انبیاء علیہم السلام (کا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ) اسباب کی رعایت بھی فرماتے ہیں اور پھر معاملہ کو سپردِ خدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے نظرِ بد کا خیال کر کے اپنے لڑکوں کو وصیت فرمائی کہ :- يَا بُنَيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ اَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ (اے لڑکو! دیکھو مصر کے ایک دروازہ سے تم سب کے سب داخل نہ ہونا، بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا) اس رعایتِ اسباب کے ساتھ ساتھ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا، اور فرمایا :- وَمَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (میں تم سے قضائے خداوندی کو کچھ بھی دفع نہیں کر سکتا، فرماں روائی تو بس اسی کی ہے، اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی پر متوکلین کو توکل کرنا چاہیئے) ـــــــ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس معرفت کی تعریف و تحسین فرمائی، اور اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ چنانچہ اس کے بعد ارشاد ہے :- وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور یعقوبؑ صاحبِ دانش تھے، اور اُس علم سے بہرہ ور تھے جو ہم نے اُن کو سکھایا تھا، لیکن اکثر آدمی اس حقیقت کو نہیں جانتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آقائے نامدار حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو بھی اسباب اختیار کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ارشادِ باری ہے:۔ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(اے نبیؐ! کافی ہے آپ کو خدا، اور کفایت کرتے ہیں آپ کے لئے وہ مسلمان جو آپ کی پیروی کرتے ہیں) ــــــــــــ

باقی رہی تاثیرِ اسباب سو جائز ہے کہ حضرتِ حق تعالیٰ بعض اوقات اسباب میں تاثیر پیدا فرما دیں تاکہ وہ مؤثر ہو جائیں اور بعض اوقات تاثیر کو پیدا نہیں بھی فرماتے اور کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، چنانچہ ہم اسباب میں اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ .. .. .. مطلقاً تاثیرِ اسباب کا انکار ایک قسم کی ہٹ دھرمی ہے تاثیر کا قائل ہونا چاہئے لیکن اس تاثیر کو اس کے سبب کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا چاہئے .. .. توسطِ اسباب کا ہونا منافیِ توکل نہیں ہے جیسا کہ ناقصوں نے منافیِ توکل سمجھ لیا ہے، بلکہ توسطِ اسباب کے اندر کمالِ توکل ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے رعایتِ سبب کرنے اور پھر سپردِ بخدا کرنے کو توکل قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے "عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ"۔

اللہ تعالیٰ ارادہ کنندۂ خیر و شر بھی ہے اور خیر و شر کا خالق بھی ہے، البتہ خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں ــــــــــ یہ ارادہ و رضا کا فرق وہ ہے کہ حضرتِ حق تعالیٰ نے اہلِ سنت پر اس کو منکشف فرما دیا ہے، باقی تمام فرقے اس فرق سے بہرہ ور نہ ہونے کی وجہ سے گمراہی کے گڑھے میں پڑ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو قدرت و ارادہ عطا فرمایا ہے کہ اپنے اختیار سے کسبِ افعال کرتے ہیں، خلقِ افعال حضرتِ حق کی طرف سے ہے اور کسبِ افعال کا تعلق بندوں سے ہے ــــــــــ عادۃُ اللہ اس طرح جاری ہے کہ بندہ جب اپنے فعل کا قصد کرتا ہے تو خلقِ حق تعالیٰ اس فعل کے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے اور چونکہ بندے کا فعل اس کے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے ناچار مدح و ذم اور ثواب و عقاب کا بھی اس سے تعلق ہو جاتا ہے۔ .. .. .. اللہ تعالیٰ کو مومنین آخرت میں بہشت کے اندر "بے جہت و بے کیف" اور "بے شبہ و مثال" دیکھیں گے۔ یہ دیدارِ باری کا وہ مسئلہ ہے کہ سوائے اہلِ سنّت کے جمیع فرقہ ہائے اسلام اس کے منکر ہیں، دیگر فرقے رویت بے جہت و بے کیف کو تجویز نہیں کرتے۔

بعثتِ انبیاء علیہم السلام "رحمتِ عالمیان" ہے، اگر ان بزرگوں کا توسط وجود نہ ہوتا تو ہم گمراہوں کی واجب الوجود کی معرفتِ ذات و صفات کی طرف کون رہنمائی کرتا؟ اور مرضیاتِ خداوندی اور عدم مرضیاتِ خداوندی میں کون تمیز دیتا؟ ــــــــــ ہماری ناقص عقلیں انبیاء کی دعوت کے بغیر اس حقیقت سے معزول و معطل اور ہمارے افہام نا تمام ان بزرگواروں کی تقلید کے بغیر اس معاملہ میں خوار کردہ شدہ ہیں۔

بعثتِ انبیاء ایک ایسی حجۃ بالغہ ہے کہ عذاب و ثواب اخروی و دائمی ـــــ اسی سے متعلق ہے۔ . .

(یقیناً) بعثتِ انبیاء عینِ رحمت ہے، کیونکہ "سببِ معرفتِ ذات و صفاتِ واجب الوجود" ہے اور یہ معرفت ہی "سعادتِ دنیویہ و اُخرویہ" کو متضمن ہے اور اسی بعثت کی بدولت یہ تمیز ہوئی ہے کہ یہ چیزیں مناسب جناب قدس ہیں اور یہ نامناسب ہیں ـــــ ہماری لنگڑی اندھی عقل جو کہ "داغِ امکان و حدوث" سے داغدار ہے کیا جانے کہ اُس حضرتِ واجب الوجود کے مناسب کہ قدامت جس کے لوازم سے ہے کون کون سے اسماء و صفات اور افعال ہیں اور کون کون سے نامناسب ہیں؟ تاکہ مناسب کا اطلاق کیا جائے اور نامناسب سے اجتناب ہو ـــــ بلکہ بسا اوقات یہ عقلِ ناقص کمال کو نقصان اور نقصان کو کمال سمجھ لیتی ہے۔

یہ مناسب و نامناسب کا امتیاز، نزدِ فقیر تمام ظاہری و باطنی نعمتوں سے بالاتر ہے ـــــ وہ بڑا ہی کم بخت ہے جو امورِ نامناسبہ اور اشیاءِ ناشائستہ کے ساتھ حضرت حق سبحانہ کو منسوب کرے۔ ـــــ باطل کو حق سے اور غیر مستحق عبادت کو مستحقِ عبادت سے جدا و ممتاز کرنا ـــــ بعثتِ انبیاء کا ہی کارنامہ ہے ـــــ بعثتِ انبیاء ہی کے ذریعے راہِ حق کی جانب دعوت دی گئی ہے اور بندوں کو سعادتِ قرب و وصل تک پہونچایا گیا ہے ـــــ اسی بعثت سے مرضیاتِ خداوندی پر آگاہی میسر ہوئی ہے اور اسی کی برکت سے ملکِ خداوندی کے اندر جوازِ تصرف اور عدمِ جوازِ تصرف متمیز ہوتا ہے۔ پس یہ امر مسلّم ہے کہ بعثتِ انبیاء (سراپا) رحمت ہے جو شخص خواہشاتِ نفسِ امّارہ کا مطیع ہوگیا ہے وہ بحکم شیطانِ لعین انکارِ بعثت کرتا ہے اور بمقتضائے بعثت عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا.........

حصولِ تصفیہ و تزکیہ ان اعمالِ صالحہ کے انجام دینے سے متعلق ہے جو مرضیاتِ مولیٰ ہوں، اور یہ بات بھی موقوف ہے بعثتِ انبیاء پر، پس بغیر بعثت، حصولِ حقیقت تصفیہ و تزکیہ بھی میسر نہیں ـــــ ـــــ اور جو صفائی کفار و اہلِ فسق کو حاصل ہو جاتی ہے وہ (در حقیقت) صفائے نفس ہے نہ کہ صفائے قلب، ـــــ صفائے نفس سے سوائے گمراہی اور خسارے کے کسی اور بات کی طرف رہنمائی نہیں ہوتی ـــــ صفائے نفس کی حالت میں جو بعض امورِ غیبیہ کا کشف، کفار و اہلِ فسق کو ہو جاتا ہے وہ استدراج ہے اور استدراج سے مقصود، جماعتِ کفار و اہلِ فسق کے خسارے کے علاوہ کچھ نہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلا سے بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نجات دے ـــــ اس سے معلوم ہوا کہ از راہِ بعثت جو تکلیفِ شرعی ثابت و لازم ہوئی ہے وہ بھی رحمت ہی رحمت ہے ـــــ

ایسا نہیں ہے جیسا کہ تکلیف شرعی کے منکر بعض ملحد و زندیق گمان کرتے ہیں اور "تکلیف" کو "کلفت" تصور کر کے غیر معقول سمجھے ہوئے ہیں اور (برملا) کہتے ہیں (ارے صاحب) یہ کون سی مہربانی ہے کہ بندوں کو امورِ شاقہ کے ساتھ تکلیف دیں اور پھر کہیں کہ اگر بندے اس تکلیف کے مقتضیٰ پر عمل کریں گے تو بہشت میں جائیں گے ورنہ دوزخ میں جائیں گے ــــ

(ان منکرین سے دریافت کرو کہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو (اعمالِ صالحہ کا) کیوں مکلّف نہ کریں؟ اور اپنے بندوں کو کیوں آزاد چھوڑ دیں کہ بس کھاؤ، سو جاؤ اور اپنے طور پر زندگی بسر کرو ــــ یہ کم نصیب و بے خرد منکرین شاید یہ نہیں جانتے کہ شکرِ منعم، عقلاً واجب ہے اور یہ تکلیفاتِ شرعیہ اس شکر کی ادائیگی کا بیان ہیں ــــ پس عقل کی رو سے بھی تکلیف شرعی واجب ہوگی ــــ نیز نظامِ عالم اسی تکلیفِ شرعی سے مربوط ہے۔ اگر ہر ایک کو یوں ہی آزاد چھوڑ دیا جاتا تو سوائے شرارت و فساد کے اور کچھ بھی ظہور میں نہ آتا ــــ ہر بوالہوس دوسرے کے نفس و مال میں دست درازی کرتا اور گناہ و خیانت کے ساتھ پیش آتا اس طرح خود بھی ضائع ہوتا اور دوسرے کو بھی ضائع کرتا ــــ اگر شرع کے زواجر و موانع موجود نہ ہوتے تو پناہ بخدا بُرا حال ہوتا) ــــ

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ (تمھارے لیے قصاص میں اے عقل والو حیات مضمر ہے۔ یعنی قصاص کا حکم سبب حیات ہے۔) ــ

اگر چوبِ حاکم نہ باشد زپے[عہ]
کند زنگیٔ مست در کعبہ قے

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور بندے اُسکے مملوک ہیں، پس جو حکم و تصرف وہ ان میں فرمائے عینِ خیر و صلاح ہے اور شائبۂ ظلم و فساد سے مُبرّا و منزہ ہے۔

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ (اس سے اس کے افعال کی بازپرس کا کسی کو حق نہیں)۔

کرا زہرہ آنکہ از بیم او[عہ]
کشاید زبان جز بہ تسلیم او

عہ اگر حاکم کا ڈنڈا نہ ہو تو زنگی شرابی کعبے میں قے کرنے کی جرأت کرے گا۔

عہ کس کی مجال ہے کہ اُس کے سامنے سوائے تسلیم و رضا کے زبان کھولے۔

وہ اگر سب کو دوزخ میں بھیجدے اور عذاب ابدی کرے تو کوئی اعتراض کا موقع نہیں اور نہ یہ کسی غیر کی ملکیت میں تصرف ہے کہ اس میں شائبہ ستم ہو ــــــ بخلاف ہماری املاک کے کہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی املاک ہیں ان میں بدونِ تجویزِ خداوندی ہمارے جمیع تصرفات عین ستم ہیں ــــــ البتہ صاحبِ شرع نے بعض مصالح کی بنا پر اُن املاک کی نسبت ہماری طرف کی ہے ورنہ فی الحقیقت وہ اسی کی ملکیت ہیں۔ پس ان میں ہمارا تصرف اُسی قدر جائز ہوگا جتنا مالک علی الاطلاق (خداوند کریم) نے تجویز فرمادیا اور مُباح قرار دے دیا ہے ــــــ ان انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی طرف سے مطلع ہو کر جو خبریں دی ہیں اور جو احکام بیان فرمائے ہیں وہ سب صادق اور مطابق واقع ہیں۔۔۔۔۔۔ قبر میں منکر نکیر کا سوال مومنوں اور کافروں سے ہونا حق و ثابت ہے۔ قبر ایک برزخ ہے جو درمیان دُنیا و آخرت ہے۔ قبر کا عذاب اس حیثیت سے تو عذابِ دُنیوی سے تعلق رکھتا ہے (ایک دن) ختم ہوجائے گا اور دوسری حیثیت سے وہ عذابِ اُخروی سے مناسبت رکھتا ہے اس لیے کہ وہ حقیقت میں عذابہائے آخرت سے ہے ــــــ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْہَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا (کافر صبح و شام آتشِ دوزخ پر پیش کیے جائیں گے) یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں ہے ــــــ اسی طرح راحتِ قبر بھی دو حیثیتیں رکھتی ہے، وہ شخص بڑا سعادت مند ہے جس کی لغزشوں اور جس کے گناہوں کو بکمالِ مہربانی معاف فرمادیں اور کوئی گرفت نہ فرمائیں ــــــ اگر مواخذہ نہ فرمائیں بھی تو کمالِ رحمت سے دُنیا کی تکالیف کو اس کے گناہوں کا کفّارہ قرار دے دیں اور کچھ گناہ رہ جائیں تو فشارِ قبر کو اور اُن تکلیفوں کو جو قبر میں ہوتی ہیں کفّارہ کردیں تاکہ پاک و پاکیزہ ہو کر محشر میں اُٹھے ــــــ اور جس کے ساتھ ایسا نہ کریں اور اس کے مواخذہ کو آخرت پر چھوڑ دیں تو یہ بھی عین عدل ہے۔ مگر ایسی صورت میں گناہگاروں اور شرمساروں کا بُرا حال ہوگا ــــــ لیکن اگر (وہ گناہگار) اہلِ اسلام و ایمان ہے تو آخرکار اُس کے ساتھ رحمت کا معاملہ ہوگا اور وہ عذابِ ابدی سے محفوظ رہے گا یہ بھی بڑی نعمت ہے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ــــــ بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ــــــ

روزِ قیامت حق ہے، اور اس روز آسمان، ستارے، زمین، پہاڑ، دریا، حیوان، نباتات

معادن یہ سب چیزیں ختم ہوجائیں گی ـــــ آسمان شق ہوجائیں گے اور ستارے منتشر، زمین اور پہاڑ پراگندہ ذرات کی طرح ہوجائیں گے ـــــ یہ نیست و نابود کرنا نفخۂ اولیٰ سے تعلق رکھتا ہے نفخۂ ثانیہ سے (مُردے) قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور محشر کی طرف روانہ ہوں گے ...... (قرآن کی بہت سی آیات اس حقیقت کو واضح کر رہی ہیں)

...... حساب، میزان اور پلِ صراط حق ہے۔ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خبر دی ہے۔ طورِ نبوت سے ناواقف لوگوں نے جو ان باتوں کو بعید سمجھ کر انکار کیا ہے اُن کا انکار درجۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اس لیے کہ طورِ نبوت طورِ عقل سے ماوراء ہے ـــــ اخبارِ صادقۂ انبیاء کو نظرِ عقل سے موافق کرنے کی کوشش کرنا فی الحقیقۃ انکارِ طورِ نبوت ہے، یہ معاملہ تو تقلیدِ انبیاء پر مبنی ہے، یہ نہ سمجھ لینا کہ طورِ نبوت، طورِ عقل کے مخالف ہے، نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ عقل بغیر تقلیدِ انبیاء کے مطلبِ عالی تک راہ یاب نہیں ہوسکتی (عقل کو تقلیدِ انبیاء ضروری ہے) ـــــ مخالفت دوسری چیز ہے اور عدمِ ادراک دوسری بات ہے ـــــ مخالفت تو بغیر ادراک کے متصور ہی نہیں ہوتی (جب عقل بیچاری بعض احکامِ شرعیہ کو سمجھ ہی نہیں سکتی تو اس کی مخالفت کیا کرے گی)۔

بہشت و دوزخ موجود ہیں "بعد از محاسبہ روزِ قیامت" ایک گروہ کو بہشت میں داخل کریں گے اور ایک گروہ کو دوزخ میں۔ (مومنین کو) ثواب اور (کفار کو) عذاب، دائمی و ابدی ہوگا۔ اس ثواب و عذاب کی انتہا نہیں ہے جیسا کہ نصوصِ قطعیہ اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔

...... ملائکہ خدا کے بندے ہیں وہ معاصی سے معصوم اور خطا و نسیان سے محفوظ ہیں ـــــ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (فرشتے اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس کام کے لیے مامور ہوتے ہیں اس کو انجام دیتے ہیں)۔ ـــــ

فرشتے کھانے پینے سے پاک ہیں اور تذکیر و تانیث سے مُبرا و مُنزہ ہیں ـــــ قرآنِ مجید میں ان کے لیے ضمیریں مذکر جو آئی ہیں وہ اس لیے کہ صنفِ ذکور کو شرف حاصل ہے صنفِ نساء کے مقابلے میں ـــــ اللہ تعالیٰ خود اپنے لیے بھی ضمائر کی تذکیر ہی لائے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے بعض کو رسالت و پیغام رسانی کے لیے چُن لیا ہے جیسا کہ بعض انسانوں کو اس دولت سے مشرف فرمایا ہے ـــــ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ (اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور

انسانوں میں سے فرستادوں کو چن لیا ہے) ـــــ جمہور علماء اہلِ حق اس عقیدے پر ہیں کہ خواصِ بشر خواصِ فرشتہ سے افضل ہیں......

ایمان نام ہے تصدیقِ قلبی کا یعنی دین کی ان باتوں کی (تصدیق) جو بطریقِ تیقن اور بطورِ تواتر ہم تک پہونچی ہیں ـــــ اقرارِ لسانی کو بھی جو احتمالِ سقوط رکھتا ہے رکنِ ایمان کہا ہے ـــــ اس تصدیق کی علامت، کفر و کافری اور خصائص و لوازمِ کافری سے بیزاری ہے.........
اگر عیاذاً باللہ تصدیقِ قلبی کا دعوا کرنے کے بعد (اپنے اعمال و افعال کے ذریعہ) کفر سے بیزاری کا اظہار نہ کرے (بلکہ ایسے افعال اس سے سرزد ہوں جو کفر سے راضی ہونے پر دلالت کرتے ہوں)، تو وہ دونوں دینوں کا قبول کرنے والا اور داغِ ارتداد سے داغدار قرار دیا جائے گا اور فی الحقیقۃ اس کا حال منافق کا سا ہے کہ لَا اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ۔ (منافق نہ اِس ہی طرف ہے نہ اُس ہی طرف)....

فائدہ جلیلہ دوزخ کا عذاب ابدی جزائے کفر ہے اور بس (ایمان کے ہوتے عصیان وگناہ کے بدلے میں ابدی عذاب نہ ہوگا) ـــــ اگر دریافت کیا جائے کہ ایک شخص ہے جو باوجود ایمان کے کچھ رسوم کفر بھی بجالاتا اور تعظیم مراسم کفر کرتا ہے جیسا کہ بہت سے مسلمانانِ ہند اس بلا میں مبتلا ہیں ـــــ علماء ایسے شخص کے کفر کا حکم لگاتے ہیں اور اہلِ ارتداد سے سمجھتے ہیں پس بفحوائے علماء ایسا شخص عذابِ ابدی میں گرفتار ہونا چاہیے حالانکہ احادیثِ صحاح میں آیا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس کو دوزخ سے (بالآخر) نکال لیا جائے گا اور عذابِ دائمی میں نہیں چھوڑا جائے گا......... میری تحقیق یہ ہے کہ اگر کافر محض ہے تب تو عذابِ دائمی کا مستحق ہے ......اور اگر ادائیگی مراسم کفر کے ساتھ ساتھ ذرۂ ایمان بھی رکھتا ہے تو عذابِ دوزخ میں تو ضرور مبتلا ہوگا لیکن اس ذرۂ ایمان کی برکت سے اُمید ہے کہ دوامِ عذاب اور گرفتاریٔ دائمی سے نجات پاجائے.

ـــــ فقیر ایک مرتبہ ایک شخص کی عیادت کو گیا تھا جس کے اوپر نزع کا عالم طاری ہوچکا تھا. اس مرنے والے کی حالت پر توجہ کی گئی تو محسوس ہوا کہ اس کا دل "ظلماتِ بسیار" رکھتا ہے ـــــ فقیر ہر چند اُن ظلمات کو دور کرنے کی طرف متوجہ ہوا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، بہت کچھ توجہ کرنے کے بعد (از راہِ کشف والہام) معلوم ہوا کہ یہ ظلمات اُن صفاتِ کفر سے پیدا ہوئے ہیں جو اُس شخص کے اندر چھپے ہوئے ہیں اور ان تمام کدورتوں اور تاریکیوں کا منبع اُس کی دوستیٔ کفر و اہلِ کفر ہے ـــــ توجہ سے یہ

ظلمات دور نہ ہوں گے ـــــ ان ظلمات کا تنقیہ، عذابِ نار سے ہوگا جو جزائے کفر ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شخص ایمان کا ذرہ بھی اپنے اندر رکھتا ہے، اس ذرۂ ایمان کی برکت سے آخر کار اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا ـــــ جب یہ حال مشاہدے میں آیا تو پھر یہ خیال ہوا کہ اس شخص کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ بعد از توجہ یہ بات ظاہر ہوئی کہ نماز جنازہ پڑھنا چاہیئے ـــــ ...... پس وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے رسومِ کفر بھی انجام دیتے ہیں اور کفار کے ایام کی تعظیم کرتے ہیں اُن کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہیئے۔ اور (مطلقاً) کفار سے ملحق نہ کرنا چاہیئے...... اُمید ہے کہ ایسے لوگ سزا بھگت کر آخر کار ببرکت ایمان عذابِ دائمی سے چھٹکارا پا جائیں گے...

زیادتی و نقصانِ ایمان کے بارے میں علمار کا اختلاف ہے ـــــ امام اعظمؒ فرماتے ہیں۔ الایمان لایزید ولا ینقص ـــــ (ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ہے) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے ـــــ اس میں شک نہیں کہ ایمان، تصدیق و یقینِ قلبی کا نام ہے اور اس تصدیق و یقین میں زیادتی و نقصان کی گنجائش نہیں ہے، اس لیے کہ جو قبولِ زیادت و نقصان کرے وہ داخلِ دائرۂ ظن ہے یقین نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہو سکتی ہے کہ اعمالِ صالحہ کی ادائیگی، یقین میں روشنی پیدا کردے اور اعمالِ غیر صالحہ یقین کو تیرہ و تاریک کر دیں۔ اس لحاظ سے زیادتی و نقصان کا ثبوت باعتبارِ اعمال، یقین کو روشن کرنے میں ہوا نہ کہ نفسِ یقین میں ـــــ ایک جماعت نے جب کسی یقین کو روشن و مجلی پایا تو اُس کو اُس یقین سے زیادہ کہہ دیا جو انجلا اور روشنی نہیں رکھتا تھا ـــــ گویا کہ بعض نے غیر روشن یقین کو یقین ہی نہیں سمجھا اُسی روشن یقین کو یقین جان کر غیر روشن یقین کو ناقص کہہ دیا ـــــ دوسری جماعت جو چشمِ باطن تیز رکھتی ہے اُس نے دیکھا کہ یہ زیادتی و نقصان، صفاتِ یقین سے متعلق ہیں، نہ کہ نفسِ یقین سے، انھوں نے لامحالہ یقین کو غیر زائد اور غیر ناقص کہا ـــــ مثلاً دو برابر کے آئینے ہیں کہ اُن کے انجلاء و نورانیت میں فرق ہو۔ اب ایک شخص اُس آئینے کو دیکھتا ہے جو انجلاء زیادہ رکھتا ہے اور جس میں نمائندگی چہرہ زیادہ ہے، اور دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ آئینہ دوسرے آئینے سے زیادہ ہے جس میں اتنی انجلاء و نمائندگی نہیں ہے ـــــ دوسرا شخص کہتا ہے کہ دونوں آئینے برابر ہیں آپس میں کم و بیش نہیں، البتہ اگر فرق ہے تو انجلاء اور نمائندگی میں ہے اور یہ انجلاء و نمائندگی آئینوں کی صفات میں سے ہے...... اس تحقیق سے

جس کے اظہار کی فقیر کو توفیق ملی ہے وہ اعتراضات زائل ہو گئے جو عدمِ زیادتی اور نقصانِ ایمان پر معترضین نے کیے ہیں اور تمام مومنین کا ایمان تمام وجوہ سے مثل ایمان انبیاء علیہم السلام نہ ہوا۔ اس لیے کہ ایمانِ انبیاء تمام تر منجلی اور نورانی ہے۔ اس کے ثمرات و نتائج تو بہت ہی زیادہ ہوں گے بمقابلہ ایمانِ عامۃ المومنین کے کہ وہ ایمان ظلمات و کدورات بھی رکھتا ہے۔ اسی طرح ایمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی جو کہ وزن میں تمام اُمت کے ایمان سے زیادہ ہے (درحقیقت) انجلا رو نورانیت اور صفاتِ کاملہ کے اعتبار سے زیادہ سمجھنا چاہیے۔

دیکھیے انبیاء علیہم السلام، نفسِ انسانیت میں تمام مومنین کے مساوی ہیں اور حقیقت و ذات میں سب متحد ہیں لیکن صفاتِ کاملہ کی وجہ سے ان کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے ۔۔۔۔ اور باوجود اس فرق کے نفسِ انسانیت میں کوئی زیادتی و نقصان نہیں ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انسانیت قابلِ زیادتی و نقصان ہے ــــ یہ بھی کہا گیا ہے کہ "تصدیقِ ایمانی سے مراد بعض کے نزدیک تصدیقِ منطقی ہے جو ظن و یقین دونوں کو شامل ہے اس صورت میں نفسِ ایمان میں زیادتی و نقصان کی گنجائش ہے"۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ تصدیق سے مراد اس مقام پر یقین و اذعانِ قلبی ہے وہ عام یقین نہیں جو ظن کو بھی شامل ہو ــــــ

امامِ اعظمؒ فرماتے ہیں انا مومنٌ حقاً ــــ (میں یقیناً مومن ہوں) امام شافعیؒ فرماتے ہیں انا مومنٌ انشاء اللہ تعالیٰ ــــ (میں ایمان والا ہوں اگر اللہ تعالیٰ چاہے) یہ اختلاف فی الحقیقۃ نزاعِ لفظی سے زیادہ نہیں ہے ــــ پہلے قول کا تعلق ایمانِ حال سے ہے اور دوسرے مقولے کا تعلق مآل و عاقبت کار سے ہے ۔۔۔۔۔

کراماتِ اولیاء حق و ثابت ہیں ۔۔۔۔۔ معجزۂ نبی دعویٰ نبوت سے مقرون ہوتا ہے اور کرامتِ ولی، متابعتِ نبی کے ساتھ مقرون ہوتی ہے ۔۔۔۔۔

ترتیب افضلیت، خلفاء راشدین کے درمیان، خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے ــــ لیکن افضلیتِ شیخین باجماعِ صحابہ و تابعین ثابت ہوئی ہے چنانچہ اس حقیقت کو اکابر ائمہ کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے جن میں سے ایک امام شافعیؒ بھی ہیں ــــ شیخ امام ابوالحسن اشعریؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تفضیل پھر حضرت عمر فاروقؓ کی تفضیل ــــ بقیہ اُمت پر۔

قطعی ہے ۔۔۔ ذہبیؒ نے کہا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول ان کی خلافت
کے زمانے میں جم غفیر کے سامنے تواتر کے ساتھ منقول ہے ۔۔۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ افضل امت ہیں"
۔۔۔ اس روایت کو کچھ اوپر اسّی راویوں نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے ۔۔۔۔۔۔ بخاریؒ نے
حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں بہتر
ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ الخ ۔۔۔ ذہبیؒ وغیرہ نے سند صحیح سے حضرت علیؓ سے روایت کی ہو کہ انھوں
نے فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو مجھے حضرات شیخین پر فضیلت دیتے ہیں ۔۔۔
جو بھی مجھکو اُن پر فضیلت دیتا ہے وہ مفتری ہے اور اُس کے لیے وہ سزا ہے جو ایک مفتری کے لیے
ہونا چاہیے ۔۔۔ دار قطنیؒ نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ میں جس کسی کو پاؤں گا کہ وہ ابوبکرؓ
و عمرؓ پر مجھے فضیلت دے رہا ہے تو میں اُس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جتنے ایک مفتری کے لگنے چاہئیں
۔۔۔ اس قسم کی روایتیں خود حضرت علیؓ سے اور دیگر صحابہ کرامؓ سے اس کثرت سے بتواتر آئی ہیں
کہ ان روایات سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ۔۔۔ یہاں تک کہ اکابر شیعہ میں سے عبدالرزاق
نے کہا ہو کہ میں حضرت علیؓ کے فرمانے کے بموجب شیخین کی فضیلت کا قائل ہوں ورنہ میں کبھی شیخین
کو فضیلت نہ دیتا ۔۔۔ میرے نزدیک یہ گناہ کی بات ہے کہ میں حضرت علیؓ سے محبت کا دعویٰ
کروں اور اُن کے قول کی مخالفت کروں"۔ یہ تمام اقوال صواعق محرقہ مؤلفہ علامہ فقیہ محدث شہاب الدین احمد
بن حجر الھیثمی المکیؒ سے لیے گئے ہیں ۔۔۔ اب رہی تفضیل عثمانؓ بر علیؓ ۔۔۔ سو اکثر علمائے
اہلسنت اس پر ہیں کہ بعد از شیخینؓ، افضل، حضرت عثمانؓ ہیں پھر حضرت علیؓ ۔۔۔ ائمہ اربعہ
مجتہدین کا مذہب بھی یہی ہے ۔۔۔ اور جو توقف امام مالکؒ سے افضلیت عثمانؓ بر علیؓ کے بارے
میں منقول ہے ۔۔۔ قاضی عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ امام مالکؒ نے اس توقف سے رجوع کر لیا
ہے اور وہ تفضیلِ عثمانؓ کے قائل ہو گئے تھے ۔۔۔ اسی طرح امامِ اعظمؒ کی اس عبارت سے توقف
سمجھا گیا ہے ۔۔۔ "من علامات السنة والجماعة تفضيل الشيخين ومحبة
الختنين" ۔۔۔ (علاماتِ اہلِ سنت وجماعت میں سے یہ بھی ہے کہ شیخین کو فضیلت دی
جائے اور حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ سے محبت رکھی جائے) ۔۔۔ فقیر کے نزدیک یہ عبارت
ایک اور مطلب پر مشتمل ہے وہ یہ کہ (اتفاق سے) چونکہ فتنوں کا ظہور اور امورِ مردم میں اختلال،

خلافت علیؓ و عثمانؓ کے زمانہ میں بہت کچھ ہوا تھا اور لوگوں کے دلوں میں اس بنا پر کچھ کدورت راہ پا گئی تھی، امام اعظمؒ نے اس بات کو ملاحظہ فرما کر ان دونوں حضرات کے لیے محبت کا لفظ اختیار فرمایا اور ان کی دوستی کو علاماتِ اہل سنت سے قرار دیا ـــــ بغیر اس کے کہ توقف کا شائبہ بھی ملحوظ ہو ـــــ اور امام اعظمؒ توقف کیسے کرتے؟ جب کہ کتبِ حنفیہ بھری ہوئی ہیں اس قول سے کہ خلفاء راشدین کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے ـــ الغرض فضیلت شیخینؓ یقینی ہے اور افضلیت عثمانؓ بر علیؓ اتنی یقینی نہیں ہے ـــــ اور احتیاط اسی میں ہے کہ منکرِ افضلیت حضرت عثمانؓ کو بلکہ منکرِ افضلیت شیخینؓ کو بھی کافر نہ کہیں ہاں بدعتی اور گمراہ جانیں اس لیے کہ علماء ایسے شخص کی تکفیر میں مختلف ہیں ـــــ ......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے ـــــ خدا سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں ـــــ دیکھو میرے بعد ان کو نشانۂ ملامت نہ بنانا ـــ جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے وہ میری دوستی و محبت کی بنا پر ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ میری دشمنی کی وجہ سے ایسا کرتا ہے ـ جو ان کو رنجیدہ کرتا ہے وہ مجھ کو رنجیدہ کرتا ہے اور جو مجھے رنجیدہ کرتا ہے وہ خدا کو ناراض کرتا ہے پس نزدیک ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اس کو پکڑ لے ـــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ـــــ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں لعنت کرتا ہے اُن پر اللہ دُنیا و آخرت میں (سورۂ احزاب) .... صحابۂ کرامؓ میں جو منازعات و مشاجرات ہوئے ہیں اُن کو اچھے معانی پر محمول کرنا چاہیے اور ان واقعات کو خواہشِ نفسانی اور تعصب سے دور رکھا جائے ـ

ـــــ علامہ تفتازانیؒ باوجود افراطِ حُبِ علیؓ کے فرماتے ہیں کہ صحابہ کے جو مخالفات و محاربات اُن کے مقابلے میں واقع ہوئے ہیں وہ خلافت کا نزاع نہ تھا بلکہ خطائے اجتہادی تھی ـــــ شرح عقائد کے حاشیۂ خیالی میں ہے کہ حضرت معاویہؓ اور اُن کی جماعت نے حضرت علیؓ کی اطاعت سے بغاوت کی اور ساتھ ہی اس امر کا اعتراف بھی کیا کہ حضرت علیؓ اپنے زمانے میں افضل ہیں اور وہ خلافت کے ان سے زیادہ حقدار ہیں ـــــ اور یہ وقتی ناچاقی ترکِ قصاصِ عثمانؓ کی بنا پر تھی ـــــ کمال الدین اسمٰعیل نے حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ہمارے جن بھائیوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے وہ فاسق و کافر نہیں ہیں اس لیے کہ وہ تاویل کرتے ہیں" ـ

اس میں شک نہیں کہ خطائے اجتہادی، ملامت اور طعن و تشنیع سے کوسوں دور ہے ـــــــ حقوقِ صحبتِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت کرکے تمام صحابہ کرام کو اچھائی کے ساتھ یاد کرنا چاہیئے اور دوستیٔ پیغمبرؐ کی بنا پر اُن کو دوست رکھنا چاہیئے۔

حضرت امیرؓ سے جنگ کرنے والوں سے ہماری کوئی رشتے داری نہیں ہے بلکہ بظاہر تو ہمارے لیے بھی یہ موقع تھا کہ ہم بھی رنجیدہ ہوتے لیکن وہ اصحابِ کرامِ پیغمبرؐ ہیں اور ہم کُل صحابہ کرامؓ کی محبت کا حکم کیے گئے ہیں اور بغض سے روک دیئے گئے ہیں اس لیے ناچار دوستیٔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے سب صحابہ کو دوست رکھتے ہیں اور صحابہؓ سے بغض رکھنے سے گریزاں ہیں کیونکہ صحابہؓ سے بغض وایذا کا معاملہ، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے ـــــ مگر حق بجانب کو حق بجانب کہتے ہیں اور بے قصد خطا کرنے والے کو مُخطی ـــــ اس سے زیادہ کہنا فضول بات ہے ـــــ

بعد از تصحیحِ عقائد، احکامِ فقہ کے سیکھے بغیر چارہ نہیں ہے اور فرض، واجب، حلال، حرام، سنت، مندوب، مشتبہ اور مکروہ کا جاننا بھی ضروری ہے ـــــ اور ایسے ہی علم فقہ کے مقتضیٰ کے مطابق عمل کرنا بھی لابدی ہے۔ کتبِ فقہ کا مطالعہ ضروریات سے سمجھیں اور اعمالِ صالحہ کی ادائیگی میں سعیٔ بلیغ کریں۔ نماز (جو کہ ستونِ دین ہے) کے کچھ فضائل وارکان تحریر کرتا ہوں۔ غور سے سُنیں۔ ـــــ سب سے پہلے پورا اور مکمل وضو کرنا ضروری ہے ـــــ ہر عضو کو تین بار بتمام وکمال دھونا چاہیئے تاکہ سُنت کے مطابق وضو ہو ـــــ (ادائیگی سنت کی غرض سے) پورے سر کا مسح کرنا چاہیئے اور مسح گوش اور مسح گردن میں خوب خیال رکھنا چاہیئے ـــــ پاؤں کی اُنگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے انگلیوں کے نیچے کرنا آیا ہے، اس کا خیال رکھیں، کسی مستحب کو ادا کرنے کو تھوڑا نہ جانیں ـــــ فعلِ مستحب اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ومحبوب ہے ـــــ اگر تمام دُنیا کے عوض اللہ تعالیٰ کا ایک پسندیدہ اور محبوب فعل معلوم ہو جائے اور اس کے تقاضے کے بموجب عمل در آمد میسر آجائے تو غنیمت ہے (دنیا کے عوض ایک فعلِ مستحب مل جانا) یہ ایسا ہے کہ کوئی شخص چند ٹھیکرے دیکر جوہرِ نفیس کو خرید لایا، یا بے کار چیز کے بدلے میں جان کو حاصل کر لیا ـــــ طہارتِ کامل اور مکمل وضو کا کے بعد نماز کا ـــــ جو کہ معراجِ مومن ہے ـــــ قصد کرنا چاہیئے اور اس امر کا اہتمام

ہو کہ کوئی نمازِ فرض بے جماعت ادا نہ ہو بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہونے پائے
—— نماز مستحب وقت میں ادا کرنی چاہیئے —— بقدر مسنون، قراۃ ہو —— رکوع وسجود میں اطمینان
کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ یہ فرض ہے یا بقول مختار واجب ہو —— تو مے میں سیدھا کھڑا ہونا چاہیئے،
اس طرح کہ ہڈیاں اپنی اپنی جگہ رجوع کریں —— سیدھا کھڑے ہونے میں بھی اطمینان درکار ہے اس لیے
کہ یہ فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے علی اختلاف الاقوال —— امام تسبیح (رکوع وسجدہ میں)
مقتدیوں کے حال کے مطابق پڑھے —— (لیکن) یہ شرم کی بات ہے کہ (نوافل وغیرہ پڑھتے وقت)
انفرادی حالت میں کوئی شخص قوت واستطاعت کے ہوتے کم درجے کی تسبیحات پر (تین کے عدد پر)
اکتفا کرے (تنہائی میں)، کم از کم پانچ یا سات بار تو کہنا چاہیے سجدے میں جاتے وقت جو اعضاء
زمین کے نزدیک ہیں (ترتیب سے) اوّل اُن کو زمین پر رکھے پس اوّل دونوں زانو زمین پر رکھے
اس کے بعد دونوں ہاتھ اس کے بعد ناک اس کے بعد پیشانی رکھے زانو اور ہاتھ کو زمین پر رکھتے
وقت دائیں سے ابتدا کی جائے —— سر اٹھاتے وقت جو عضو آسمان سے قریب ہیں اوّل انکو
اٹھانا چاہیے، پس پہلے پیشانی کو اٹھایا جائے —— بوقت قیام موضعِ سجود پر نظر رہنی چاہیئے.
رکوع کرتے وقت اپنے قدموں پر نگاہ ہو —— سجدے کے وقت ناک کی نوک پر نگاہ ہو —— قعدے
میں دونوں ہاتھوں یا گود پر نظر ہو —— جب نظر پراگندگی اور انتشار سے بچا لی جاتی ہے اور جاہائے
مذکورہ پر جمالی جاتی ہے تو نماز حضورِ دل کے ساتھ میسّر ہوتی ہے اور خشوع کے ساتھ ادا ہوتی ہو
...... ایسے ہی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا رکوع کے وقت کھول دینا اور سجدہ کرتے وقت ہاتھوں
کی انگلیوں کا ملا لینا سنت ہے —— اس کی بھی رعایت کرنا چاہیئے —— انگلیاں کھولنا اور بند
کرنا بے فائدہ نہیں ہے —— صاحب شرع نے اس میں فوائد ملاحظہ فرما کر ہی اس پر عمل فرمایا ہو۔
ہمارے لیے کوئی فائدہ متابعتِ صاحبِ شریعت ؐ کے برابر نہیں ہے —— یہ احکام کتب فقہ
میں تفصیل و وضاحت مذکور ہیں یہاں پر ان کو اس لیے ذکر کیا گیا ہے تاکہ علم فقہ کے مطابق
عمل کرنے کی ترغیب ہو —— اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق تصحیح عقائد کے بعد —— اعمالِ
صالحہ کی اور اُن اعمال کی ادائگی کی جو علوم شرعیہ کے موافق ہوں —— توفیق دے ——
بحرمتہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ——

_____ اگر فضائلِ نماز اور اُس کے کمالاتِ مخصوصہ کے جاننے کا شوق اپنے اندر پائیں تو یہ تین مکتوب[۵] مطالعہ کریں (۱) مکتوب بنام فرزندی محمد صادق (۲) مکتوب بنام میر محمد نعمان (اکبر آبادی)، (۳) مکتوب بنام مشیخت مآب میاں شیخ تاج (سنبھلی) _____

بعد حاصل کرنے اعتقاد و عمل کے دو بازوؤں کے، اگر توفیق ایزدی رہنمائی فرمائے تو طریقۂ صوفیا رکا سلوک ہے _____ یہ سلوک اس لیے نہیں کہ اس اعتقاد و عمل سے زائد یا نئی کوئی شے حاصل کریں، بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات کے بارے میں ایسا یقین و اطمینان حاصل کریں کہ وہ یقین و اطمینان کسی شک ڈالنے والے کے شک ڈالنے سے زائل نہ ہو سکے اور کسی شبہ کے وارد ہونے سے باطل نہ ہو _____ پائے استدلال چوبیں ہے اور استدلال کرنے والا سخت بے تمکین ہے _____ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب (آگاہ ہو جاؤ اللہ کے ذکر سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں)۔

_____ (نیز سلوک سے یہ فائدہ بھی ہے کہ) اعمال کے لیے سہولت حاصل کریں اور سستی و سرکشی جو نفسِ امارہ سے پیدا ہوتی ہے زائل کر دیں _____ طریقۂ صوفیا پر چلنے سے مقصود یہ نہیں ہے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ اور انوار و الوان کا معائنہ کریں یہ تو خود داخلِ لہو و لعب ہے _____ یہ حسی صورتیں اور انوار کیا نقصان رکھتے ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضات و مجاہدات کر کے تمنائے صُور و انوار غیبی کرے اس لیے کہ یہ (حسی) صورتیں اور وہ (غیبی) صورتیں اور یہ انوار اور وہ انوار سب کے سب مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں.....

مکتوب (۲۶۷) خواجہ حسام الدین احمد دہلوی کے نام (آخری حصہ)

.... وہ مکتوب جو خواجہ زادگان (خواجہ عبد اللہ و خواجہ عبید اللہ) کو لکھا ہے۔ آپ کی نظر سے گزرے گا _____ مخدوما مکرما! جو نئی بات طریقت میں پیدا کی جائے وہ فقیر کے نزدیک اس بدعت سے کم نہیں جو شریعت میں پیدا کی جائے۔ برکاتِ طریقت اس وقت تک باقی رہتے ہیں جب تک کوئی امرِ جدید پیدا نہ کیا جائے۔ جب امرِ جدید طریقت میں پیدا ہوا اُس

---

۵ ان برنسہ مکتوبات کا ترجمہ پچھلے اوراق میں ہو چکا ہے۔

طریق کی راہ فیوض و برکات بند ہوگئی ـــ پس محافظت طریق بھی اہم مقاصد میں سے ہے اور مخالفتِ طریق سے بچنا ضروری ہے ـــ جہاں کہیں اور جس کسی سے اپنے طریقے کی مخالفت دیکھیں سختی کے ساتھ اس کو رد کریں اور طریقے کی اشاعت و تقویت کریں ـــ والسلام والاکرام ـــ

مکتوب (۲۶۸) خانخاناں کے نام ـــ

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہِ الذین اصطفیٰ ـــ اس طرف کے فقراء کے احوال لائق حمد و شکر ہیں ـــ آپ کی سلامتی و عافیت، ثابت قدمی و استقامت بھی بدرگاہِ الٰہی مطلوب ہے۔ چونکہ علم وراثت کا مذاکرہ (اس وقت) درپیش تھا اس لیے چند کلمات اسی سے متعلق بتقاضائے وقت لکھے جاتے ہیں ـــ حدیث میں ہے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) ـــ (واضح ہو کہ) جو علم انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہے وہ دو قسم کا ہے۔ علمِ احکام اور علمِ اسرار۔ انبیاء کا وارث کہلانے کا مستحق وہ عالم ہے جس کو دونوں قسم کے علوم سے حصہ ملا ہو یہ نہ ہو کہ فقط ایک قسم کا علم نصیب ہو دوسری قسم سے محروم ہو، یہ بات وراثت کے منافی ہے۔ وارث کا مورث کے تمام ترکے میں سے حصّہ ہوتا ہے، یہ نہیں کہ کچھ میں حصّہ ہو اور کچھ میں نہ ہو اور جس کا حصّہ کسی خاص جنس تک محدود ہے وہ (وارث نہیں ہے) قرضخواہوں کی فہرست میں شامل ہے اس لیے کہ قرض دینے والے کا حصہ صرف اس کے حق کی جنس سے متعلق ہوتا ہے ......

مکتوب (۲۷۳) خواجہ حسام الدین احمد دہلویؒ کے نام ـــ (در بیان مولود خوانی)

...... التفات نامہ جو از راہِ کرم اس حقیر کو بھیجا تھا اس کو پاکر خوش ہوا ـــ جزاکم اللہ خیرا۔ اس گرامی نامہ میں لکھا ہوا تھا کہ اگر سماع کے رد کرنے کے اندر اتنا مبالغہ ہو کہ مولود سے منع کرنا بھی اس کے ضمن میں شامل ہو جائے ـــ حالانکہ مولود میں قصائدِ نعتیہ اور کچھ اشعار کا پڑھنا ہوتا ہے ـــ تو اس صورت میں میر محمد نعمان اور یہاں کے (خانقاہ خواجہ باقی باللہ کے) احباب کے لیے جنھوں نے خوابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو کہ اس مجلسِ مولود سے بہت راضی ہیں ـــ مولود کا ترک کرنا بہت مشکل ہے ـــ

مخدوما! اگر خوابوں ہی پر اعتماد کر لیا جائے تو مریدوں کو پیروں کی ضرورت باقی نہ رہے گی.
اور صوفیاء کے طریقوں میں سے کسی طریقے کو لازم پکڑنا ایک بے فائدہ عمل ہو جائے گا اس لیے کہ ہر
مرید اپنی خوابوں کے موافق ہی عمل کیا کرے گا اور انھیں خوابوں کے مطابق اپنی زندگی گزارے گا
چاہے وہ خوابیں طریقۂ پیر کے موافق ہوں یا نہ ہوں اور مرشد کی پسندیدہ ہوں یا نہ ہوں ـــــ ایسی
صورت میں سلسلۂ پیری و مریدی درہم و برہم اور ہر بوالہوس اپنے طور طریق میں مستقل ہو جائے گا ـــ
مُریدِ صادق ہزار خوابوں کو بھی اپنے پیر کے ہوتے ہوئے آدھے جو میں بھی نہیں خریدے گا اور طالبِ
رشید پیر کے ہوتے اس قسم کے خوابوں کو خوابہائے پریشاں سمجھے گا ـــــ شیطانِ لعین بڑا زبردست
دشمن ہے جو لوگ انتہائے کمال کو پہونچ گئے ہیں وہ بھی اس کی چال سے مامون و بے فکر نہیں ہیں
بلکہ اس کی مکاری سے برابر ڈرتے اور لرزتے رہتے ہیں ـــــ مبتدیوں اور متوسطوں کا ذکر ہی
کیا ہے ـــ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ منتھی غلبۂ شیطان سے محفوظ ہو جاتے ہیں برخلاف مبتدیوں
اور متوسطوں کے (کہ غلبۂ شیطان سے ان کے مغلوب ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے) ـــــ پس
ان کی خوابیں قابلِ اعتماد اور شیطان کے مکر سے محفوظ نہیں ـــ

(اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ) جس خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں وہ تو سچی
ہی ہوتی ہے اور مکرِ شیطان سے محفوظ ـــــ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے
کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا لہٰذا مذکورۂ بالا خوابیں سچی ہیں اور مکرِ شیطان سے محفوظ
ہیں ـــــ (اس کا جواب یہ ہے کہ) صاحبِ فتوحاتِ مکیہ (شیخ اکبر ابن عربیؒ) نے شیطان کے
عدمِ تمثّل و تشکّل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صورتِ خاص کے ساتھ مخصوص کیا ہے جو مدینہ منورہ
میں (گنبدِ خضرا کے اندر) مدفون ہے ـــ شیخ اکبرؒ شکلِ خاص کے علاوہ کسی اور شکل میں عدمِ تمثّل
کو تجویز نہیں کرتے (یعنی وہ کہتے ہیں کہ شیطان، حضور صلی اللہ کی اصل شکل میں تو نہیں آسکتا، البتہ
دوسری شکل میں آکر اور اصلی شکل کا گمان پیدا کر کے دھوکے میں ڈال سکتا ہے) ـــ اور یہ بات
ظاہر اور نا قابلِ شک و شبہ ہے کہ خواب میں اس شکلِ خاص کی تمیز بہت ہی مشکل ہے، لہٰذا (ہر) خواب
کیسے لائقِ اعتماد ہوگی ـــ اچھا اگر عدمِ تمثّل کو صورتِ خاصۂ آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
مخصوص نہ بھی کریں جیسا کہ بہت سے علماء نے مخصوص نہیں کیا اور مناسب رفعتِ شانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بھی یہی ہے کہ مخصوص نہ کیا جائے تو پھر ہم یہ ضرور کہیں گے کہ اس دیکھی ہوئی صورت سے احکام حاصل کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ اور غیر پسندیدہ باتوں کا معلوم کرنا مشکل ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دشمنِ لعین (شیطان) درمیان میں آگیا ہو اور خلافِ واقع کو واقع بتا رہا ہو اور شبہ میں ڈال کر اپنی عبارت و اشارت کو اس ذاتِ عالی کی عبارت و اشارت بتا رہا ہو (یعنی بموجب حدیث آپ کو خواب میں دیکھا تو واقعی آپ ہی کو دیکھا مگر خواب کے کلام اور اشارت کو تعلیماتِ محمدیہ اور شریعتِ مطہرہ کے مطابق کر کے دیکھا جائے گا، اگر وہ اس قانون کے مطابق ہے جو صحابۂ کرام کے ذریعے سے دُنیا میں اشاعت پذیر ہوا تو قابلِ تسلیم ہے ورنہ مخالفتِ قانونِ شریعت کی صورت میں وہ قابلِ قبول نہ ہوگا۔ خود حدیث میں بھی رؤیت کے حق ہونے کو فرمایا گیا ہے، کلام کے بارے میں نہیں فرمایا گیا کہ ایسے خواب کا ہر مسموع کلام حق ہے)......... حالتِ خواب حواس کے معطل ہونے کی حالت ہے اور التباس و اشتباہ کا محل بھی ہے، علاوہ ازیں خواب کے عالم میں انسان تنہا ہوتا ہے پھر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ خواب (ہر حیثیت سے) تصرفِ شیطان اور تلبیسِ ابلیس سے محفوظ ہے؟ ___ یا یوں کہا جائے گا کہ چونکہ (مولود میں) قصائدِ نعت پڑھنے اور سننے والوں کے ذہنوں میں یہ بات پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل سے راضی ہوں گے جیسا کہ دنیا کے ممدوح اپنے مدح گویوں سے راضی ہوتے ہیں اور یہ بات ان کی قوتِ متخیلہ میں نقش تھی اس لیے ہو سکتا ہے کہ خواب میں انھوں نے اپنی صورتِ متخیلہ کو دیکھا ہو اور اس خواب کی نہ کوئی حقیقت ہو اور نہ وہ (شیطان لعین کا) تمثل ہو ___ اس کے علاوہ اگر وہ خواب سچی ہو تو) سچی خواب کبھی ظاہر پر محمول ہوتی ہے اور اس کی حقیقت وہی ہوتی ہے جس کو دیکھنے والے نے دیکھا ہے، مثلاً زید کی صورت کو خواب میں دیکھا ہے اور مراد بھی حقیقتِ زید ہی ہو، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر سے پھیر کر اس کی تعبیر لی جاتی ہے۔ مثلاً صورتِ زید کو خواب میں دیکھا ہے اور اس سے مراد عمرو ہو اُس علاقہ و مناسبت کی بنا پر جو زید و عمرو کے درمیان میں ہے ___ بس یہ خوابہائے مذکورہ جن کو دوستوں نے دیکھا ہے ___ کہاں سے معلوم ہوا کہ ظاہر ہی پر محمول ہیں اور ظاہر سے پھیری ہوئی نہیں ہیں۔ یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ ان خوابوں کی کوئی دوسری تعبیر ہو اور وہ خواہیں دوسرے امور کی طرف کنایے ہوں اس صورت میں تمثل شیطانی کی گنجائش ماننے کی بھی

ضرورت نہیں۔

الغرض (محض) خوابوں پر ہی بھروسہ نہ رکھنا چاہیے۔ خارج میں اشیا موجود ہیں۔ کوشش کی جائے کہ ان اشیار کو بیداری میں دیکھیں کہ یہ صورت شایانِ اعتماد ہے اور اس میں تعبیرات کی ضرورت بھی نہیں پیش آتی۔ جو خواب و خیال میں دیکھا جائے گا وہ خواب و خیال ہی ہے ـــــ خانقاہ دہلی کے دوست مدت سے اپنی ایک روش پر زندگانی گزار رہے ہیں۔ خیر اُن کو اختیار ہے مگر میر محمد نعمانؒ کو تو تعمیل حکم کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر میرے منع کرنے کے بعد وہ ایک لمحہ بھی توقف کریں گے تو اللہ تعالیٰ (پناہ میں) رکھے (اُن کے لیے خاص طور پر ضرر کا اندیشہ ہے) اگر فرض کرو وہ بھی توقف کریں گے تو ضرر کسے پہونچے گا؟ فقیر جو اتنے مبالغے کے ساتھ منع کر رہا ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس صورت میں اپنے طریقے کی مخالفت ہے ـــــ طریقے کی مخالفت خواہ سماع و رقص کے ساتھ ہو خواہ مولود و شعر خوانی کے ساتھ دونوں برابر ہیں ـــــ ہر طریقے میں ایک مطلب خاص تک پہونچنا ہوتا ہے ہمارے اس طریقے میں مطلب خاص تک پہونچنا ان مذکورہ امور کے چھوڑنے پر موقوف ہے۔ جس کسی کو ہمارے اس طریقے کی طلب مقصود ہو اس کو چاہیے کہ اس طریقے کی مخالفت سے اجتناب کرے .... بستی فیروز آباد (دہلی) جو ہم فقرار کا ملجا اور ماوی ہے اور ہمارے پیر و مرشد کا مرکز ـــــ اس میں اگر کوئی ایسی بات پیدا کی جائے جو اس طریقے کے مخالف ہو تو ہم فقرار کے لیے یہ امر باعثِ تشویش و اضطراب ہے ـــــ مخدوم زادگان (خواجہ عبد اللہ و خواجہ عبید اللہ) اپنے والد بزرگوار کے طریقے کو محفوظ رکھنے کے لیے زیادہ ذمہ دار ہیں ـــــ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے صاحبزادوں نے اپنے والدِ بزرگوار کے طریقے میں تغیر آجانے کے بعد اُن کے اصل طریقے کی محافظت کی اور تغیر و تبدل کرنے والوں سے مجادلہ کیا، چنانچہ آپ نے بھی اس کو سنا ہو گا۔

آپ نے ہمارے حضرت خواجہؒ کے مشرب کے متعلق بھی کچھ لکھا تھا ـــــ ہاں شروع شروع میں انھوں نے بعض امور میں مشرب ملامتیہ کی رعایت کر کے سہل پسندی سے کام لیا ہے اور ملامت کو ترجیح دے کر بعض معاملات میں ترک عزیمت (ترک اولیٰ) کو اختیار کیا ہے لیکن آخر میں ان باتوں سے اجتناب کرتے تھے اور ملامت و ملامتیہ سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا ـــــ از روئے انصاف فرمائیے اگر بالفرض حضرت خواجہ (باقی باللہؒ) اُس وقت دنیا میں موجود ہوتے اور

یہ مجلس (مولود خوانی) منعقد ہوتی تو کیا وہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے؟ فقیر کو تو یقین ہے کہ وہ ہرگز اس امر کو جائز نہ رکھتے۔ بلکہ وہ اس سے منع فرماتے ـــــ مقصود فقیر اطلاع کرنا ہے میری بات کو قبول کیجئے یا نہ کیجئے ـــــ .... اگر مخدوم زادگان اور وہاں کے احباب اسی موضوع پر قائم رہے تو ہم فقیروں کو اُن کی صحبت سے محرومی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہوگا .... والسلام اولاً و آخراً ـــــ

مکتوب (۲۷۵) ـــــ ملا احمد برکی کے نام

(تعلیم علوم شرعیہ اور اشاعت احکام فقہیہ کی ترغیب میں)

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات ـــــ دو مکتوب جو شیخ حسن وغیرہ کے ہاتھ بھیجے تھے پہونچے انھوں نے بہت خوش کیا ..... تمھیں مقبولیت کی دولت حاصل ہونے کا سب سے بڑا سبب تمھارا علوم شرعیہ کی تعلیم دینا اور فقہ کے احکام کی نشر و اشاعت کرنا ہے اُن مقامات میں جہاں جہالت کار فرما ہے اور بدعت نے اپنی جڑ جمالی ہے ـــــ اور پھر یہ تعلیم بھی اُس محبت اور اُس اخلاص کے ساتھ ہونا جو تم کو تمھارے دوستوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے ـــــ پس تم پر تعلیم علوم دینیہ اور اشاعت احکام فقہیہ حتی المقدور لازم ہے ـــــ اس لیے کہ یہ کام مدار کار، بنیاد ترقی اور بنائے نجات ہے ـــــ کمر ہمت کو مضبوط باندھ کر خود کو گروہ علماء میں شامل رکھو اور امر بالمعروف اور نہی منکر کے ذریعے مخلوق کو حق جل شانہ کا راستہ دکھاؤ ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۔ (یعنی بے شک یہ نصیحت ہے پس جو شخص چاہے وہ اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے) ـــــ ذکر قلبی جس کی تم کو اجازت دی گئی ہے ـــــ احکام شرعیہ کی ادائیگی

---

[۱] مکتوبات جلد ثالث کے ایک مکتوب کے اندر اسی سلسلے میں خواجہ حسام الدین احمدؒ کو زوردار طریقے پر آخری بات تحریر فرماتے ہیں مخدوما بخاطر فقیر میرسد کہ تا مطلق این باب را مسدود نہ کنند بوالہوساں ممنوع نگردند۔ (یعنی جب تک اس قسم کی مجلس کا دروازہ مطلقاً بند نہ کیا جائے گا بوالہوس باز نہیں آئیں گے) جب یہ مکتوب آئے گا مزید تشریح کی جائے گی۔

میں قوت دینے والا اور نفسِ امارہ کی سرکشی کو دفع کرنے والا ہے ــــ اس ذکرِ قلبی کو بھی جاری رکھیں ...... شیخ حسن تمہارے رکنِ خاص اور تمہارے کام کے معاون ہیں اگر بالفرض تم کو ماورالنہر یا ہندوستان جانے کا شوق پیدا ہو تو تمہاری جگہ پر تمہارے قائمقام یہ رہیں گے، التفات و توجہ ان کے حق میں برابر رکھیں اور کوشش بلیغ کریں کہ وہ تحصیلِ علوم دینیہ ضروریہ سے بہت جلد فارغ ہو جائیں اُن کا یہ ہندوستان[۵۶] کا آنا خود اُن کے حق میں اور تمہارے حق میں بھی اچھا ہوا، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو ملتِ اسلامیہ پر استقامت بخشے، علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ...... وہ مکتوبات جو ان ایام میں لکھے ہیں بہت عزیز الوجود ہیں، فوائدِ عجیبہ ان میں درج ہو گئے ہیں۔ ان مکتوبات کی نقل شیخ حسن لے گئے ہیں اچھی طرح مطالعہ کر دگے! تم نے اپنی والدہ مرحومہ کے لیے دُعائے مغفرت کی درخواست کی تھی۔ دُعا کی گئی ــــ یہاں کے باقی حالات شیخ حسن تفصیل سے زبانی بیان کریں گے...... فقیر اور فقیر زادے تم سے دعائے سلامتی خاتمہ چاہتے ہیں ــــ والسّلام

مکتوب (۲۷۸) ملا عبدالکریم سنامی کے نام ــــــــ

(سلامتی قلب کے بیان میں)

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ــــ مکتوب مرغوب پہونچا۔ موجب فرحت ہوا دوستوں کو جو نصیحت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اہلِ سنّت و جماعت کی کتابوں کے مطابق اپنے عقائد صحیح کرنے کے بعد اور احکامِ فقہیہ کی ادائیگی یعنی فرض و واجب سنّت و مندوب، حلال و حرام، مکروہ و مشتبہ میں کرنے اور نہ کرنے والی چیزوں اور اوامر و نواہی کا لحاظ رکھنے کے بعد ــــ ماسوائے حق کی گرفتاری سے اپنے قلب کو سالم و محفوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ اور یہ بات اُس وقت میسر ہوتی ہے کہ قلب میں ماسوائے حق کا گزر بھی نہ ہو۔ فرض کرو اگر ہزار سال کی عمر ہو تب بھی غیر حق سبحانہ دل میں نہ گزرے..... ..... شیخ حبیب اللہ کا مکتوب پہونچا اُس میں انھوں نے اپنے والدِ مرحوم کی وفات کا ذکر کیا تھا۔ ــــ انا للہ و انا الیہ راجعون ــــ فقیر کی جانب سے دُعا کے بعد تعزیت کریں اور کہیں کہ دُعا، فاتحہ اور صدقہ و استغفار سے اپنے والدِ مرحوم کی امداد و اعانت کریں اس لیے کہ میت ڈوبنے والے کے مانند (سہارے کی محتاج و منتظر) ہوتی ہے اور وہ امید رکھتی ہے اس دُعا کی جو اسے اسکے لڑکے!

[۵۶] سرہند مراد ہے۔

ماں باپ یا بھائی اور دوست کی طرف سے پہونچے ......

مکتوب (۲۸۰) حافظ محمود کے نام ___ (محبت فقراء سرمایہ سعادتِ دارین ہے)

بعد الحمد والصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات ___ مکتوب شریف جو مولانا مہدی علی کی معرفت بھیجا تھا پہونچا باعثِ مسرت ہوا ___ اللہ کا شکر ہے کہ محبتِ فقراء جو کہ سرمایۂ سعادتِ دارین ہو ___ تمہارے اندر مستحکم ہے اور زمانۂ جدائی کی درازی نے اس محبت پر کوئی اثر نہیں ڈالا ہے ___ تم کو ان دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ (۱) اتباعِ صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم (۲) شیخ مقتدیٰ سے محبت و اخلاص۔ ان دونوں چیزوں کے ہوتے ہوئے جو کچھ بھی اُدھر سے عنایت فرمادیں نعمت ہی نعمت ہے اور اگر کچھ بھی نہ دیں اور یہ دو چیزیں راسخ و مضبوط ہوں تو کوئی غم کی بات نہیں، پھر کبھی نہ کبھی نوازیں گے لیکن اگر خدانخواستہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل آیا چاہے ذوق و شوق میں کوئی کمی نہ آئے پھر بھی اس کو استدراج سمجھنا اور اپنی خرابی تصور کرنا چاہیے ___ طریقِ استقامت یہی ہے ___ واللہ سبحانہ الموفق ___ والسّلام ___

مکتوب (۲۸۶) مولانا امان اللہ فقیہ کے نام ___ (اعتقادِ صحیح کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ___ جاننا چاہیے ___ اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے اور صراطِ مستقیم کا الہام کرے ___ کہ طریق سالک کی ضروریات میں سے ایک ضروری شے اعتقادِ صحیح ہے ___ اس طرح کا اعتقاد جسے علماء اہلسنت نے کتاب و سنّت اور بزرگانِ دین کے اقوال سے اخذ کیا ہے ___ کتاب و سنّت سے جمہور علماء اہلِ حق یعنی علماء اہلِ سنّت و جماعت نے جو معانی و مطالب سمجھے ہیں وہی معانی و مطالب برقرار رکھنا ضروری ہیں ___ اگر فرض کرو کشف و الہام سے ان معانی و مطالب کے خلاف کوئی معنی ظاہر ہوں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، ویسی بات سے بچ کر پناہِ خداوندی کو ڈھونڈھنا چاہیے ....

.... حقانی علماء کے سمجھے ہوئے معانی و مطالب کو اپنے کشف و الہام کی کسوٹی قرار دینا اور اسی سے کشف و الہام کی سچائی معلوم کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ جو معانی علماء حق کے سمجھے ہوئے معانی کے خلاف ہیں وہ درجۂ اعتبار سے گرے ہوئے ہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے اعتقادات کا پیشوا، کتاب و سنّت ہی کو

جانتا ہے مگر اپنی ناقص سمجھ کے مطابق کتاب و سنّت سے غیر مطابق معنی سمجھ لیتا ہے ۔۔۔۔ اور میں نے یہ جو کہا ہے کہ علماءِ حق کے سمجھے ہوئے معانی قابلِ اعتبار ہیں اور ان کے خلاف معتبر نہیں۔ اس وجہ سے کہا ہے کہ علماءِ حق نے ان معانی کو صحابہ کرام رضی اور سلفِ صالحین کے اقوال کی تلاش و جستجو کر کے لیا ہے ـــــ اور ان ہدایت کے ستاروں (صحابہ کرام رض) کے انوار سے استفادہ کیا ہے۔ لہٰذا نجاتِ اُخروی اور فلاحِ سرمدی اُن علماءِ حق کو نصیب ہوئی۔ "یہ اللہ والوں کا گروہ ہے اور اللہ والوں کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے" ـــــ اگر کچھ علماء اپنے اعتقاد کو صحیح رکھتے ہوئے فروعی مسائل میں کچھ سستی برتیں اور اعمال میں کوتاہی کا ثبوت دیں تو اس بات سے تمام علماء سے برگشتہ ہو جانا اور سب کو نشانۂ ملامت بنانا محض بے انصافی اور دھاندلی کی بات ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس صورت میں بہت سی ضروریاتِ دین سے ایک قسم کا انکار پایا جاتا ہے ـــــ اس لیے کہ یہ علماء ہی تو ضروریاتِ دین کو ہم تک منتقل کرنے اور کھرے اور کھوٹے کو پہچاننے والے ہیں۔ اگر علماءِ حق کا نورِ ہدایت نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے ـــــ وہ حضرات صحیح و غلط کو جدا نہ کرتے تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ علماءِ حق ہی نے دینِ مبین کا کلمہ بلند کرنے میں اپنی پوری طاقت صرف کی ہے۔ انھوں ہی نے کثیر التعداد لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلایا ہے۔ پس جس نے ان حقانی علماء کی پیروی کی وہ نجات پا گیا اور جس نے اُن کی مخالفت کی وہ خود گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔۔۔۔۔ اور جس طرح اعتقاد بمطابقِ کتاب و سُنّت ضروری ہے، اُسی طرح کتاب و سنّت پر عمل بھی اس طریقہ پر کرنا ضروری ہے جس طرح ائمہ مجتہدین نے کتاب و سُنّت سے احکام اخذ کر کے بتایا ہے۔ اُنھوں نے حلال و حرام، فرض و واجب، سُنّت و مستحب اور مکروہ و مشتبہ کو کتاب و سُنّت کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ ان باتوں کا علم بھی ضروری ہے ـــــ ایک مُقلّد کو یہ حق نہیں ہے کہ مجتہد کی رائے کے خلاف خود کتاب و سنّت سے احکام اخذ کر کے اُس کے مطابق عمل کرے ـــــ (اُس کو چاہیے کہ) جس امام کا وہ تابع ہے اسی کے مسلک کے مطابق پسندیدہ قول کو اختیار کرے اور رخصت سے پرہیز کر کے عزیمت پر عمل پیرا ہو ـــــ جہاں تک ہو سکے ائمہ کے اقوال کو جمع کرنے میں پوری کوشش کرے تاکہ ایسے قول پر عمل ہو جو سب کے نزدیک مسلّم ہو ـــــ مثلاً امام شافعیؒ وضو میں نیت کو فرض قرار دیتے ہیں لہٰذا (حنفی) بے نیت وضو نہ کرے۔ اسی طرح وضو کے اندر اعضاء کے دھونے میں ترتیب کو اور پے در پے وضو کرنے کو امام شافعیؒ ضروری قرار

دیتے ہیں۔ لہٰذا ترتیب وار اور پے در پے یعنی مسلسل بڑے وقفہ کے بغیر وضو کرنا چاہیئے ۔ امام مالکؒ اعضاء کے دھونے میں اعضاء کا ملنا بھی فرض قرار دیتے ہیں، اس لئے بہتر ہے کہ وضو میں اعضاء کو اچھی طرح مل لیا جائے۔ ایسے ہی عورت کو چھو لینے اور شرمگاہ کے چھو لینے کو وضو کا توڑنے والا بتاتے ہیں اسلئے اگر ایسا ہو جائے تو (احتیاطاً) وضو از سر نو کر لیا جائے۔ اسی پر اور بہت سے مسئلوں کو قیاس کر لیا جائے (مثلاً چوتھائی سر کا مسح امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک فرض ہے اور امام مالکؒ کے یہاں تمام سر کا مسح فرض ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ حنفی پورے سر کا مسح کرے۔ اس صورت میں اختلافِ ائمہ سے بھی نکل جائے گا، اور سُنّت بھی ادا ہو گی، اسلئے کہ پورے سر کا مسح نزدِ امامِ اعظمؒ سُنّت ہے)۔ اعتقادِ صحیح اور عملِ صالح کے دو بازو میسّر آنے کے بعد قربِ خداوندی کے مدارج میں ترقی کی طرف متوجہ، اور اس راہ کے تمام منازل کو طے کرنے کا طالب ہو، لیکن یہ واضح رہے کہ قطعِ منازل اور ترقی مدارج ایسے شیخ کی توجہ سے وابستہ ہیں جو خود کامل ہو اور دوسروں کی تکمیل کر سکتا ہو۔ نیز جو واقفِ راہ ہونے کے ساتھ ساتھ رہنمائی بھی کر سکتا ہو۔ ایسے شیخ کامل کی نظر امراضِ قلبیہ کو دُور کرتی اور اخلاقِ غیر پسندیدہ کو دفع کرتی ہے ۔ پس پہلے شیخ کامل کی طلب کرے۔ اگر محض فضلِ خداوندی سے شیخ کامل کی پہچان ہو جائے تو اس پہچان کو نعمت عظمیٰ تصوّر کر کے اپنے کو اس شیخ کامل سے وابستہ کر دے اور کلیۃً اس کا مطیع ہو جائے۔ شیخ الاسلام ہرویؒ نے فرمایا ہے۔ "اے اللہ تو نے اپنے دوستوں کے بارے میں یہ کیا عجیب معاملہ کیا ہے؟ کہ جو اُن کو پہچان لیتا ہے تجھ کو پا لیتا ہے، اور جب تک تجھ کو نہیں پاتا ان کو نہیں پہچانتا"۔

اپنے اختیار کو شیخ کامل کے اختیار میں گم کر دے اور خود کو تمام آرزوؤں سے خالی کر کے اُسکی خدمت کے لئے کمر ہمّت باندھ لے۔ شیخ کامل اگر ذکر اذکار کو اس کی استعداد کے مناسب دیکھے گا تو ذکر کا حکم کرے گا۔ اگر توجہ و مراقبے کو مناسب تصوّر کرے گا تو اس کے لئے ارشاد فرمائے گا اور اگر محض اپنی صحبت میں رہنے کو کافی سمجھے گا تو اس کا امر کرے گا..... نیز چاہیئے کہ اس راہ کی شرائط کا خیال رکھے۔ یہ شرائط، کتبِ مشائخ میں تفصیل سے بیان ہوئی ہیں وہاں دیکھ کر اُن کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس راہ کی سب سے بڑی شرط نفسِ امّارہ کے ساتھ مخالفت کرنا ہے اور یہ مخالفت موقوف ہے اِس بات پر کہ مقامِ تقویٰ کی رعایت و پاسداری کی جائے۔ تقویٰ کہتے ہیں حرام چیزوں سے باز رہنے کو، اور

حرام چیزوں سے اس وقت تک باز نہیں رہ سکتا، جب تک قدرِ ضرورت سے زائد مباحات سے پرہیز نہ کرے اس لئے کہ ضرورت سے زائد مباح کاموں کے کرنے میں ڈھیل دے دینا مشکوک اشیاء تک پہونچاتا ہے اور مشکوک حرام سے قریب ہے۔ مشکوک کے ارتکاب سے حرام میں داخل ہو جانے کا قوی احتمال ہے۔

(حدیث میں آیا ہے) "جو چرواہا مخصوص شاہی چراگاہ کے قریب اپنی بکریاں چراتا ہے بعید نہیں کہ ایسی صورت میں اُس کی بکریاں اُس چراگاہِ خاص میں داخل ہو جائیں"۔ پس تقویٰ کے سلسلے میں زیادتِ مباح سے بچنا بھی (خاص طور پر) قابل لحاظ ہے۔ ترقی و عروج، تقویٰ ہی سے وابستہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اعمال کے دو جز ہیں، ایک اوامر کی تعمیل کرنا، دوسرے مناہی (منع کئے ہوئے کاموں) سے باز رہنا۔ اوامر کی تعمیل میں تو فرشتے بھی شریک ہیں۔ اگر (فقط) اوامر کی تعمیل ہی سے ترقی وابستہ ہوتی تو فرشتوں کے درجات میں بھی ترقی ہوتی (لیکن ان کو اس سے ترقیِ درجات حاصل نہیں ہوتی) پس معلوم ہوا کہ انسان کو بھی صرف اوامر کی بجا آوری سے ترقی نہ ہوگی، جب تک وہ مناہی سے باز نہ رہے۔ مناہی سے باز رہنے کا سوال فرشتوں میں اس لئے نہیں پیدا ہوتا کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے معصوم ہیں۔ وہ مخالفتِ حکم کی طاقت ہی نہیں رکھتے کہ ان کو اس مخالفت سے منع کیا جائے ــــــ پس لازم آیا کہ ترقیِ مدارج، مناہی سے باز رہنے ہی سے وابستہ ہے ....

مکتوب (۲۸۸) سید (غلام) انبیاء سارنگ پوری کے نام (نماز نفل کو شب برات وغیرہ میں جماعت سے پڑھنے کے عدم جواز میں)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ــــــ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ثابت ہیں جس نے ہم کو سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے مشرف کیا اور ہمیں دین کے اندر [illegible] ات کا ارتکاب کرنے سے بچایا اور درود و سلام اُس ذاتِ عالی پر اور اُسکے آل و اصحاب پر جس نے گمراہی کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکا اور ہدایت کے جھنڈوں کو اونچا کیا ــــ جاننا چاہیے کہ اکثر لوگ خواص و عوام میں سے ایسے ہیں جو ادائے نوافل میں تو پورا اہتمام کرتے ہیں مگر فرائض میں سستی برتتے ہیں، نیز فرائض میں سُنن و مستحبات کی رعایت بہت کم کرتے ہیں۔ نوافل کو عزیز رکھتے ہیں اور فرائض کو خوار و زبوں حال ــــ بہت کم لوگ ہیں جو فرائض کو مستحب وقتوں

میں ادا کرتے ہیں ـــــ لوگ جماعت مسنونہ کے بڑھانے میں بلکہ نفسِ جماعت ہی کے لئے کوئی پابندی نہیں کرتے اور کاہلی و سُستی کے ساتھ (بغیر جماعت) فقط فرائض کی ادائیگی کو ہی غنیمت سمجھ لیتے ہیں، لیکن دسویں محرم کو اور شب برات میں نیز ماہ رجب کی ستائیسویں شب (شب معراج) میں نیز رجب کے سب سے پہلے جمعہ کی شب میں جس کو لیلۃ الرغائب کہتے ہیں انتہائی اہتمام کو مدنظر رکھ کر جماعت کثیرہ کے ساتھ نماز کو با جماعت ادا کرتے ہیں اور اس فعل کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ سب شیطان کی ملمع کاری ہے کہ برائیوں کو اچھائیوں کی شکل میں دکھاتا ہے ـــــ شیخ الاسلام مولانا عصام الدین ہروی شرح وقایہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ "نفل، جماعت کے ساتھ پڑھنا اور فرض کو جماعت کے ساتھ نہ پڑھنا شیطان کے جالوں میں سے ایک جال ہے"۔ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلّم نے اسی قسم کی باتوں کے متعلق فرمایا ہے کہ جس شخص نے ایسی بات کو پیدا کیا جو اس دین سے نہیں ہے پس وہ بات باطل و مردود ہے۔

واضح ہو کہ نوافل کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا بعض روایاتِ فقہیہ کی رو سے مطلقاً مکروہ ہے اور بعض روایات میں کراہت کو اعلان و اجتماع کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے لہٰذا اگر بغیر اعلان کے ایک دو آدمی گوشہ مسجد میں نفل کو جماعت کے ساتھ پڑھ لیں تو جماعت (دوسری قسم کی روایات کے لحاظ سے) بلاکراہت جائز ہوگی ـــــ تین آدمیوں کے جمع ہونے کی صورت میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض جائز اور بعض ناجائز بتلاتے ہیں اور چار آدمیوں کی نفلی جماعت سب کے نزدیک مکروہ ہے۔ بعض روایات میں اور بعض فتاویٰ میں زیادہ صحیح اسی کو قرار دیا ہے کہ (چار آدمیوں کے جمع ہونے کی صورت میں) نمازِ نفل کی جماعت مکروہ ہے۔

فتاویٰ سراجیہ میں ہے ـــــ مکروہ ہے نفل نماز جماعت سے، ہاں نماز تراویح اور سورج گرہن کے وقت نمازِ کسوف جماعت سے پڑھنا جائز ہے ـــــ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ امام سرخسیؒ نے فرمایا ہے کہ علاوہ رمضان کے جماعت کے ساتھ نفل پڑھنا مکروہ ہے جب کہ اعلان کیا جائے، لیکن اگر ایک یا دو شخص نمازِ نفل میں مقتدی بن گئے تو مکروہ نہیں ہے۔ البتہ تین شخصوں کے بارے میں اختلاف ہے اور چار آدمیوں کی جماعت بلا اختلاف مکروہ ہے ـــ... فتاویٰ شافیہ میں ہے ـــــ نمازِ نفل باجماعت نہ پڑھے مگر رمضان کے مہینے میں، اور رمضان میں بھی نفلوں

کی جماعت مکروہ ہوگی، اگر اعلان اور اذان واقامت کے ساتھ ہو..... اس قسم کی روایات بہت سی ہیں اور فقہ کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں........ جو لوگ دسویں محرم کے دن اور شب برات، نیز لیلۃ الرغائب میں نفلی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور دو دو سو، تین تین سو آدمی مختلف مسجدوں میں جمع ہو جاتے ہیں اور اس نماز کو اور اس اجتماع وجماعت کو اچھا سمجھتے ہیں، وہ تمام فقہا کے نزدیک فعلِ مکروہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور مکروہ کو مستحسن سمجھنا بہت بڑا گناہ ہے اسلئے کہ حرام کو مباح جاننا تو کفر تک پہونچا ہی دیتا ہے۔ مگر مکروہ کو حَسَن (اچھا) قرار دینا بھی اس سے کچھ کم ہی ہے۔ اس فعل کی برائی کی طرف اچھی طرح توجہ کرنا چاہیے ـــــ جماعت نفل کرنے والوں کے نزدیک کراہیت نہ ثابت ہونے کے لئے (بڑی) دستاویز اعلان کا نہ ہونا ہے۔ بیشک بعض روایات کی رُو سے اعلان کا نہ ہونا (جماعتِ نفل کی) کراہت کو دُور کر دیتا ہے مگر (اس میں کراہت نہ ہونا) ایک یا دو آدمیوں تک محدود و مخصوص ہے، اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ مسجد کے کسی گوشے میں یہ جماعت ہو ـــــ علاوہ ازیں نماز نفل کے لئے تداعی کے یہ معنی ہیں کہ ایک دوسرے کو اطلاع کی جائے اور یہ معنی ان مذکورہ بالا نفلی جماعتوں میں موجود ہیں اس لئے کہ ہر خاندان کے لوگ روزِ عاشورا وغیرہ میں ایک دوسرے کو یہ کہکر اطلاع کرتے اور بلاوا دیتے ہیں کہ فلاں شیخ یا فلاں عالم کی مسجد میں جانا چاہیے اور وہاں نماز نفل با جماعت پڑھنا چاہیے۔ اور اس طرح اطلاع کرنے کی لوگوں نے عادت ڈال لی ہے۔ اس قسم کا اعلان تو اذانِ تکبیر سے بھی زیادہ ہے پس تداعی کا بغیر اذان کے پایا جانا بھی ثابت ہو گیا۔ اور اگر ہم تداعی کو اذان وتکبیر کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہوا ہے اور اُس سے (فقط) حقیقتِ اذان وتکبیر ہی کو مُراد لیں (نہ کہ ہر قسم کا اعلان واعلام) تو اس کا جواب وہی ہے جو اوپر گذرا کہ اذان وتکبیر نہ ہونے کی صورت میں بھی (نماز نفل باجماعت کا جائز ہونا) ایک یا دو آدمیوں کی جماعت تک محدود و مخصوص ہے۔ دوسری شرط کے ساتھ ساتھ جو اوپر ذکر کی گئی ہے (یعنی گوشۂ مسجد میں پڑھنا)۔

(یہ بھی) جاننا چاہیے کہ ادائے نوافل (کی قبولیت) کا دار ومدار پوشیدہ طریقے سے پڑھنے پر ہے۔ اسلئے کہ نفل میں ریاکاری اور حرصِ شہرت کا گمان ہو سکتا ہے اور جماعت میں پوشیدگی کہاں؟ البتہ ادائے فرائض میں اظہار واعلان مطلوب ہے اسلئے کہ فرائض دکھاوے اور سُناوے کی آمیزش سے بچا ہیں۔ پس فرائض کو باجماعت ہی پڑھنا بہتر ومناسب ہے ـــــ علاوہ ازیں کثرت اجتماع، فتنہ پیدا ہونے کی

جگہ ہے۔ اسی وجہ سے ادائے نماز جمعہ کے لئے سلطان یا نائب سلطان کی موجودگی کو شرط قرار دیا گیا ہے تاکہ فتنہ برپا نہ ہونے پائے، اور ان گروہ جماعتوں میں تو فتنہ جگانے کا قوی احتمال موجود ہے۔ لہٰذا اس قسم کا اجتماع مشروع نہ ہوگا ناجائز ہوگا ...... پس حکام اسلام نیز قاضیوں اور محتسبوں پر لازم ہے کہ اس قسم کے اجتماعات کو روکیں اور اس معاملہ میں اچھی طرح ڈانٹ ڈپٹ سے کام لیں تاکہ یہ بدعت جو فتنے کی طرف لے جانے والی ہے، جڑ بنیاد سے اکھڑ جائے ـــــ وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ۔

مکتوب (۲۸۹) مولانا بدرالدین کے نام۔ (یہ عربی زبان کا ایک طویل مکتوب گرامی ہے جسمیں اسرار قضا و قدر کا بیان ہے۔ اس کے آخری حصہ کا ترجمہ کیا گیا ہے)۔

...... واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو انکی طاقت و وسعت کے مطابق مکلف کیا ہے اور انسان کی تکلیف میں تخفیف کا لحاظ ـــــ اُسکی خلقت کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ـــ فرمایا ہے ـــــ جیسا کہ خود حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ـــــ "خدا چاہتا ہے کہ ہلکا کرے تمہارا بوجھ اور انسان تو ضعیف پیدا ہوا ہے"ـــــ خدا آسانی و تخفیف کیوں نہ کرے جب کہ وہ حکمت والا، مہربانی کرنے والا اور رحمت والا ہے۔ یہ بات حکمت، رافت (مہربانی) اور رحمت کے مناسب نہیں کہ وہ اپنے بندے کو ایسی چیز کی تکلیف دے جس کو وہ برداشت نہ کر سکے ـــــ اُس نے اپنے بندے کو کسی بھاری پتھر کے اٹھانے کا حکم نہیں دیا ہے۔ اُس نے تو اُن چیزوں کا حکم دیا ہے جو بندے پر آسان سے آسان تر ہیں۔ پانچ وقت کی نمازوں ہی کو دیکھو جو قیام و رکوع اور سجدہ و قرأۃ پر مشتمل ہیں۔ یہ سب کام آسان اور انتہائی آسان ہیں۔ ایسے ہی روزہ ہے جس میں نہایت سہولت رکھی ہے۔ زکوٰۃ کا بھی یہی حال ہے ـــــ زکوٰۃ میں (سال بھر گزرنے پر مال نصاب کا) چالیسواں حصہ واجب کیا گیا ہے تمام مال یا نصف مال، زکوٰۃ میں دینا واجب نہیں کیا گیا تاکہ بندوں پر دشواری نہ ہو۔ کمال رحمت ہی کی بنا پر اُس نے عذر کی موجودگی میں اصل مامور بہ کا بدل و عوض بھی مقرر فرما دیا ہے، چنانچہ وضو کا بدل تیمم قرار دیا ہے۔ اسی طرح اجازت دی ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے، اور جو بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو وہ لیٹ کر نماز ادا کرے ـــــ ایسے ہی جو شخص رکوع و سجود پر قدرت نہ رکھتا ہو وہ اشارے سے نماز پڑھ لے ـــ اِسکے

علاوہ بھی بہت سی سہولتیں ہیں جو اُس شخص پر پوشیدہ نہیں ہیں جو نظرِ انصاف سے احکام شرعیہ کو دیکھتا ہے۔ نظرِ انصاف سے دیکھنے والا تمام احکامِ شرعیہ کو انتہائی آسان اور سہل پائے گا۔ نیز بندوں کو جن باتوں کا مکلف کیا ہے اُن میں اللہ تعالیٰ کی کمال مہربانی دیکھے گا ـــــ اس بات کی گواہ کہ تکلیفِ شرعی میں تخفیف و آسانی موجود ہے ـــــ عوام[1] کی شرعی احکام میں کچھ اور زیادہ تکلیف کی تمنا کرنا ہے۔ چنانچہ بعض عوام فرض روزوں کی مقررہ تعداد سے اور زیادہ ہونے کی تمنا کرتے ہیں اور بعض عوام نمازِ فرض میں زیادتی کی تمنا کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ کاش فرض روزے بھی کچھ زائد ہوتے اور فرض نمازیں بھی زائد ہوتیں) اُن کی یہ زیادتی کی تمنا اسی بنا پر ہوتی ہے کہ احکامِ شرعیہ میں انتہا درجے کی رعایتِ تخفیف (پہلے سے) موجود ہے ـــــ بعض کو جو احکام شرعیہ کی ادائیگی میں آسانی محسوس نہیں ہوتی، یہ بات "ظلماتِ نفسانیہ" اور "کدوراتِ طبعیہ" کی بنا پر ہے۔ یہ ظلماتِ نفسانیہ اور کدوراتِ طبعیہ، نفسِ امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہیں، اور نفسِ امارہ ظاہر ہے کہ عداوتِ حق پر ڈٹا ہوا ہے ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "دشوار واقع ہوئی مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف آپ اُن کو دعوت دے رہے ہیں"۔ نیز فرماتا ہے ـــــ "بے شک نماز دشوار ہے مگر اُن پر دشوار نہیں جو عاجزی اور فروتنی کرنے والے بندے ہیں" ـــــ پس جس طرح ظاہری مرض ادائیگی احکام میں دشواری کا سبب ہو جاتا ہے، ایسے ہی باطنی مرض بھی دشواری کا باعث بن جاتا ہے ـــــ شریعت مطہرہ، نفسِ امارہ کو کچلنے اور اس کے وسوسوں کو دور کرنے کے لئے وارد ہوئی ہے ـــــ خواہشِ نفس اور اتباعِ شریعت دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، لہٰذا جب کوئی احکام شرعیہ میں دشواری محسوس کرے گا، یہ بات اُس کے اندر خواہشِ نفسانی کے موجود ہونے پر دلالت کرے گی ـــــ جس قدر دشواری محسوس ہوگی اسی قدر سمجھا جائے گا کہ خواہشِ نفس موجود ہے ـــــ اور جب نفسِ امارہ

---

[1] عوام کی قید اس لئے لگائی کہ شریعت کی مقرر کی ہوئی مقدار کے خلاف زیادتی کی تمنا کرنا خواص کا شیوہ نہیں ہے اور یہی خواص کا کمال ہے کہ ہر حکم شرعی کو من وعن تسلیم کریں اور اس کے خلاف زیادتی و کمی کی تمنا بھی نہ کریں، اُن کا حال تو یہ ہوتا ہے ؎

گر طمع خواہد زمن سلطانِ دیں ـــ خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

کی خواہش کلیتۃً دفع ہو جائے گی۔ احکامِ شرعیہ میں احساسِ دشواری کا وجود بھی نہ رہے گا.....

مکتوب (۲۹۲) شیخ عبدالحمید بنگالی[1] کے نام :۔

(مریدوں کے آدابِ ضروریہ کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــ تعریف اُس خدا کی جس نے ہم کو آدابِ نبویہ کے ساتھ مؤدب کیا، اور اخلاقِ محمدیہ کی جانب رہنمائی فرمائی ــــ درود و سلام آنحضرتؐ پر اور آپؐ کے آل و اصحابؓ پر۔ ــــ واضح ہو کہ راہِ طریقت کے چلنے والے دو حال سے خالی نہیں ہیں، یا تو وہ مرید ہیں یا مراد ہیں ــــ اگر مراد ہیں تو انھیں خوشخبری ہو کہ ان کو قضاء و قدر محبت کے راستے کشاں کشاں لے جائینگے اور مطلبِ اعلیٰ تک پہونچا دیں گے، نیز جو ادب بھی درکار ہوگا بالواسطہ یا بلاواسطہ اُن کو سکھا دیں گے، اگر کوئی لغزش واقع ہوگی تو جلد آگاہ کر دیں گے اور اس پر مواخذہ نہ کریں گے، اگر وہ مرشدِ ظاہری کی ضرورت رکھتے ہوں گے تو بغیر کسی (خاص) کوشش کے مرشدِ کامل کی طرف رہنمائی فرما دیں گے ــــ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتِ ازلی ایسے بزرگوں کے حال کی خبر گیر ہوتی ہے ــــ اللہ تعالیٰ کسی ذریعہ سے یا بغیر ذریعہ اُن کا کام پورا کریں گے (چنانچہ خود فرماتے ہیں) اللہ یجتبی الیہ من یشاء (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا

---

[1] آپ شیخ حمید بنگالی کے نام سے مشہور و معروف ہیں، تحصیلِ علوم دینیہ کی غرض سے لاہور آئے تھے، بعد فراغت وطن مالوف جاتے ہوئے آگرہ میں قیام کیا، صوفیائے کرام خصوصاً حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سخت مخالف تھے، اُنکے زمانۂ قیام میں اتفاق سے حضرت مجددؒ سرہند سے آگرہ تشریف لائے۔ خواجہ عبدالرحمن مفتی کابلی کے مکان پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات شیخ حمیدؒ سے ہوئی، پہلی ملاقات ہی میں حضرتؒ کی نگاہِ خاص اور توجہ باطنی کی برکت سے شیخ حمیدؒ کا انکار اعتقاد سے بدل گیا۔ بیعت ہوئے، اور پاپیادہ آگرہ سے سرہند گئے ــــ وہاں دو سال رہ کر منازل سلوک طے کئے، بالآخر حضرتؒ نے تعلیم طریقت کی اجازت دیکر ان کو وطن روانہ فرمایا۔ اُن کو جو اجازت نامہ تحریر فرمایا گیا تھا، اسکی نقل زبدۃ المقامات اور حضرات القدس میں موجود ہے۔ رخصت ہوتے وقت حسبِ درخواست حضرت مجددؒ کا کفش مبارک بطورِ تبرک ملا، جسکو اپنے ہمراہ لائے۔ جنگل کوٹ ضلع بردوان میں آپکا مزار ہے۔ اس علاقہ میں آپکے ذریعہ بڑا دینی و روحانی فیض، طالبین کو حاصل ہوا۔ اور انھوں نے آپکی رہنمائی میں معرفت و یقین کی شاہراہ پر چل کر منزلِ مقصود کا پتہ لگایا۔
راقم سطور الفرقان کے مجدد الف ثانی نمبر ۱۳۵۷ھ میں "تذکرہ خلفاء مجدد الف ثانی" کے ذیل میں کسی قدر تفصیل سے موصوف کا ترجمہ لکھ چکا ہے۔ ۱۲۔

ہے منتخب کرلیتا ہے) ــــ اگر مُرید ہیں تو اُن کا کام پیر کامل و مکمل کے توسط کے بغیر دشوار ہے ــ اُن کے لئے ایسا مرشد چاہیئے جو "دولت جذبہ و سُلوک" سے مشرف ہو اور "فنا و بقا" کی سعادت سے بہرہ یاب ہو چکا ہو، نیز سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ کی تکمیل کر چکا ہو ــ اگر اس مرشدِ کامل کا جذبہ اُس کے سلوک پر مقدم تھا اور وہ "مُرادوں" کی تربیت میں رہا ہے تو ایسا مرشد اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اُس کا کلام دوا ہے، اُس کی نظر شفا ہے۔ مُردہ دلوں کو زندہ کرنا اس کی توجہ سے وابستہ ہے اور پژمردہ جانوں کی تازگی اُس کے گوشۂ چشم التفات سے متعلق ہے ــ اگر ایسا صاحبِ دولت مُرشد نہ ملے تو سالکِ مجذوب بھی غنیمت ہے اس سے بھی ناقصوں کی تربیت ہو جاتی ہے اور اُس کے ذریعہ بھی دولتِ "فنا و بقا" تک پہونچ جاتے ہیں ؎

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود
ورنہ بس عالیست پیشِ خاکِ تود

اگر عنایتِ خداوندی سے کسی طالب کو پیر کامل و مکمل کا پتہ چل جائے تو اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے، اپنے آپ کو اُس کے سپرد کر دے اور اپنی سعادت اُس کی مرضیات میں اور اپنی بدبختی اُس کی خلافِ مرضیات میں سمجھے ــ غرض اپنی خواہش کو اُس کی رضا کے تابع کر دے ــ حدیث نبوی میں ہے:

"لن یومن احدکم حتّٰی یکون ھواہٗ تبعًا لما جئتُ بہٖ" ــ

(تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومنِ کامل نہیں ہو سکتا جب تک اُس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے)۔

۔ (اچھی طرح) سمجھ لینا چاہیئے کہ آدابِ صحبتِ شیخ کی رعایت کرنا اور شرائطِ صحبت کو ملحوظ رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ فائدہ پہونچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کُھل جائے ــ بغیر آداب کی رعایت کے صحبت شیخ کا کوئی فائدہ اور مجلسِ مرشد کا کوئی ثمرہ برآمد نہیں ہوتا ــ کچھ آداب اور شرائط ضروریہ بیان کئے جاتے ہیں، چاہیئے کہ اُن کو گوشِ ہوش سے سُنا جائے۔

طالب اپنے چہرۂ دل کو پورے طریقہ سے اپنے مرشد کی طرف متوجہ کرے ..... اُس کے حضور میں کسی کی طرف توجہ نہ کرے ..... سُلطانِ وقت (جہانگیر) کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کا ایک وزیر اُس کے سامنے کھڑا تھا، اِس اثناء میں اُس وزیر نے اتفاقاً اپنے کُرتے کی طرف

توجہ کی، اور اُس کے بند درست کرنے لگا، اچانک سلطان کی نگاہ اُس پر پڑ گئی اور یہ دیکھ کر کہ وزیر دوسری طرف متوجّہ ہے، غصّہ کے لہجے میں کہا، کہ ــــــ

"میں اِس حرکت کو برداشت نہیں کروں گا کہ میری موجودگی میں کُرتے کے بند کی طرف توجّہ کی جائے۔"

غور کرنا چاہیئے کہ جب دُنیائے دوں کے وسائل (مثلاً بادشاہ) کے لیئے باریک باریک آداب درکار ہیں تو اللہ تک پہونچنے کے وسائل (مثلاً پیرومرشد) کے لئے تو بہت کچھ آداب کی رعایت لازم ہوگی..

... پورے طریقے سے شیخ کی اقتدار کرے، خواہ کھانا پینا ہو یا سونا اور عبادت کرنا ـــــ نماز کو اسی کے طریقے پر ادا کرنا چاہیئے، فقہ کو اُسی کے عمل سے حاصل کرنا چاہیئے ؎

آنراکہ درسرائے نگاریست فارغ است

از باغ و بوستاں و تماشائے لالہ زار

مرشد کی حرکات و سکنات پر کوئی اعتراض نہ کرے اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانے کے برابر ہو۔ اسلئے کہ اعتراض سے سوائے محرومی کے کوئی نتیجہ نہیں ہے ـــ سب سے زیادہ بے سعادت وہ شخص ہے جو شائخ پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اِس بلائے عظیم سے نجات دے۔

اپنے مرشد سے کرامات طلب نہ کرے بلکہ طلبِ کرامت کے وسوسے کو بھی قلب میں جگہ نہ دے ــــ کبھی سُنا ہے کہ کسی مومن نے کسی پیغمبر سے معجزہ طلب کیا ہو ــــ معجزہ طلب کرنے والے کفار اور منکر ہوا کرتے تھے۔

اگر دل میں کوئی شبہ پیدا ہو تو بغیر توقف کے مرشد سے عرض کرے، اگر وہ شبہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا قصور سمجھے......

جو خواب دیکھا ہو مرشد سے بیان کرے اور تعبیر خواب اُس سے دریافت کرے اور جو تعبیر خود اس پر منکشف ہوئی ہو اس کو بھی عرض کرے اور صحت و عدم صحت کو اُس سے معلوم کرے، اپنے کشف پر ہرگز اعتماد نہ کرے، اس لئے کہ دُنیا میں (کبھی) حق باطل کے ساتھ اور صواب خطا کے ساتھ ملے جُلے ہوئے (غیر امتیازی شکل میں) ہوتے ہیں.....

اپنی آواز کو اُس کی آواز سے بلند نہ کرے اور (بلا ضرورت) بلند آواز سے اُس سے گفتگو نہ کرے کیونکہ یہ بے ادبی کی بات ہے۔

جو فیض و کشائش حاصل ہو اُس کو مرشد کے توسط سے خیال کرے ..... حق سبحانہ و تعالیٰ لغزشِ قدم سے محفوظ رکھے اور اعتقاد و محبت پیر پر مستقیم رکھے بحرمۃ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم۔

حاصل کلام یہ ہے کہ .. الطریق کلّہٗ ادبٌ (طریقت سراپا ادب ہے) یہ مثل مشہور ہے :۔ کوئی بے ادب کبھی بھی خدا تک نہیں پہونچا ـــــ اگر کوئی مرید بعض آداب کی رعایت میں اپنے کو قاصر سمجھے جو اُس پر لازم تھا اُس کو وہ انجام نہ دے سکے تو اگر باوجود کوشش کے انجام نہ دے سکا تو ضرور معافی کے قابل ہے لیکن اپنی کوتاہی کا اقرار ضروری ہے اگر العیاذ باللہ رعایت آداب بھی نہ کرے اور خود کو کوتاہ عمل بھی نہ سمجھے تو وہ اِن بزرگوں کی برکات سے محروم ہے ؎

ہر کہ او روئے بہ بہبود نہ بود   دیدنِ روئے نبیؐ سُود نہ بُود

ہاں اگر کوئی مرید اپنے پیر کی توجہ سے مرتبۂ فنا و بقا حاصل کر لے اور الہام و فراست کا راستہ اُس پر کھل جائے اور پیر و مرشد اُس کو لائق اعتبار قرار دے کر اُسکے کمال پہ گواہی دیدے تو ایسے مرید کو درست ہے کہ بعض الہامی اُمور میں اپنے پیر کے برخلاف اپنے الہام کے مُطابق عمل کرے اگرچہ پیر کے نزدیک اُسکے برعکس صحیح اور متحقق ہو، اس لئے کہ وہ مرید اُس وقت تقلید کی رتّی سے باہر نکل آیا ہے اور تقلید اُس کے لئے خطا ہے ....

مکتوب (۲۹۳) شیخ محمد چتری کے نام ـــــ (آخری تحفہ)

...... شیخ شہاب الدین سہروردیؒ عوارف المعارف میں مشائخ کے خوارق و کرامات کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :۔

"اور یہ تمام خوارق و کرامات بخششہائے خداوندی ہیں۔ کبھی ان اُمور کو کسی قوم پر کھول دیا جاتا ہے اور عطا کیا جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُن سے بالاتر ایک شخص ہے اور اُس کا اُس میں سے (خرقِ عادت میں سے) کچھ بھی حصّہ نہیں ہوتا، اسلئے کہ یہ خوارق و کرامات (فقط) تقویتِ یقین کا باعث ہیں اور جس کسی کو یقین خالص عطا کیا جاتا ہے اُس کو خوارق میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ پس یہ تمام کرامات ـــــ قلب میں ذکر کے جم جانے اور ذکرِ ذات کے قلب میں پائے جانے کے مقابلے میں ـــــ نیچے درجے کی چیزیں ہیں"

...... ظہور کرامات کی کثرت کو افضلیت کی دلیل قرار دینا بالکل ایسا ہی (غلط) ہے (جیسا کہ) کہ کوئی

(تفضیلی) حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے کثرتِ فضائل ومناقب کو حضرت صدیق اکبرؓ پر حضرت علیؓ کی افضلیت کی دلیل قرار دے کیونکہ اس قدر فضائل ومناقب حضرت صدیق اکبرؓ کے ظہور میں نہیں آئے جس قدر حضرت علیؓ کے۔

اے برادر سُن ـــــ خوارقِ عادات دو قسم کے ہیں۔ پہلی قسم وہ علوم ومعارف ہیں جو ذات و صفات وافعالِ واجبی سے تعلق رکھتے ہیں اور دائرہ عقل سے ماوراء ہیں، اور عام طور پر نہیں پائے جاتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندگانِ خاص کو ان علوم ومعارف سے ممتاز فرماتا ہے ـــــ دوسری قسم ـــــ مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور اشیائے غائبہ کی خبر دینا ہے جس کا تعلق اس عالم سے ہے۔ پہلی قسم اہلِ حق اور اربابِ معرفت کے ساتھ مخصوص ہے، اور دوسری قسم میں اہلِ حق اور اہلِ باطل سب شریک ہیں۔ اس لئے کہ کبھی کافر وفاسق کو بھی دوسری قسم حاصل ہو جاتی ہے۔

پہلی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرافت واعتبار رکھتی ہے اسی وجہ سے اس نے پہلی قسم کو اپنے اولیاء کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اپنے دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا ہے اور دوسری قسم عوام الناس کے نزدیک معتبر اور ان کی نظر میں معزز ومحترم ہے۔

جب کسی خرقِ عادت کا ظہور ہوتا ہے خواہ کسی اہلِ باطل سے ہو تو قریب ہے کہ عوام اپنی نادانی و بیوقوفی سے اس شخص کی پرستش شروع کر دیں اور جس اچھے بُرے کا وہ حکم کرے اسکی تعمیل کریں۔

بلکہ عوام پہلی قسم کو کرامت ہی نہیں سمجھتے، کرامت تو ان کے نزدیک بس دوسری قسم ہی میں منحصر ہے، ان عوام کے گمان میں کرامت مخصوص ہے (فقط) مخلوقات کی صورتوں کے کشف کے ساتھ اور غائب چیزوں کے بتا دینے کے ساتھ۔

یہ عوام بھی عجب احمق ہیں۔ بھلا جو علم کہ مخلوقاتِ حاضر وغائب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس کو کونسی شرافت وکرامت حاصل ہو گئی؟ یہ علم تو اس قابل ہے کہ اس کو جہالت سے بدل لیا جائے تاکہ مخلوقات کے احوال سے نسیان حاصل ہو ـــــ دراصل معرفتِ حق تعالیٰ ہی شرافت وکرامات اور اعزاز واحترام کے لائق ہے ؎

بہ نمی نہفتہ رُخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

مکتوب (۲۹۹) شیخ فرید راہبولی کے نام:— (صبر و رضا اور مرگِ طاعون کی فضیلت کے بیان میں)۔

بعد الحمد و الصلوٰۃ و تبلیغ الدعوات — مکتوب شریف پہونچا، اپنی مصیبتوں کا حال تم نے لکھا تھا — اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن — صبر و تحمل کے ساتھ راضی برضائے الٰہی رہنا چاہیے ؎

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود ز عزیزاں تحمّل و خواری

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

"تمھیں جو کچھ مصیبت پہونچتی ہے وہ تمھارے اپنے ہی کئے ہوئے بُرے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اللہ بہت سے گناہوں سے درگذر کرتا ہے"۔

نیز فرماتا ہے:—

"فساد آشکارا ہو گیا خشکی اور تری میں بوجہ انسانوں کی بداعمالی کے"۔

...... اِس وبا (طاعون) میں ہماری شومیٔ اعمال سے اوّل چوہے ہلاک ہوئے اسلئے کہ وہ ہم سے (ہمارے گھروں میں رہنے اور گھومنے کی وجہ سے) زیادہ اختلاط رکھتے ہیں — اور عورتیں — جن کا وجود مدارِ نسل اور مدارِ بقائے نوعِ انسانی ہے — اس وبا میں مردوں کی بہ نسبت زیادہ ختم ہوئیں۔

جو شخص اِس وبا میں مرنے سے بھاگا اور زندہ رہ گیا اُس کی زندگی پُر حیف ہے اور جو نہ بھاگا اور مر گیا اُس کے لئے شہادت کی خوشخبری ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجرؒ نے بذل الماعون فی فضل الطاعون میں لکھا ہے کہ:۔

"جو طاعون میں انتقال کرے گا اُس سے قبر میں سوال نہ ہوگا اسلئے کہ وہ معرکۂ جہاد میں شہید ہونے والے کی مانند ہے"۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

"طاعون کے زمانہ میں طلبِ ثواب کی نیت سے صبر کرنے والا (اپنے مقام پر جما رہنے والا) یہ یقین کرتے ہوئے کہ وہی ہوگا جو نوشتۂ تقدیر میں ہے۔ طاعون کے علاوہ کسی مرض میں بھی مرے اُس سے بھی سوالِ قبر نہیں ہوگا۔ اسلئے کہ وہ سرحدِ اسلام پر چوکیداری کرنے والے

شخص کی مانند ہے۔"

——علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں اسی طرح ذکر کیا ہے:۔

"اور جو شخص طاعون کے مقام سے نہیں بھاگا اور (اس زمانہ میں) مرا بھی نہیں تو وہ غازیوں، مجاہدوں، صابروں اور ہلاکشوں کی مانند ہے۔"

ہر کسی کے لئے موت کا ایک وقت متعین ہے اس میں تقدیم و تاخیر کی گنجائش نہیں ۔۔ بہت سے طاعون کے علاقہ سے بھاگنے والے جو بچ جاتے ہیں اُن کا وقت ہی نہیں آیا تھا، یہ بات نہیں کہ بھاگنے نے موت سے بچالیا، اور جو جم کر بیٹھے رہنے والے ختم ہوئے وہ بھی اپنی عمر کی میعاد پوری کر کے ختم ہوئے پس نہ تو فرار باعثِ نجات ہوا، اور نہ استقرار باعثِ ہلاکت ـــــ یہ فرار تو ایسا ہے جیسا کہ جہاد کے دن (میدانِ جہاد سے) فرار ہونا، اور یہ گناہِ کبیرہ ہے ـــــ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خفیہ تدبیر اور ڈھیل ہوتی ہے کہ بھاگنے والے سلامت رہیں اور صبر کرنے والے ہلاک ہو جائیں ......

تم نے جو اس موقع پر صبر و تحمل کیا اور مسلمانوں کی امداد و اعانت کی اس کی اطلاع ملتی رہتی تھی ـــــ جزاکم اللہ ـــــ بچوں کی تربیت میں اور اُن کی ایذا کو برداشت کرنے میں ملول نہ ہوں، اس پر اجرِ عظیم کی اُمیدواری مرتب ہے ـــــ زیادہ کیا لکھوں ـــــ والسّلام۔

مکتوب (۳۰۲) اپنے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے نام:۔

(آخری حصّہ)

......اے فرزند! مقامِ ولایت میں (ایسا ہوتا ہے کہ) دنیا و آخرت دونوں سے ہاتھ دھو لیے جاتے ہیں اور مشغولیِ آخرت کو مشغولیِ دُنیا کی مثل سمجھا جاتا ہے ۔۔ نیز دردِ آخرت کو بھی دردِ دُنیا کی طرح اچھا نہیں سمجھا جاتا (چنانچہ) امام داؤد طائیؒ فرماتے ہیں:۔

"اگر تو سلامتی چاہے تو دُنیا کو الوداع کہہ اور کرامت چاہے تو آخرت سے ناامید ہو جا۔"

اور مرتبۂ کمالاتِ نبوت میں مشغولیِ آخرت محمود ہے، اور دردِ آخرت پسندیدہ و مقبول ۔۔ بلکہ اس مقام میں اصل درد، دردِ آخرت اور اصل گرفتاری، گرفتاری و مشغولیِ آخرت ہی ہے ـــــ یہ آیاتِ قرآنی مرتبۂ کمالاتِ نبوت والوں کے لئے نقد وقت ہیں:۔

یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ـــــ (سورۃ سجدہ) (وہ پکارتے ہیں اپنے پروردگار

کو ڈر اور اُمید کے ساتھ)

وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ — (سورۂ رعد) (وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں)

وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ — (سورۂ بنی اسرائیل) (وہ عذابِ خداوندی سے خوف کھاتے ہیں)

الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ۔ (سورۂ انبیاء)

(وہ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے غائبانہ اور وہ قیامت سے خوف کھاتے ہیں)

اِن کا (مرتبہ کمالاتِ نبوت پر فائز ہونے والوں کا) گریہ و نالہ احوالِ آخرت کو یاد کر کے ہوتا ہے اور قیامت سے ڈر کر اُن کو رنج و الم ہوتا ہے — وہ ہمیشہ عذابِ قبر سے اور آتشِ دوزخ سے پناہ ڈھونڈتے رہتے ہیں — دردِ حق اُن کے یہاں دردِ آخرت ہی ہے، اور اُن کا (اصل) شوق و محبت، شوق و محبت آخرت ہے — اسلئے کہ اللہ سے ملاقات کا وعدہ آخرت سے ہی تعلق رکھتا ہے اور اسکی رضائے کامل بھی آخرت پر موقوف ہے — دُنیا حق تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے، آخرت اُس کی پسندیدہ ہے، پسندیدہ کو ناپسندیدہ کے برابر نہیں کیا جا سکتا۔ جو شے اللہ کو ناپسند ہو وہی روگردانی کے لائق ہے، اور جو پسند ہو وہ اِس قابل ہے کہ اُس کی طرف توجہ کی جائے — اللہ کی پسندیدہ شے سے اعراض کرنا کفر کی بات ہے اور خلافِ مرضیٔ خدا ہے۔ یہ آیت:۔

وَاللهُ يَدْعُوا إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ — (اللہ تعالیٰ بلاتا ہے جنت کی طرف)

اِس حقیقت کی گواہ ہے — (قرآن میں جگہ جگہ) حق سبحانہ و تعالیٰ نے مبالغہ و تاکید کے ساتھ آخرت کی ترغیب دی ہے — پس آخرت سے روگردانی کرنا فی الحقیقت حق تعالیٰ کا مقابلہ کرنا اور اُس کی مرضی کے خلاف کوشش کرنا ہے ....

امام داؤد طائی رح باوجود اپنی بزرگی کے، چونکہ مرتبۂ ولایت میں قدم راسخ رکھتے تھے، اس لئے انھوں نے ترکِ آخرت کو کرامت کہہ دیا، انھوں نے یہ غور نہ فرمایا کہ صحابۂ کرامؓ تمام کے تمام دردِ آخرت میں مبتلا اور عذابِ آخرت سے ترساں و لرزاں رہے ہیں۔

ایک دن حضرت عمر فاروق اعظمؓ اونٹ پر سوار ہو کر ایک گلی سے گذر رہے تھے، ایک قاری نے (اتفاق سے) یہ آیت پڑھی:۔

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ — بے شک تیرے رب کا عذاب ہونے والا ہے

مَا لَہٗ مِنْ دَافِعٍ ــــــ اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں۔

اِس آیت کو سُن کر اُن کے ہوش بجا نہیں رہے، اور اُونٹ سے بے اختیار زمین پر گر پڑے، اُن کو وہاں سے اُٹھا کر اُن کے مکان پر پہونچا دیا گیا۔ اور ایک مُدّت تک وہ اِسی درد و غم میں بیمار رہے اور لوگ اُن کی عیادت کو آتے تھے۔

ہاں بے شک سلوک کے درمیان مقامِ فنا میں پہونچ کر دُنیا و آخرت سے نسیان ہو جاتا ہے اور سالک مشغولیِ آخرت کو مشغولیِ دُنیا کی مانند سمجھتا ہے، جب فنا کے بعد بقار کے مقام سے مشرف ہو کر کام کی تکمیل کرلیتا ہے اور کمالاتِ نبوت اُس پر، پَرتو انداز ہو جاتے ہیں، اُس وقت دردِ آخرت پناہ از دوزخ، تمنائے بہشت یہ سب چیزیں موجود ہوتی ہیں۔

جنت کے درختوں، نہروں اور حور و غلماں کو دُنیا کی چیزوں سے کوئی مُناسبت نہیں ہے بلکہ جنت اور دُنیا کی چیزیں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، جیسا کہ غضب و رضا آپس میں ضد ہیں۔ جنت میں جو درخت، نہریں اور چیزیں ہیں وہ اعمالِ صالحہ کے نتائج و ثمرات ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ :-

"بہشت درخت نہیں رکھتی ہے، تم وہاں درخت نصب کرو۔"

دریافت کیا گیا کہ :- "وہاں درخت کس طرح نصب کریں ؟"

فرمایا کہ :- "تسبیح و تحمید اور تمجید و تہلیل سے۔"

یعنی سُبحانَ اللہ کہو، تاکہ بہشت میں ایک پودا نصب کر دیا جائے۔ پس درخت بہشت نتیجہ تسبیح ہوا ـــــ جس طرح کمالاتِ تنزیہی و تقدیسی اس کلمہ (سُبحانَ اللہ) کے اندر حروف اور آواز کے لباس میں مندرج ہیں، اِسی طرح بہشت میں اُن کمالات کو درخت کے لباس میں پنہاں کر دیا ہے۔

علیٰ ہٰذا القیاس جو کچھ بہشت میں ہے نتیجۂ عملِ صالح ہے، اور جو کچھ کمالاتِ وجوبی سے قول و عمل کی اچھائی کے لباس میں مندرج ہیں وہی کمالات، بہشت میں لذات و تنعمات کے پردے میں ظہور پذیر ہیں ـــــ پس ضرور وہاں کا تلذذ اور تنعم اللہ کے نزدیک مقبول ہوگا اور وسیلہ بنے گا اللہ سے ملاقات کا اور اُس تک پہونچنے کا۔

رابعہ بصریہؒ بیچاری اگر اس راز سے آگاہ ہوتیں تو جنت کے جلانے کی فکر نہ کرتیں اور جنت

کی طرف توجہ کو غیر اللہ کی توجہ نہ قرار دیتیں (جیسا کہ اُن کے متعلق مشہور ہے کہ انھوں نے غلبۂ حال میں جنت کے بارے میں اس قسم کے کلمات فرمائے تھے) بخلاف دُنیا کے تلذذ و تنعم کے، کہ اس کا سرچشمہ خباثت و شرارت ہے جس کا نتیجہ محرومیِ آخرت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے محفوظ رکھے۔ دُنیا کا تلذذ اگر مُباحِ شرعی ہے تو اُس کا بھی قیامت میں حساب ہونا ہے، اگر اللہ تعالیٰ دست گیری نہ فرمائے تو ہمارا حال لائقِ صد افسوس ہوگا ——— اور اگر وہ تلذذ مباح شرعی نہیں ہے پھر تو وعید اُس پر وارد ہے ———

"اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور نہ رحم فرمایا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے" ———

پس اِس تلذذِ دُنیاوی کو اُس تلذذِ اُخروی سے کیا مناسبت ہو سکتی ہے ——— یہ تلذذ زہر قاتل ہے، وہ تلذذ تریاق نافع ہے۔......

مکتوب (۳۰۳) حاجی محمد یوسف مؤذن کے نام (کلماتِ اذان کے معنی میں)

بعد الحمد و الصلوٰۃ ——— جاننا چاہیے کہ کلماتِ اذان (مکررات کو چھوڑ کر اور آخری تکبیر اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو لے کر) سات ہیں۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ——— یعنی اللہ تعالیٰ بلند تر اور بالاتر ہے اِس بات سے کہ کسی عابد کی عبادت اُسے درکار ہو ——— اس کلمہ کی (شروع میں) چار مرتبہ تکرار کی جاتی ہے تاکہ اس عظیم الشان معنی کی تاکید ہو جائے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ——— یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں ہے۔ نیز وہ عظمت و کبریائی کے ساتھ ساتھ کسی عبادت گذار کی عبادت سے بے پرواہ ہے۔ (اس کو کسی کی عبادت کی احتیاج و ضرورت نہیں)

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ——— یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسُول ہیں اور اُس کی طرف سے طریقِ عبادت کے مُبلغ ہیں۔

پس کوئی عبادت اس وقت تک درگاہِ قدس کے لائق نہیں ہو سکتی جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و رسالت سے حاصل نہ کی گئی ہو۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ——— (آؤ طرف نماز کے)

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ——— (آؤ طرف فلاح و بہبودی کے)

یہ دونوں کلمے نمازی کو دعوت دینے کے لئے ہیں، اس نماز کی طرف جو فلاح و بہبودی کی طرف پہونچاتی ہے۔

اللہ اکبر ——— (یہ کلمہ آخر میں ایک مستقل معنی ظاہر کرتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ بالاتر ہے۔ اس بات سے کہ کسی کی بھی عبادت اُس کی جناب قدس کے لائق ہو۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ——— یعنی لا محالہ اللہ تعالیٰ ہی مستحقِ عبادت ہے ——— اگرچہ کسی سے بھی ایسی عبادت صادر نہ ہو جو اس کی شانِ اقدس کے لائق ہو ——— بلندیٔ شانِ نماز، ان کلمات کی بلندی سے ——— جو کہ اطلاعِ نماز کے لئے وضع کئے گئے ہیں معلوم کرنا چاہئے۔ ع

سالے کہ نکوست از بہارش پیدا[ع]

اے اللہ! مجھے اُن نمازیوں میں سے بنا دے جو فلاح یاب ہیں ——— صدقے میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

مکتوب (۳۰۴) مولانا عبد الحیٔ[1] کے نام ——— (اعمال صالحہ کے بیان میں)

بعد الحمد و الصلوٰۃ ——— واضح ہو ——— اللہ تعالیٰ تمھیں سعادت مند کرے۔

مُدّت تک مجھے یہ تردّد رہا کہ مُراد، اعمالِ صالحہ سے کیا ہے؟ جن سے حضرت حق جل مجدہٗ نے قرآن کی اکثر آیات میں دخولِ بہشت کے وعدے کو متعلق کیا ہے ——— آیا جمیع اعمالِ صالحہ ہیں یا بعض؟ اگر تمام اعمال صالحہ مُراد ہیں تو دشوار ہے۔ اس لئے کہ ایسا کم ہے کہ کوئی شخص تمام

ع سال کی اچھائی کا اُس کی بہار اور اُس کے آثار سے اندازہ ہو جاتا ہے۔

[1] آپ حصار شادمان (علاقہ اصفہان) کے باشندے تھے۔ سالہا سال آستان مجددیؒ پر رہ کر ترقیاتِ رُوحانی سے ہم آغوش ہوئے۔ بہت سے اسرار و معارف کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زبانِ فیض ترجمان سے سُنا تھا۔ صاحبزادہ گرامی قدر حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کی فرمائش پر مکتوبات کا دفتر ثانی آپ ہی نے جمع فرمایا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے تعلیم طریقت کی اجازت دے کر آپ کو شہر پٹنہ روانہ فرمایا تھا۔ آپ نے ۱۰۷۳ھ میں وفات پائی۔ (زبدۃ المقامات و تذکرۃ العابدین) الفرقان مجدد الف ثانی نمبر میں تذکرۂ خلفائے مجدد الف ثانیؒ کے ذیل میں آپ کا تذکرہ قدرے تفصیل سے ہے۔

اعمالِ صالحہ کی توفیق دیا گیا ہو ــــــ اگر بعض اعمالِ صالحہ مُراد ہیں تو وہ غیر معین ہیں ــــ آخر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ اعمالِ صالحہ سے مُراد ارکانِ خمسۂ اسلام (شہادتِ توحید ورسالت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج) ہیں۔ جز بہ بنیادِ اسلام ہے، اگر یہ اصُولِ پنجگانۂ اسلام پورے طریقے سے اَدا ہو جائیں تو نجات وفلاح نقدِ وقت ہے ــــ اس لئے کہ یہ پانچوں اعمال حقیقی وذاتی حیثیت سے اعمالِ صالحہ ہیں نہ کہ اضافی طور پر ــــ اور یہی اعمال بُرائیوں اور مخالفِ شریعت باتوں سے بھی روکنے والے ہیں۔

(مثلاً نماز ہی کو دیکھو۔ اس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے) اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الفحشاء والمنکر ــــ "بے شک نماز فحش باتوں اور بُری باتوں سے منع کرتی ہے"۔ یہ آیت میرے قول کی گواہ ہے ــــ جب ان اصولِ پنجگانہ کی ادائیگی میسر ہو گی تو امید ہے کہ شکرِ خداوندی بھی ادا ہو۔ اور جب "شکر" ادا ہوا تو عذاب سے نجات حاصل ہوئی ــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ــــ یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم اس کا شکر ادا کرتے رہو اور اس پر ایمان لے آؤ ــــ پس ان پانچوں اعمال کی ادائیگی میں جان ودل کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے ــــ علی الخصوص اقامتِ نماز میں جو کہ دین کا ستون ہے ــــ حتی الامکان آدابِ نماز میں سے کسی ادب کو بھی ترک کرنے پر راضی نہ ہونا چاہیے ــــ اگر نماز کو اچھی طرح پڑھ لیا تو اسلام کے ایک رکنِ عظیم کو پا لیا اور خلاصی ونجات کے لئے ایک مضبوط ذریعے کو حاصل کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق دینے والے ہیں ــــ واضح ہو کہ نماز میں تکبیرِ اولیٰ اس جانب اشارہ کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو استغنا رہے عابدوں کی عبادت اور نمازیوں کی نماز سے ــــ اور وہ تکبیریں جو ہر رکنِ نماز کے بعد ہیں وہ رموز واشارات ہیں اس جانب کہ ہم کسی رکن کو بھی اس طرح ادا نہیں کر سکتے کہ وہ عبادت کہا جا سکے ــــ تسبیحِ رکوع (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم) میں چونکہ تکبیر کے معنی ملحوظ ومدنظر ہیں اس لئے رکوع کے آخر میں تکبیر کہنے کا حکم نہیں فرمایا گیا (بلکہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنے کا حکم فرمایا) ــــ بخلاف دونوں سجدوں کے کہ ان میں بھی اگرچہ تسبیحات ہیں، پھر بھی اوّل وآخر تکبیر کہنے کا حکم فرمایا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی اس وہم میں مبتلا نہ ہو جائے کہ سجدے سے جو کہ انتہائی پستی وانکسار کو ظاہر کرتا ہے ــــ حق عبادت ادا ہو جاتا ہے ــــ اور اسی وہم کو دور

کرنے کے لئے تسبیح سجود (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى) میں لفظ اعلیٰ کو اختیار فرمایا گیا ہے اور اسی لئے تکرار تکبیر مسنون ہوئی ــــ چونکہ نماز معراج مومن ہے اسلئے نماز کے آخر میں وہ کلمات پڑھنے کیلئے مقرر کئے گئے ہیں جن سے شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرف ہوئے تھے ــــ پس نمازی کو چاہئے کہ وہ اپنی نماز کو اپنے لئے آلہ عروج و بلندی بنائے اور انتہائی قرب خداوندی نماز میں ڈھونڈھے ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "نماز میں بندہ اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے" ــــ چونکہ نمازی باری تعالیٰ سے مناجات کرنے والا اور اس کی عظمت اور اس کے جلال کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے، نیز ادائیگی نماز کا وقت ایسا وقت ہے کہ اس میں رعب و خوف کی کیفیت پیدا ہو اسلئے اس کی تسلی کے لئے دو سلاموں سے نماز کو ختم کرایا گیا ــــ اور حدیث نبوی میں جو آیا ہے کہ بعد نماز فرض سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اللّٰه اکبر، اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کو مجموعی طور پر سو مرتبہ پڑھا جائے (یعنی ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ، ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ الخ) فقیر کے علم میں اس کا راز یہ ہے کہ نماز میں جو کچھ قصور واقع ہوا ہو اس کی تلافی تسبیح و تکبیر سے کرنا اور اپنی عبادت کی ناقابلیت اور ناتمامی کا اقرار کرنا چاہئے۔ اور چونکہ ادائیگی عبادت توفیق خداوندی سے میسر ہوئی ہے اسلئے الحمد للہ کہہ کر اس نعمت کا شکر بھی بجا لانا چاہئے۔ اور (لا الٰہ الا اللہ کہہ کر) ماسوا اللہ کے لئے استحقاق عبادت کی نفی کرنا چاہئے ــــ امید ہے کہ جب نماز شرائط و آداب کا لحاظ کر کے پڑھی جائے گی اور بعد نماز تلافی تقصیر و کوتاہی، شکر گزاری نعمت توفیق اور غیر اللہ کی عبادت کے استحقاق کی نفی ان کلمات طیبات کے ساتھ (جو کہ بعد نماز فرض پڑھے جاتے ہیں) کی جائے گی تو وہ نماز شایان قبول خداوندی ہو گی اور ایسی نماز کا پڑھنے والا فلاح یاب نمازی ہو گا ــــ اے اللہ تو مجھے فلاح پانے والے نمازیوں میں سے کردے بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مکتوب (۳۰۵) میر محب اللہ[1] کے نام:۔ ــــ (فرق درمیان نماز مبتدی و حامی و درمیان نماز منتہی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ــــ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ــــ جاننا چاہئے ــــ خدا تم کو سیدھا راستہ دکھلائے ــــ کہ نماز کا مکمل ہونا اور اس کا کمال، فقیر کے نزدیک

---

[1] حاشیہ ۲۳۴ پر۔

اس کے فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کا ادا کرنا ہے۔ جس کو کتب فقہ میں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے ـــــ ان چار امور کے علاوہ اور کوئی امر ایسا نہیں ہے جس کو نماز کی تکمیل میں کوئی دخل ہو ـــــ خشوع ان ہی چاروں امور میں مندرج اور خضوع ان ہی امور سے وابستہ ہے۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو ان امورِ چہار گانہ کے علم کو ہی کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور کوتاہی کرتے ہیں، یقیناً یہ لوگ کمالاتِ نماز سے قلیل النصیب ہیں ـــــ کچھ لوگ ایسے ہیں جو نماز میں حق تعالیٰ کے ساتھ حضورِ قلب کا اہتمام تو کرتے ہیں، لیکن اعضاء کے اعمال ادبیہ (مستحبات) کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں صرف فرائض (و واجبات) اور سنن پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ بھی حقیقتِ نماز سے آگاہ نہیں ہوئے ہیں اور کمال نماز کو غیر نماز سے تلاش کرتے ہیں۔ اسلئے کہ حضورِ قلب کو احکامِ نماز میں نہیں شمار کیا گیا ہے اور وہ جو ایک حدیث نقل کی جاتی ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ تو ہو سکتا ہے کہ اس میں حضورِ قلب سے مراد امورِ مذکورہ (امورِ چہار گانہ) میں حضورِ قلب ہو (یعنی دل کی توجہ اور خیال کے ساتھ نماز کے تمام فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کا ادا کرنا تاکہ کوئی کوتاہی ان امور کی ادائیگی میں واقع نہ ہونے پائے) اس کے علاوہ اور کوئی حضورِ قلب فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا ـــــ

اگر سوال کیا جائے کہ جب نماز کی تکمیل اور اس کا کمال امورِ چہار گانہ کے ساتھ وابستہ ہوا، اور کوئی دوسری بات ان امور کے علاوہ کمالِ نماز کے لئے ملحوظ نہ رہی تو پھر نمازِ منتہی اور نمازِ مبتدی و عامی کے

لہ میر محب اللہ مانک پوری ـــ آپ حضرت مجدد الف ثانی رح کے خلفاء میں سے ہیں۔ اوّل قدوۃ المشائخ شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوری قدس سرہ کی خدمت کی اور ایک مدت تک وہاں رہ کر اجازت و خلافت حاصل کی۔ اس کے بعد میر محمد نعمان رح کی خدمت میں پہونچے اور ان سے سلسلہ نقشبندیہ کا ذکر سیکھا میر صاحب کی مجلس میں بمابر حضرت مجدد الف ثانی کی تعریف و توصیف اور مکتوبات کا مذاکرہ رہتا تھا اسلئے آپ کو حضرت کی خدمت و ارادت کا شوق ہوا چنانچہ بارگاہ مجددی میں پہونچے اور مدتوں خوشہ چینیٔ فیوض کرتے رہے بالآخر حضرت نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر مانک پور روانہ فرمایا۔ مانک پور کچھ عرصہ رہنے کے بعد آپ نے اپنے اہلِ وطن کی شکایت لکھی کہ وہ اذیت پہونچاتے ہیں حضرت نے صبر و تحمل کی تلقین فرمائی لیکن آپ نے مانک پور سے منتقل ہونے کیلئے منت و سماجت کے ساتھ اجازت چاہی تو حضرت نے آپ کو تحریر فرمایا کہ "اب تم الٰہ آباد میں کوئی گوشہ کی جگہ اختیار کر لو اور اپنے اوقات ذکر الٰہی میں بسر کرو۔"

کے درمیان جو (مبتدی دعامی) ان چاروں کو بجالاتا ہے ـــــ کیا فرق ہوگا؟ ـــــ (جواب یہ ہے کہ) فرق نمازی کے فرق سے ہے نہ کہ عمل کی راہ سے ـــــ ایک عمل کے اجر وثواب میں عاملوں اور کارکنوں کے فرق سے، فرق ہو جاتا ہے۔ جو عمل کہ عاملِ مقبول و محبوب سے وقوع میں آتا ہے اس کا اجر چند در چند ہوتا ہے اُس اجر کے مقابلے میں جو اس کے غیر کے عمل پر مرتب ہوتا ہے۔ اسلئے کہ عامل جتنا عظیم الشان ہوگا اس کا عمل بھی اُسی قدر کثیر الاجر ہوگا...... پس نمازِ منتہی سے نتائج و ثمراتِ دُنیوی کے ساتھ ساتھ آخرت کا اجر کثیر بھی مُرتّب ہوگا، بخلاف نمازِ مبتدی دعامی کے۔ ؏

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

نمازِ منتہی کی خصُوصیات میں سے کچھ بیان کرتا ہوں اسی سے (اُس کی حیثیت کو) قیاس کرلینا چاہیے ـــــ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز کے اندر بوقتِ قراءتِ قرآن و بوقتِ ادائیگی تسبیحات و تکبیرات اپنی زبان کو شجرۂ موسوی کی طرح پاتا ہے اور اپنے قویٰ اور اعضاء کو آلات و وسائط سے زیادہ نہیں جانتا اور کبھی یہ محسوس کرتا ہے کہ ادائیگیِ نماز کے وقت (اس کے) باطن و حقیقت نے (اُس کے) ظاہر و صورت سے اپنا تعلق پوری طرح منقطع کرلیا ہے اور وہ عالمِ غیب سے ملحق ہوگیا ہے اور غیب سے مجہول الکیفیت نسبت پیدا کرلی ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو پھر اس عالم کی طرف رُجوع کرتا ہے۔ ـــــ یا پھر اصل سوال کے جواب میں یہ کہوں گا کہ امورِ چہارگانہ (فرض، واجب، سُنّت، مستحب) کا تمام و کمال ادا کرنا منتہی کو ہی حاصل ہے۔ مبتدی دعامی ان امورِ چہارگانہ کو پورے طریقے سے ادا کرنے کی توفیق پانے سے دُور ہے ـــــ ہر چند کہ مبتدی دعامی کے لئے (ان امور کا پوری طرح ادا کرنا) ممکن ہے (اگر ایسا ہوتا کم ہے) اسلئے کہ نماز خاشعین کے علاوہ دوسروں پر دُشوار واقع ہوتی ہے (جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے) ـــــ والسّلام۔

مکتوب (۳۰۶) مولانا محمد صالح کے نام :۔

(اپنے مرحوم صاحبزادوں کے بعض کمالات کے بیان میں)

الحمدُ للہ وسلامٌ علیٰ عبادہِ الّذین اصطفیٰ ـــــ برادرم ملّا محمد صالح ـــــ تم نے واقعاتِ اہلِ سرہند کو سُن لیا ہوگا ـــــ فرزندِ کلاں (خواجہ محمد صادق) اپنے دو چھوٹے بھائیوں محمد فرخ اور محمد عیسیٰ کے ساتھ سفرِ آخرت اختیار کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ـــــ اللہ تعالیٰ

کا شکر ہے کہ اس نے پہلے قوتِ صبر عطا فرمائی پھر اِن حوادث کو نمودار کیا، کسی نے خوب کہا ہے ؎

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود ز عزیزاں تحمّلِ خواری

فرزندِ مرحوم (محمد صادق) اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رحمتہائے رب العٰلمین میں سے ایک رحمت تھے ـــــ چوبیس سال کی قلیل عمر میں انھوں نے وہ کچھ پالیا کہ بہت کم لوگوں نے پایا ہوگا ـــــ مولویت کی تکمیل کی اور پھر علوم نقلیہ و عقلیہ کی تعلیم و تدریس کو حدِ کمال پہونچایا۔ حتیٰ کہ اُنکے شاگرد (آج) بیضاوی، شرح مواقف اور اسی قسم کی اونچے درجے کی کتابیں پڑھاتے ہیں ـــــ ان کی معرفت و عرفان اور شہود و کشف کے واقعات اس بات سے مستغنی ہیں کہ اُن کو بیان کیا جائے۔ ـــــ تم کو معلوم ہے کہ وہ آٹھ سال کی عمر میں اتنے مغلوب الحال ہو گئے تھے کہ ہمارے خواجہ قدس سرّہٗ (حضرت خواجہ باقی باللہ مرحوم) اُن کے واسطے ان کی حالت کو سکون میں لانے کے لئے بازار کا کھانا جو (بے احتیاطی کے باعث) مشکوک و مشتبہ ہوتا ہے ـــــ تجویز فرمایا کرتے تھے ـــــ اور یوں فرماتے تھے کہ "مجھ کو جو محبت صادق سے ہے کسی سے بھی نہیں اور اسی طرح اس کو جو محبت مجھ سے ہے کسی سے نہیں ہے"۔ اسی ایک بات سے ان کی بزرگی کا اندازہ کرلیا جائے ـــــ وہ ولایتِ موسوی کے نقطۂ آخر تک پہونچے ہوئے تھے اور اسی مقام کے عجائب و غرائب بیان کرتے تھے۔ خشوع و خضوع کی کیفیت کے ساتھ ملتجی و متضرع نیز متذلل و منکسر تھے اور کہتے تھے کہ اولیاءِ حق میں سے ہر ایک نے حضرت حق سبحانہٗ سے کوئی نہ کوئی چیز مانگی ہے۔ میں نے اپنے لئے التجا و تضرع کو مانگا ہے۔

محمد فرخ کے بارے میں کیا لکھوں وہ گیارہ سال کی عمر میں طالب علم ہو گئے تھے۔ کافیہ پڑھتے تھے اور سمجھ کر پڑھتے تھے۔ وہ ہمیشہ عذابِ آخرت سے ترساں و لرزاں رہتے تھے اور دُعا کیا کرتے تھے کہ

لہ مولانا محمد صالح کولابی رح ـــــ آپ حضرت مجدد الفِ ثانی رح کے قدیم الایام مریدین میں سے ہیں۔ منکسر المزاج اور خاموش طبیعت تھے ـــــ مُدتوں آپ پیرومرشد کی خدمت میں رہے۔ بالآخر خلافت سے ممتاز و مشرف ہوئے۔ آپ کے ذریعہ بہت سے طالبین معرفت کو روحانی فیض پہونچا۔ حضرت کو بارہا آپکی تعریف کرتے سُنا گیا ہے۔ آپ نے مخدوم زادوں کی فرمائش پر ایک رسالہ لکھا تھا جسمیں حضرت مجدد الف ثانی کے دن رات کے تمام معمولات کو جمع کیا تھا ـــــ ۱۰۳۸ھ میں آپکا وصال ہوا۔

بچپن کے زمانے میں دُنیائے دوں کو الوداع کہہ دوں تاکہ عذابِ آخرت سے چھوٹ جاؤں۔ اُن کے مرض الموت میں جن دوستوں نے اُن کی تیمار داری کی تھی اُن سے عجائب وغرائب مشاہدہ کئے۔ محمد عیسیٰ کے خوارق کو جو اس کی آٹھ سال کی عمر تک لوگوں نے مشاہدہ کئے ـــ کیا لکھوں ـــ مختصر یہ کہ یہ تینوں فرزند جواہر نفیسہ تھے جو ہمارے پاس بطور امانت رکھ دیئے گئے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے ان امانتوں کو بغیر کسی ناخوشی و ناراضگی کے اصل مالک کے حوالے کر دیا ـــ اے اللہ! ہمیں ان کی موت پر صبر کرنے کے ثواب سے محروم نہ کرنا اور ان کے بعد ہم کو آزمائش میں مبتلا نہ کرنا ـــ بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم...

مکتوب (۲۰۷) مولانا عبد الواحد[۱] لاہوری کے نام :ـــ

(سُبحان اللہ و بحمدہٖ کے بیان میں)

بعد الحمد والصلوٰۃ ـــ جاننا چاہیئے کہ عبادت گزار، عبادت کرتے وقت جو کچھ حسن و کمال اپنی عبادت میں پاتا ہے وہ حسن و کمال توفیق خداوندی کی طرف راجع ہے اور خداوند کریم ہی کے حُسن تربیت اور اس کے احسان سے ہے ـــ اور جو کچھ قصور و نقصان اپنی عبادت میں پاتا ہے وہ اس کے نفس کی طرف راجع ہے اور اس کی شرارت طبیعی کی وجہ سے ہے ـــ کوئی چیز نقصان و قصور کی قسم سے درگاہِ قدس کی جانب راجع نہیں ہے وہاں تو خیر و کمال ہی ہے ـــ اسی طرح جو کچھ دُنیا میں ہوتا ہے اُس کا حُسن و کمال جناب قدس کی طرف راجع ہے ـــ اور ہر چیز کا شر و نقصان دائرہ ممکنات کی طرف رُجوع کرتا ہے ـــ دائرہ ممکنات نیستی کے میدان میں اپنا قدم جمائے ہوئے ہے اور نیستی ہر شر و نقصان کا سبب ہے ـــ کلمۂ طیبہ۔ سُبحان اللہ و بحمدہٖ ـــ ان دونوں باتوں کو پورے طریقے پر بیان کر رہا ہے۔ (اِس کا جزءِ اوّل سُبحان اللہ) اللہ تعالیٰ کی انتہائی تنزیہ و تقدیس

---

[۱] آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قدیم خلفاء میں سے ہیں ـ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے جس جماعت کو تربیت باطنی کی غرض سے حضرت مجددؒ کے سپرد فرمایا تھا ان میں سے آپ بھی تھے۔ کثیر العبادہ اور کثیر المراقبہ تھے ـ مولانا محمد ہاشم کشمیؒ نے زبدۃ المقامات میں لکھا ہے کہ ایک دن آپ مجھ سے فرمانے لگے کہ کیا جنت میں نماز ہوگی؟ میں نے کہا نہیں۔ جنت میں نماز کہاں ہوگی، جنت تو جزائے اعمال کا محل ہے نہ کہ دار العمل، آپ نے یہ جواب سُن کر ایک آہِ سرد بھری اور رونے لگے اور حسرت آمیز لہجے میں کہنے لگے آہ! بے نماز کے جنت میں کیونکر بسر ہوگی۔؟

بیان کرتا ہے اُن تمام باتوں سے جو اُس کی شایانِ شان نہیں ہیں چاہے وہ شرور ہوں، چاہے وہ نقائص ہوں ___ (اور دوسرا جزو وبحمدہ) ادائے شکر کرتا ہے عبارتِ حمد کے ساتھ ___ جو کہ ہر شکر کی اصل ہے اللہ تعالیٰ کے صفات و افعالِ جمیلہ اور اُس کے انعامات و احساناتِ جزیلہ پر ___ اسی وجہ سے حدیث نبوی میں آیا ہے کہ جو کوئی اس کلمہ کو دن یا رات میں سو بار پڑھے گا کوئی شخص عمل میں اس دن رات کے اندر اس کی برابری نہیں کر سکتا، مگر وہی شخص برابری کر سکتا ہے جو اس کلمہ کو پڑھتا ہو۔ بھلا کوئی اس کی برابری کیسے ڈھونڈ سکتا ہے جبکہ اس کا ہر عمل اور عبادت (کا ہر گوشہ) اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے کسی نہ کسی احسان کا شکر ادا کر رہا ہے یہ شکر اس کلمہ کے دوسرے جزو (بحمدہ) سے ادا ہوتا ہے ___ رہا پہلا جزو (سبحان اللہ) وہ اس کے علاوہ ہے ___ پس تم پر لازم ہے کہ اس کلمہ طیبہ کو سو مرتبہ ہر روز زبان سے ادا کر لیا کرو ....

مکتوب (۳۰۸) مولانا فیض اللہ پانی پتی کے نام :___

(یہ مکتوب عربی زبان میں ہے۔ کلمتان خفیفتان علی اللسان الخ کے بیان میں)

...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ___ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ ___ (یعنی سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم ___ دو ایسے کلمے ہیں جو زبان پر آسان اور ہلکے ہیں، میزانِ عمل میں بھاری ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہیں)۔

اِن دونوں کلموں کا زبان پر ہلکا ہونا تو ظاہر ہے کہ قلتِ حروف کی وجہ سے ہے، لیکن میزانِ عمل میں ان کے بوجھل اور بھاری ہونے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کلمۂ اولیٰ کا پہلا جزو (سبحان اللہ) اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ و تقدیس بیان کر رہا ہے اُن تمام باتوں سے جو اُس کی شانِ عالی کے لائق نہیں۔ نیز یہ پہلا جزو بتلاتا ہے کہ ذاتِ کبریا بعید اور منزہ ہے۔ تمام صفاتِ نقص اور علاماتِ حدوث و زوال سے ___ اور اس کا دوسرا جزو (بحمدہ) بتاتا ہے کہ تمام صفاتِ کمال اور شیوناتِ جمال حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں، وہ صفات و شیونات خواہ فضائل سے ہوں یا فواضل سے ___ نیز کلمۂ اولیٰ کے دونوں جزوں میں اضافت کو استغراق کے لئے لانا فائدہ دیتا ہے تمام تنزیہات و تقدیسات کے ثبوت کا اللہ تعالیٰ کے لئے اور تمام صفات و کمال و جمال کے ثبوت کا اُسی کے واسطے ___ پس کلمۂ اولیٰ (سبحان اللہ وبحمدہ) کے دونوں جزوں کا حاصل ہوا ___ لوٹانا تمام تنزیہات و تقدیس کو اسی

ذاتِ عالی کی طرف اور اثبات، تمام صفاتِ کمال رجمال کا اسی کی جانب ــــ۔ اور دوسرے کلمے (سُبحان اللّٰہ العظیم) کا حاصل ہوا تمام تنزیہات و تقدیسات کا ثابت کرنا اس کے لئے، اس کی عظمت و کبریائی کے ساتھ ساتھ ــ۔ اس دوسرے کلمے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب نقائص کی نسبت نہ کرنا اُس کی عظمت و کبریائی کی وجہ سے ہے ــــ پس ضرور یہ دونوں کلمے بھاری ہوں گے میزانِ عمل میں اور محبوب و پسندیدہ ہوں گے اللہ تعالیٰ کو ــــ نیز تسبیح (سُبحان اللّٰہ) توبہ کی کنجی ہے بلکہ توبہ کا خلاصہ ہے جیسا کہ میں نے اپنے بعض مکتوبات میں اس کی تحقیق کی ہے، پس یہ تسبیح وسیلہ ہو جائے گی گناہوں کے محو ہونے اور سیئات کے معاف ہونے کا ــــ پس لامحالہ یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری اور حسنات کے پلڑے کو جھکا دینے والے نیز رحمٰن کے نزدیک پسندیدہ ہوں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ عفو کو پسند کرتا ہے (اور تسبیح کرنا ذریعہ عفو ہے) ــــ نیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح و حمد کرنے والا بندہ جب اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے ایسی باتوں سے جو اس کی شایانِ شان نہیں ہیں اور ثابت کرتا ہے اس کے لئے صفاتِ جمال و کمال کو تو امید و ثواب کریم سے یہ ہے کہ وہ تسبیح کرنے والے کو بھی ان تمام باتوں سے پاک و صاف کر دے تو جو اس کے لئے نامناسب ہیں اور حمد کرنے والے میں بھی (ایک گونہ) صفاتِ کمال کو پیدا کر دے ــــ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے ــــ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ــــ (نہیں ہے احسان کا بدلہ مگر احسان) ــــ لہٰذا یقیناً دونوں کلمے ثقیل ہوں گے میزان میں سیئات کے محو ہونے کی وجہ سے بسبب تکرار کلمہ کے اور محبوب ہوں گے رحمٰن کو بوجہ اخلاقِ حمیدہ کے پائے جانے کے ان دونوں کلموں کے واسطے سے۔ وَالسَّلام۔

مکتوب (۳۰۹) مولانا حاجی محمد فرکتی کے نام ــ ــ

(محاسبۂ شب و روز کے بیان میں)

بعد الحمد وَالصَّلٰوۃ وتبلیغ الدّعوات ــــ مشائخ کرام کی ایک جماعت نے طریقہ محاسبہ اختیار کیا ہے (وہ اس طرح) کہ رات کو سونے سے کچھ دیر پہلے اپنے دن کے اقوال و افعال اور حرکات و سکنات کا جائزہ لیتے ہیں اور تفصیل کے ساتھ ہر ایک کی حقیقت تک پہونچتے ہیں اور اپنی تقصیرات و سیئات کی تلافی توبہ و استغفار اور التجا و تضرع سے کرتے ہیں۔ صاحبِ فتوحاتِ مکیہ یعنی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ بھی محاسبہ کرنے والے مشائخ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے محاسبہ میں دوسرے مشائخ

کے مقابلے میں اضافہ کر دیا ہے۔ میں نے قلب کے خطرات اور نیّت کا بھی محاسبہ کیا ہے ــــ فقیر کے نزدیک تنو مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر سونے سے کچھ پہلے پڑھ لینا ــ جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا ہے، حکم محاسبہ رکھتا ہے اور محاسبے کا کام کرتا ہے ــــ گویا کہ ان کلمات کا پڑھنے والا کلمہ تسبیح (سبحان اللہ) کی تکرار سے ــ وہ کلمہ تسبیح جو مفتاح توبہ ہے ــــ اپنی تمام تقصیرات و سیئات کا عذر پیش کرتا ہے اور ان سیئات کے کرنے سے جو کچھ عائد ہوا اُس سے جناب قدس کی تنزیہ و تقدیس کرتا ہے ــــ مرتکب سیئات کے پیش نظر اگر (پہلے سے) حضرت حق جل مجدہ کی عظمت و کبریائی ہوتی تو وہ اس کے احکامات کبھی سبقت و پیش قدمی نہ کرتا ــ جب سبقت و پیش قدمی کی تو معلوم ہوا کہ (نعوذ باللہ) مرتکب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کا کوئی اعتبار ہی نہیں تھا۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ استغفار کرنے میں تو گناہ کے ڈھا دینے کی طلب ہے اور سبحان اللہ کی تکرار میں گناہ کے جڑ سے اکھاڑ دینے کی طلب ہے۔ پس دونوں (استغفار و سبحان اللہ) برابر کیسے ہو سکتے ہیں ــــ سبحان اللہ ــــ عجیب کلمہ ہے، اس کے الفاظ بہت کم اور معانی و منافع بہت زیادہ ــــ الحمد للہ کی تکرار سے توفیق خداوندی کا شکر بجا لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے ــــ اللہ اکبر کی تکرار اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ درگاہِ خداوندی اس سے بلند تر ہے کہ یہ ہماری عذر خواہی اور یہ ہماری شکر گزاری اس کے شایانِ شان ہو، اس لیے کہ بندے کا اعتذار و استغفار، (بجائے خود) اعتذار و استغفار کا محتاج ہے ــــ اور بندہ اللہ تعالیٰ کی جو حمد کرتا ہے اُس کا فائدہ خود ہی حمد کرنے والے کی طرف لوٹتا ہے ــــ سُبحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (زیادہ تر) محاسبہ کرنے والے فقط استغفار و شکر پر اکتفا کرتے ہیں اور ان کلماتِ قدسیہ (مذکورہ) سے استغفار کا کام بھی انجام پاتا ہے، شکر بھی ادا ہوتا ہے، نیز استغفار و شکر میں جو نقصان رہ گیا ہو اس کا اظہار بھی میسر آتا ہے ــــ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

مکتُوب (۲۱۳) خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ[1] کے نام :۔ ______

(آخری حصّہ)

...... اس جگہ کے بعض دوستوں نے کئی بار مجھ کو لکھا کہ میر محمد نعمان اس زمانے میں طالبین کے احوال کی طرف کم توجہ کرتے ہیں اور تعمیرات میں مشغول رہتے ہیں۔ جو کچھ آمدنی ہوتی ہے وہ عمارت میں صرف ہوتی ہے، فقراء محروم رہتے ہیں ____ انھوں نے یہ باتیں مجھے کچھ اس طور پر لکھی تھیں کہ شائبہ اعتراض مفہوم ہوتا تھا اور بوئے انکار آتی تھی۔

جاننا چاہیئے کہ بزرگوں کے افعال واقوال پر نکتہ چینی اور اعتراض کرنا وہ زہر قاتل ہے، کہ موتِ ابدی تک پہونچاتا ہے اور دائمی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے ___ چہ جائیکہ اعتراض جب خود اپنے پیر و مرشد پر ہو اور اس کی ایذا کا سبب بن جائے ____ صوفیا رکا منکر ان کی دولت سے محروم اور ان پر اعتراض کرنے والا ہمہ وقت بے بہرہ و زیاں کار رہتا ہے ____ جب تک کہ پیر و مرشد کے تمام حرکات و سکنات، مُرید کی نظر میں مستحسن و زیبا نہ معلوم ہوں گے وہ کمالاتِ پیر سے بہرہ ور نہ ہوگا، اور اگر کچھ مل بھی جائے تو وہ استدراج ہوگا جس کا انجام خرابی و رُسوائی ہے ____ مُرید باوجود کمالِ محبت و اخلاص اگر اپنے پیر و مرشد پر بال برابر بھی گنجائش اعتراض رکھتا ہے تو سوائے خرابی کے کچھ نہیں دیکھتا اور کمالات مُرشد سے بے نصیب رہتا ہے ____ اگر مُرید کو کبھی اپنے پیر کے کسی فعل پر کوئی شبہ ہو اور وہ (خود) دفع نہ ہوتا ہو تو چاہیئے کہ اُس کو اپنے پیر سے اس طرح معلوم کرے کہ اعتراض کا شائبہ بھی نہ ہو اور انکار کا گمان نہ ہو سکے .... اگر کبھی پیر سے کوئی امر (بظاہر) خلافِ شریعت ظاہر ہو تو مُرید کو چاہیئے کہ اس میں اُس کی اتباع نہ کرے اور حتی الامکان حُسنِ ظن کے ساتھ اس کا صحیح منشا اور وجہ صحت تلاش کرے، اگر وجہ صحت

---

[1] آپ نے اولاً میر محمد نعمانؒ سے ذکر و مراقبہ کی تعلیم حاصل کی بعدہٗ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت اقدس میں سرہند چلے گئے اور حضرت مجدد کی وفات تک تقریباً دو سال سفر و حضر میں ساتھ رہے اور الطاف و عنایات مجددی کا مورد بنے مکتوبات جلد سوم کے جامع آپ ہی ہیں۔ زبدۃ المقامات اور دیوان ہاشم آپ کی تصنیفات میں یادگار ہیں۔ رجب ۱۰۴۵ھ میں آپ نے وفات پائی۔ مزار برہان پور میں ہے۔ (جواہر ہاشمیہ)

معلوم ہو سکے تو اللہ تعالیٰ سے اس امتحان و آزمائش کو دور کرنے کے لئے التجا و تضرع کرے اور گریہ و زاری کے ساتھ سلامتی پیر و مرشد کا خواہاں ہو ـــــ اور اگر مرید کو پیر و مرشد کے بارے میں کسی امر مباح کے کرنے میں شبہ ہو تو اس شبہ کا کوئی اعتبار نہ کرے ـــــ جب کہ حق تعالیٰ نے مباح کام کرنے سے منع نہیں فرمایا تو پھر کسی کو اس کام پر اعتراض کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے ....